پارہ

قَدْ اَفْلَحَ

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّثَمَانَ عَشَرَۃَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝

بالتحقیق اُن مسلمانوں نے فلاح پائی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ فلاح پائی (کامیاب ہوئے)	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن	الَّذِيْنَ اور جو	هُمْ وہ	فِيْ صَلَاتِهِمْ اپنی نمازوں میں	خَاشِعُوْنَ خشوع (عاجزی) کرنے والے	

تفسیر و تشریح:۔ الحمدللہ اٹھارہویں پارہ کی ابتداء سے سورۃ مومنون کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس درس میں صرف دو ابتدائی آیات کی تشریح کی گئی ہے۔ پہلے سورۃ کا مقام، نزول، وجہ تسمیہ، موضوع و مباحث، تعداد آیات، رکوعات، کلمات و حروف بیان کئے جاتے ہیں۔ مومنون ایمان والوں کو کہتے ہیں چونکہ یہ لفظ اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے اور اس سورۃ میں ایمان والوں کی صفتیں بیان کی گئی ہیں اور ان کے اطوار و عادات بتلائے گئے ہیں اس لئے اس سورۃ کا نام المومنون ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکی دور کے متوسط زمانہ میں اس کا نزول روایت کیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۲۳ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۶۴ لکھا ہے یعنی ۶۳ سورتیں مکہ معظّمہ میں اس سورت سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۶ سورتیں اس کے بعد مکہ میں نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۱۱۸ آیات اور ۶ رکوعات اور ۱۰۷۰ کلمات اور ۴۵۳۸ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتداء میں مؤمنین کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ و رسول پر ایمان لانے والوں میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انسان کی پیدائش اور دوسرے آثارِ کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس سے مقصود یہ ذہن نشین کرانا ہے کہ توحید اور معرفت الٰہی کی جس حقیقت کو تسلیم کرنے کا سبق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس کے برحق ہونے پر تمہارا اپنا وجود اور یہ پورا نظام عالم گواہ ہے۔ اللہ کی عبادت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور یہ معرفت اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر جو دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ہر عقلمند اور ذی ہوش حاصل کر سکتا ہے۔ پھر انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں کے قصے ذکر فرمائے گئے ہیں۔ جن سے کئی باتیں بتانی مقصود ہیں ایک یہ کہ آج دعوتِ نبوی پر جو شبہات و اعتراضات کئے جا رہے ہیں یہ باتیں پہلے بھی انبیاء پر جہلا کر چکے ہیں اور اسی طرح کے اعتراضات ان احمقوں نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں پر کئے تھے۔ دوسرے یہ کہ توحید و آخرت کی تعلیم ایسی نہیں کہ جو بالکل نئی ہو اور جو دنیا نے کبھی سنی نہ ہو۔ یہ کوئی نرالی تعلیم نہیں۔ ہر زمانہ میں یہ صدائے حق اٹھتی رہی ہے۔ تیسرے یہ کہ حق کا انکار کر کے باطل پر اصرار کرنے والے اور انبیاء کی تکذیب پر جمے رہنے کا انجام آخر کار تباہی و ہلاکت ہوتا ہے۔ چوتھے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اول دین اسلام اس وقت سے دین الٰہی ہے جب سے انسان کے قدم زمین پر پہنچے ہیں۔ پھر انبیاء کے تذکروں کے بعد بتایا گیا ہے کہ دنیاوی خوشحالی مال و دولت۔ قوت اور اقتدار وغیرہ وہ چیزیں نہیں جو کسی شخص یا گروہ کے راہِ راست پر ہونے کی یقینی علامت ہو اور اس بات کی دلیل قرار دی جائیں کہ خدا اس پر مہربان ہے اور اس کا رویہ خدا کو پسندیدہ ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس کسی کا غریب اور خستہ حال ہونا اس بات کا ثبوت نہیں کہ خدا اس سے اور اس کے رویہ سے ناراض ہے۔ اصل چیز جس پر خدا کے ہاں محبوب یا مغضوب ہونے کا مدار ہے وہ ایمان۔

خدا پرستی اور تقویٰ وراست بازی ہے۔ پھر بتلایا کہ جو اللہ اور رسول اور موت کے بعد زندگی۔ حساب کتاب۔ جنت ودوزخ، جزاء وسزا پر ایمان نہ لائے گا وہ مرنے کے بعد آخرت میں بہت پچھتائے گا۔ آخر میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ اس کی دنیا کی زندگی کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس کو بیکار اور فضول باتوں میں نہ گنوانا چاہئے۔ قرآن مجید کی باتوں کو سچا مان کر ان پر عمل کرنا چاہئے اور اللہ عزوجل سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورت کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے درسوں میں آئیں گی۔

اس سورۃ کی ابتداء **قد افلح المومنون** کے جملہ سے فرمائی گئی ہے یعنی یقیناً فلاح پائی یا کامیاب ہوئے ایمان والے۔ جس ماحول اور وقت میں اس سورۃ کا نزول ہوا ہے اور یہ کلام فرمایا جا رہا ہے اس کو ذہن نشین رکھئے۔ اس وقت ایک طرف دعوت اسلام اور ایمان کے مخالف سرداران مکہ تھے جن کی تجارتیں چمک رہی تھیں جن کے پاس دولت کی فراوانی تھی جن کو اس وقت کے لحاظ سے دنیوی خوشحالی کے سارے لوازمات میسر تھے اور دوسری طرف اسلام کے پیروکار تھے جن میں سے اکثر تو پہلے ہی غریب اور خستہ حال تھے اور بعض جو اچھے کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے یا اپنے کاروبار میں پہلے کامیاب تھے ان کو بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اب قوم کی مخالفت اور دشمنی اور مقاطعہ نے بدحال کر دیا تھا۔ اس صورت حال میں یہ کلام فرمایا گیا **قد افلح المومنون**. یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے۔ فلاح عربی میں بڑے ہی وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا وآخرت کی ساری ہی خوبیوں کا جامع ہے۔ یہ لفظ خسران کی ضد ہے جو ٹوٹے اور گھاٹے اور نامرادی کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ تو جس ماحول میں یہ کلام فرمایا گیا اس سے کفار ومشرکین کے حق میں تو مطلب نکلا کہ تمہارا معیار فلاح غلط ہے۔ تم اپنی جس عارضی اور محدود خوشحالی کو فلاح سمجھ رہے ہیں وہ فلاح نہیں خسران ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو جو تم ناکام ونامراد سمجھ رہے ہو وہ دراصل کامیاب و بامراد ہیں۔ اس دعوت حق کو مان کر انہوں نے خسارہ کا سودا نہیں کیا ہے بلکہ وہ چیز پائی ہے جو دنیا وآخرت دونوں میں ان کو پائیدار وخوشحال اور کامیابی سے ہمکنار کرے گی۔

تو یہاں فلاح کی پہلی شرط مومن ہونا بیان کی گئی اب آگے ان مومنین کی شان کیا ہے اور ان کی صفات کیا ہیں یہ بیان فرمائی گئی ہے۔ سب سے اول اور سب سے بڑی اور سب سے اہم صفت بیان فرمائی گئی۔

الذین هم فی صلاتهم خاشعون. جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے یعنی انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی انہیں مؤمنین کو حاصل ہوگی جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ خشوع کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف وہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا۔ قرآن پاک کی ایک دوسری آیت میں خشوع کو قلب کی صفت بتلائی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع وخائف ساکن اور پست ہوگا تو خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھریں گے۔ ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے پھر خوف وہیبت اور سکون اور خضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے مثلاً نگاہ پست رکھنا۔ ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا۔ ادھر ادھر نہ تاکنا۔ کپڑے یا داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا وغیرہ اسی قسم کے افعال واحوال لوازم خشوع میں سے ہیں۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدوں خشوع کے صحیح ومقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اس جگہ یہ تحقیق لکھی ہے اور فرماتے ہیں "خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں۔ اور اس مرتبہ میں فرض نہیں۔ اور قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔"

بہر حال یہاں فلاح پانے والے مومنین کی سب سے اول اور

پہلی صفت خشوع اور خضوع سے نمازیں پڑھنا بیان فرمائی گئی۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے ہاں کیا درجہ ہے اور ایمان کے بعد اعمال میں کس قدر مہتم بالشان چیز ہے۔اور کون سی نماز حق تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قرآن پاک میں خدائے تعالیٰ نے جابجا نصیحتیں کی ہیں بعض جگہ پیار کے الفاظ میں خطاب فرمایا ہے۔بعض جگہ رغبت اور شوق دلانے کا طریقہ اختیار کیا ہے بعض جگہ بندوں کو ڈرانے دھمکانے کی باتیں کہیں ہیں لیکن کلام الٰہی میں ۷۰۰ جگہ صرف یہی نصیحت ہے کہ نماز قائم کرو۔یہ تو قرآن کی تاکید رہی اب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات اس سلسلہ میں سن لیجئے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز ہی کا حساب ہوگا اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اسے پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کی جائے گی پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ پر ہوگا۔ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہوجائے گا ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی،ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے،وضو بھی اچھی طرح کرے،خشوع وخضوع سے بھی پڑھے۔کھڑا بھی پورے وقار سے ہو پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے۔غرض ہر چیز کو نہایت اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے۔وقت کو بھی ٹال دے۔وضو بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔اب یہاں ہم اپنی حالت پر غور کرلیں کہ اول تو اس زمانہ میں کتنے فیصدی مسلمان نمازی ہیں پھر ان میں سے کے فیصدی جماعت کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔پھر ان میں کے فیصدی وہ خوش نصیب ہیں جو خشوع وخضوع وآداب شرائط کے ساتھ اللہ کی اس اہم ترین عبادت کو ادا کرتے ہیں جو ان کے لئے دعا کرتی ہے۔**اللّٰھم اجعلنا منھم.**

ایک حدیث میں جس کو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اس امت سے اٹھ جائے گی یعنی سلب کرلی جائے گی وہ خشوع ہے۔یہاں تک کہ قوم میں کوئی خاشع نظر نہ آئے گا۔اللہ تعالیٰ یہ وقت ہمیں نہ دکھائے۔

یہ تو ایک صفت بیان ہوئی بقیہ صفات اگلی آیات میں بتلائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ پاک ہماری نمازوں کو دین ودنیا کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنادیں۔اور جو اس فرض سے غفلت میں ہیں اللہ پاک ان کو ہدایت فرمائیں کہ وہ نماز کے ادا کرنے والے بن جائیں۔

یا اللہ! نماز کی جو اہمیت اور فرضیت ہے اس کو اہل اسلام کے دلوں میں بٹھادے اور نماز سے جو غفلت عام ہورہی ہے اس کو دور فرمادے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۴ وَالَّذِيْنَ

اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں۔اور جو (اعمال و اخلاق میں)اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔اور جو

هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں۔لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی)لونڈیوں سے کیونکہ اُن پر کوئی الزام نہیں۔

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں۔اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہوں۔

رٰعُوْنَ ۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ

اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔جو فردوس کے وارث ہوں گے۔وہ اس میں

الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۱۱

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	عَنِ اللَّغْوِ لغو بیہودہ باتوں سے	مُعْرِضُوْنَ منہ پھیرنے والے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ		
لِلزَّكٰوةِ زکوٰۃ کو	فٰعِلُوْنَ ادا کرنے والے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	لِفُرُوْجِهِمْ اپنی شرمگاہوں کی	حٰفِظُوْنَ حفاظت کرنیوالے		
اِلَّا مگر	عَلٰٓى پر۔سے	اَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویاں	اَوْ یا	مَا مَلَكَتْ جو مالک ہوئے	اَيْمَانُهُمْ ان کے دائیں ہاتھ	فَاِنَّهُمْ پس بیشک وہ	
غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ کوئی ملامت نہیں	فَمَنِ پس جو	ابْتَغٰى چاہے	وَرَآءَ سوا	ذٰلِكَ اس	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی	هُمُ وہ	الْعٰدُوْنَ حد سے بڑھنے والے
وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	لِاَمٰنٰتِهِمْ اپنی امانتیں	وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد	رٰعُوْنَ رعایت کرنیوالے	وَالَّذِيْنَ اور وہ جو	هُمْ وہ	عَلٰى پر
صَلَوٰتِهِمْ اپنی نمازیں	يُحَافِظُوْنَ حفاظت کرنیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	الْوٰرِثُوْنَ وارث	الَّذِيْنَ جو	يَرِثُوْنَ وارث ہونگے	
الْفِرْدَوْسَ جنت	هُمْ وہ	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ درس میں سورۃ کی ابتدا اس کلام سے ہوئی تھی کہ بالتحقیق۔ یقیناً بلاشک و شبہ ایمانداروں نے فلاح حاصل کرلی۔یعنی فلاح پانے اور سعادت حاصل کرنے کی پہلی لازمی شرط تو ایمان ہوئی جو سب نیکیوں کی جڑ ہے۔بغیر ایمان یا صحت اعتقاد کے کوئی عمل بھی مقبول نہیں اس کے بعد ایمان داروں کی صفات بیان کی گئیں جن میں پہلی صفت گذشتہ آیت میں یہ بیان ہوئی تھی کہ وہ اپنی نماز میں خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں مومنین کی مزید صفات بیان کی گئی ہیں۔

یعنی دوسری صفت یہ کہ وہ فضول اور بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہ کرتے۔کوئی دوسرا لغو اور نکمی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ان کو اپنے مالک کی بندگی سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں اور مشغلوں میں اپنے کو

پھنسائیں۔آیت میں لغو کا لفظ آیا ہے لغو ہر اس بات اور اس کام کو کہتے ہیں جو فضول لا یعنی اور لا حاصل ہو۔ جن باتوں یا کاموں کا کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو۔ جن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو۔ جن سے کوئی اچھا مقصد اور غرض حاصل نہ ہو وہ سب لغویات میں ہیں۔تو نماز کے بعد مومنین کی لغویات سے دور رہنے کی جو صفت بیان کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بھی مومن کی اہم ترین صفات میں سے ہے۔اسی لئے حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اسلام جب اچھا ہوسکتا ہے جبکہ وہ لایعنی اور بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے اور مومن حقیقی کا لغویات سے دور رہنے کا راز یہ ہے کہ وہ یہ اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہے کہ یہ دنیا ایک آزمائش اور امتحان گاہ ہے اور جو زندگی اسے ملی ہے یہ امتحان ہی کے لئے ملی ہے۔تو جس طرح ایک مدرسہ کا طالب علم اپنے امتحان کے کمرہ میں بیٹھ کر اپنا پرچہ حل کر رہا ہو تو اس کو یہ فکر لگی رہتی ہے کہ کوئی منٹ بے کار اور ضائع نہ جائے اور وہ امتحان کے پورے وقت کے ایک ایک لمحہ کو اپنے پرچہ کو صحیح طریقہ سے حل کرنے کی کوشش میں صرف کر ڈالنا چاہتا ہے اور کوئی سیکنڈ فضول ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح مومن بھی دنیا کی اس زندگی کو انہیں کاموں میں صرف کرتا ہے جو انجام کار کے لحاظ سے مفید اور ضروری ہوں امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہر لغویات سے بچنے کا ذکر جو خشوع صلوٰۃ کے معاً بعد لایا گیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ لغویات سے اجتناب صلوٰۃ کی عین تکمیل کرنے والا ہے۔

آگے تیسری صفت مومنین کی بیان کی گئی ہے کہ جو اعمال و اخلاق میں اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں یہاں آیت میں للزکوٰۃ فاعلون آیا ہے۔تو لفظ زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں مال کا ایک حصہ کچھ ضابطہ اور شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنے میں استعمال ہوا ہے مگر بعض مفسرین نے اور حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے اس جگہ لفظ زکوٰۃ کو عام لغوی معنے میں اپنے نفس کو پاک کرنا قرار دیا ہے اور وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔تو یہاں مراد زکوٰۃ سے تزکیہ نفس ہے یعنی اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرنا۔کیونکہ شرک۔ریا۔تکبر۔حسد۔بغض۔کینہ۔حرص۔بخل وغیرہ جن سے نفس کو پاک کرنا تزکیہ کہلاتا ہے یہ سب چیزیں حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔نفس کو اس سے پاک کرنا فرض ہے۔

آگے چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں کے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں اس زمانے میں باندیوں کی خرید وفروخت کا عام رواج تھا۔لیکن اب لونڈی غلاموں کی خرید وفروخت قریب قریب دنیا کے ہر حصہ میں بند ہوچکی ہے اس لئے اب سوائے جائز شادی کے اور کوئی صورت قضائے شہوت کے لئے حلال نہیں۔اس طرح خواہش نفس پوری کرنے کی تمام صورتوں کو حرام کردیا گیا خواہ وہ زنا ہو یا متعہ ہو یا کچھ اور۔ زنا کاری سے اخلاق برباد۔ معاشرت تباہ۔ نظام امن غارت ہوجاتا ہے۔زوجین میں محبت نہیں رہتی۔نسل کا اعتبار نہیں رہتا۔ بے حیائی پھیلتی ہے۔ متعدی امراض کی کثرت ہوجاتی ہے۔ جسمانی قویٰ کمزور ہوجاتے ہیں۔جو ہر انسانی بے فائدہ تضیع ہوتا ہے اس لئے آیت مذکورہ میں زنا وغیرہ سے انتہائی اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی شرمگاہ کا اظہار اور کشف بھی سوائے جائز اور حلال صورت کے نہ ہونا چاہئے۔

پانچویں صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں یعنی امانات اور قول وقرار کی حفاظت کرتے ہیں۔خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے۔امانات کا لفظ جامع

ہے ان تمام امانتوں کے لئے جو خداوندِ عالم نے یا معاشرے نے یا قوم نے یا افراد نے کسی مومن کے سپرد کی ہوں اور عہد و پیمان میں وہ سارے معاہدے داخل ہیں جو انسان اور خدا کے درمیان یا انسان اور انسان کے درمیان یا قوم اور قوم کے درمیان کئے گئے ہوں تو مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی امانت میں خیانت نہ کرے گا اور کبھی اپنے قول و قرار سے نہ پھرے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا۔

چھٹی صفت۔ بیان فرمائی کہ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یعنی پانچوں نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہ چھ صفات مومنین کی بتلائی گئیں جو نماز ہی سے شروع ہوئی تھیں اور نماز ہی پر ختم ہو گئیں۔ اوپر خشوع کے ذکر میں نماز بصیغۂ واحد فرمایا تھا یہاں نماز کو بصیغۂ جمع فرمایا ہے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہاں جنس نماز مراد تھی اور یہاں پانچوں وقت کی نماز فرداً فرداً مراد ہے تو نمازوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوقاتِ نماز، آدابِ نماز، ارکان و اجزائے نماز، غرض نماز سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی پوری نگہداشت کرتے ہیں۔

یہاں مومنین مفلحین کی صفاتِ حسنہ کا آغاز خشوع نماز کے ذکر سے کیا تھا اور اختتام بھی نماز ہی کی محافظت و مداومت پر کیا۔ اب یہاں کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جس امت کو انفرادی و اجتماعی ہر حیثیت سے فلاح کے لئے نماز کی اس قدر تاکید ہو رہی ہے وہ نماز ہی کی طرف سے کس درجہ غفلت میں پڑ گئی۔ اخیر میں ان سب صفات کے بیان فرمانے کے بعد بتلایا گیا کہ بس یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہونے والے ہیں یعنی جنت پر قابض و متصرف ہوں گے اور گویا اس کے مالک ہو جائیں گے۔ اور ہم فیہا خٰلدون فرما کر یہ مژدہ بھی دیا کہ اس میں یعنی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یعنی نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے نہ مریں گے۔

خلاصہ یہ کہ مومنین مفلحین کی چھ صفات و خصائل یہاں بیان کی گئیں۔

۱۔ خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا۔
۲۔ باطل، لغو اور لایعنی باتوں سے علیحدہ رہنا۔
۳۔ اپنے بدن نفس اور جان کو پاک رکھنا۔
۴۔ شہوتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا۔
۵۔ امانت و عہد کی حفاظت کرنا۔
۶۔ نمازوں کی پوری حفاظت کرنا۔

جس پر جنت الفردوس میں داخلہ کی بشارت دی گئی ہے۔ تو یہاں بعض عبادات مہمہ کی فضیلت مذکور تھی آگے مستحق عبادت اللہ جل شانہٗ کے بعض آثار و تصرفات کا بیان ہے تاکہ ان سے اس کی قدرت و عظمت و وحدت کو جان کر پورا حق عبادت ادا کیا جائے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! یہ ملک پاکستان اسلامی ملک کہلایا جاتا ہے۔ اور یہاں کی اکثریت مومن اور مسلم ہونے کی دعوے دار ہے۔ مگر حقیقی مومن اور مسلم تو وہی ہے جو ان قرآنی صفات سے متصف ہیں۔ آپ کا وعدہ جنت الفردوس کا تو انہی کے لئے ہے جو ان قرآنی صفات کے حامل ہیں۔ یا اللہ! ہم نے قرآنی ہدایات و تعلیمات کو چھوڑ کر ظلم عظیم اپنے اوپر کیا ہے۔ یا اللہ! ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرما دے اور ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرما دے اور من حیث القوم ہم کو قرآنی ہدایات کو اپنانے کی توفیق حسن عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اُس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

پھر ہم نے اُس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا پھر ہم نے اُس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنادیا پھر ہم نے اُس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا

لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

پھر ہم نے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا پھر ہم نے اُس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنادیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم بعد اس کے

لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

وَ اور	لَقَدْ خَلَقْنَا البتہ ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	سُلٰلَةٍ خلاصہ چنی ہوئی	مِّنْ طِيْنٍ مٹی سے	ثُمَّ پھر
جَعَلْنٰهُ ہم نے اسے ٹھہرایا	نُطْفَةً نطفہ	فِيْ میں	قَرَارٍ مَّكِيْنٍ مضبوط جگہ	ثُمَّ پھر	خَلَقْنَا ہم نے بنایا	النُّطْفَةَ نطفہ
عَلَقَةً جما ہوا خون	فَخَلَقْنَا پس ہم نے بنایا	الْعَلَقَةَ جما ہوا خون	مُضْغَةً بوٹی	فَخَلَقْنَا پھر ہم نے بنایا	الْمُضْغَةَ بوٹی	عِظٰمًا ہڈیاں
فَكَسَوْنَا پھر ہم نے پہنایا	الْعِظٰمَ ہڈیاں	لَحْمًا گوشت	ثُمَّ پھر	اَنْشَاْنٰهُ ہم نے اسے اٹھایا	خَلْقًا صورت	اٰخَرَ نئی
فَتَبٰرَكَ پس برکت والا	اللّٰهُ اللہ	اَحْسَنُ بہترین	الْخٰلِقِيْنَ پیدا کرنے والا	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد
لَمَيِّتُوْنَ ضرور مرنے والے	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روز قیامت	تُبْعَثُوْنَ اٹھائے جاؤ گے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں اہلِ ایمان اور ان کی بعض صفات کا ذکر فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یہی لوگ آخرت میں جنت الفردوس کے مالک ہونے والے ہیں جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اب آخرت کی اچھائی برائی اور عذاب ثواب کا انحصار اس امر پر ہے کہ آدمی مر کر دوبارہ زندہ ہو اور قیامت کے میدان میں عذاب وثواب کے لئے اس کو پیش کیا جائے۔ منکرین کوتاہ نظر رکھنے والے قیامت ہی کے منکر تھے۔ مشرکین عرب کا عام طبقہ دوبارہ زندہ ہونے کا قائل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تخلیق انسان کی ابتداء اور درمیانی درجات آفرینش کو بیان کر کے حشر ونشر پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے بے جان مٹی کو جاندار بنایا۔ ایک کثیف مادہ کو انسانی صورت کا جامہ پہنا کر ہوش مند کیا اور ان کا نام آدم رکھا اور پھر نسلِ انسانی کو برقرار رکھنے کے لئے جوہر انسانی کا خلاصہ باپ کی پشت سے کھینچ کر ماں کے رحم میں ایک خاص وقت تک امانت رکھا اور اس نطفہ کو تمام درجاتِ تغیر طے کرا کے مختلف صورتوں میں نمودار کر کے جیتا جاگتا آدمی بنا کر پیدا کیا۔ پھر مدتِ زندگانی ختم کرا کے ایک وقت خاص پر اس کے لئے موت بھیجی تو ایسا قادرِ مطلق خلاق کامل خدا کیا دوبارہ قیامت کے دن حشر انسانی نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے اور ضرور کریگا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے خلاصہ سے

بنایا گیا پھر نسلِ انسانی قائم رکھنے کے لئے بنی آدم کا نطفہ سے پیدا ہونا بتلایا گیا کہ جو رحم مادر میں ایسے محفوظ مقام میں رکھا کہ جہاں ضائع ہو جانے اور بگڑ جانے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ نطفہ کے رحمِ مادر میں قرار پانے کے بعد پھر اس کی مختلف صورتیں جو بدلتی ہیں ان کو بیان فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ نطفہ ماں کے رحم میں کچھ دن کے بعد جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد یہ جما ہوا خون گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر اس بوٹی سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ پھر ان ہڈیوں کے اوپر گوشت چڑھتا ہے۔ اب انسان کا بدن تیار ہو گیا اس کے بعد روح حیات پھونک کر اسے جیتا جاگتا انسان بنا دیا جاتا ہے۔ پھر جب رحمِ مادر سے باہر آتا ہے تو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک بہت سے احوال اور ادوار اس پر گزرتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک نت نئی صورتیں اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک مدت تک انسان ترقی کرتا ہے۔ پھر زوال کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عمر تمام ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کا جو ذاتی اور خانہ زاد نہیں بلکہ مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے موت آ کر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ اس وقت کوئی انسان اپنی ہستی کو موت کے پنجہ سے بچا نہیں سکتا۔ کبھی نہ کبھی ہر ایک کو مرنا ہے اس کے بعد کچھ مدت اس موت کی حالت میں گزرے گی۔ پھر قیامت کا دن آ جائے گا اور سب کے سب پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اور دنیا میں جو کام کئے تھے ان کا پھل ضرور ملے گا۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ "اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اُس کو نطفہ سے بنایا جو کہ ایک مدتِ معینہ تک ایک محفوظ مقام یعنی رحمِ مادر میں رہا۔ پھر ہم نے اُس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے اس میں روح ڈال کر اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ پھر تم بعد اس تمام قصہ عجیبہ کے ضرور ہی مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے (تو جس طرح ہم نے تم کو ابتداً وجود عطا فرمایا اسی طرح قیامت میں دوبارہ وجود عطا کیا جائے گا۔"

حشر جسمانی کا انکار کرنے والوں کو خاموش کرنے کیلئے خدا کی ہمہ گیر قدرت اور کمال صناعی کو بتلا کر یہ برہان قاطع پیش کی گئی تا کہ انسان یقین کر لے کہ جو خدا ایک زندہ انسان بنانے پر قادر ہے تو اس انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا کیا مشکل ہے۔ اب یہاں تک تو ثبوت قیامت حشر ونشر کے لئے دلائل انفس کا بیان تھا۔ یعنی خود انسان کی اپنی ذات سے اب اس کے آگے دلائل آفاقی یعنی آسمان و زمین و تخلیق کائنات کا بیان ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو وجود انسانی عطا فرمایا۔ اور پھر اپنے کرم سے ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ دنیا میں انسانی وجود میں ہم کو لانے کا جو مقصد ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ اور کمال صناعی کی معرفت ہم کو نصیب فرما تا کہ ہم کو کامل تابعداری نصیب ہو۔

یا اللہ! قیامت کے دن ہمارا حشر ونشر اپنے مومنین کاملین کے ساتھ فرمائیے۔ اور اس دن کے لئے تیاری کی توفیق اس دنیا میں نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۱۷ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

اور ہم نے تمہارے اُوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہ تھے۔اور ہم نے آسمان سے مقدار کے ساتھ پانی برسایا

مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۱۸ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ

پھر ہم نے اُس کو زمین میں ٹھیرایا اور ہم اس (پانی) کے معدوم کردینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے باغ پیدا کئے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۱۹ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ

کھجوروں کے اور انگوروں کے۔ تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں اور اُن میں سے کھاتے بھی ہو اور ایک درخت بھی

مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۲۰ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ

جو کہ طور سیناء میں پیدا ہوتا ہے جو کہ اُگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کیلئے سالن لئے ہوئے اور تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۲۱ وَعَلَيْهَا وَعَلَى

کہ ہم تم کو اُن کے پیٹ میں کی چیز پینے کو دیتے ہیں۔اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔اور اُن میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو۔

الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۲۲

اور اُن پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے ہو

وَ اور	لَقَدْ خَلَقْنَا تحقیق ہم نے بنائے	فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر	سَبْعَ سات	طَرَآئِقَ راستے	وَمَا كُنَّا اور ہم نہیں	عَنِ سے	
الْخَلْقِ خلق پیدائش	غٰفِلِيْنَ غافل	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	مَآءً پانی	بِقَدَرٍ اندازہ کے ساتھ		
فَاَسْكَنّٰهُ ہم نے اسے ٹھہرایا	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰى پر	ذَهَابٍ لے جانا	بِهٖ اس کا	لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر	
فَاَنْشَاْنَا پس ہم نے پیدا کیے	لَكُمْ تمہارے لئے	بِهٖ اس سے	جَنّٰتٍ باغات	مِنْ سے۔کے	نَّخِيْلٍ کھجور	وَّاَعْنَابٍ اور انگور	
لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهَا اس میں	فَوَاكِهُ میوے	كَثِيْرَةٌ بہت	وَّمِنْهَا اور اس سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	وَشَجَرَةً اور درخت	
تَخْرُجُ نکلتا ہے	مِنْ سے	طُوْرِ سَيْنَآءَ طور سینا	تَنْۢبُتُ اگتا ہے	بِالدُّهْنِ تیل کے ساتھ۔لئے	وَصِبْغٍ اور سالن		
لِلْاٰكِلِيْنَ کھانے والوں کیلئے	وَاِنَّ اور بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِى الْاَنْعَامِ چوپایوں میں	لَعِبْرَةً عبرت۔غور کا مقام			
نُسْقِيْكُمْ ہم تمہیں پلاتے ہیں	مِمَّا اس سے جو	فِىْ بُطُوْنِهَا ان کے پیٹوں میں	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	فِيْهَا ان میں	مَنَافِعُ فائدے		
كَثِيْرَةٌ بہت	وَّمِنْهَا اوران سے	تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	وَ اور	عَلَيْهَا ان پر	وَ اور	عَلَى الْفُلْكِ کشتی پر	تُحْمَلُوْنَ سوار کیے جاتے ہو

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جس سے قادر ذوالجلال کی قدرت اور اس کی صنعت وحکمت کھلم کھلا ظاہر ہے اور جس سے آخرت اور قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے پر استدلال فرمایا گیا تھا۔تو صرف یہ انسان ہی نہیں بلکہ یہی حال تمام عالم کا ہے کہ دنیا کے ذرہ ذرہ۔پتہ پتہ اور قطرے قطرے میں شواہد قدرت موجود ہیں جو خدائے ذوالجلال کی صنعت۔حکمت۔معرفت۔ربوبیت اور الوہیت ووحدانیت کو

ثابت کررہے ہیں۔ان آیات میں اسی سلسلہ کی چند کڑیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔اول آسمانوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بڑی صنعت والی ہے۔ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان تہ بتہ تمہارے اوپر بنائے۔اب مقام غور ہے کہ آسمان میں نہ کوئی شگاف ہے۔نہ سوراخ۔نہ دروازہ۔نہ کھڑکی نہ آنکھوں سے کوئی راستہ دکھائی دیتا ہے پھر بھی فرشتوں اور غیبی مخلوق کی آمدورفت برابر جاری ہے پس کس قدر تعجب انگیز ہے آسمانوں کی ساخت کہ بغیر کسی سوراخ اور راستہ کے یہ اتار چڑھاؤ کا سلسلہ ان میں جاری ہے۔پھر یہ کہ آسمانوں کو بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کا نظام اور بقا اور حفاظت سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت میں رکھا۔ اسی کا دستِ قدرت ہے کہ آسمان نیچے نہیں گرتا۔پھر آسمان سے نیچے اتر کر فضائی کائنات میں سے صرف بارش کو دیکھئے۔فضا میں پانی بنتا ہے اور نیچے اترتا ہے۔پھر پانی اندازہ کے موافق زمین پر اترتا ہے اور زمین کے اندر قرار پکڑتا ہے۔اگر بارش کا نزول خاص اندازہ کے تحت نہ ہوتا اور یونہی بادلوں کے دہانہ کھول دیئے جاتے تو زمین اور زمین کی تمام کائنات غرق ہوجاتی یا خلاف موسم پانی برستا تب بھی مخلوق تباہ ہوجاتی۔پھر مینہ برستا ہے تو بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کرلیتی ہے۔جس کو ہم کنواں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں جو بوقتِ ضرورت کام آتا ہے۔قدرتِ خداوندی اگر پانی زمین کے اندر نہ اتارنا چاہے تو نہ اترے یا اگر پانی اتارنے کے بعد تم کو اس میں سے منتفع ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً اس قدر گہرا کردیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکو یا خشک کرکے ہوا میں اڑادیں یا کھاری اور کڑوا کردیں تو قدرت یہ سب بھی کرسکتی ہے۔پھر اس پانی سے طرح طرح کے درخت پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔درختوں کی روئیدگی بھی قابلِ غور ہے۔سرزمین عرب میں کھجور اور انگور کی پیداوار بکثرت ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ فرمایا۔پھر درخت میں زیتون کا ذکر فرمایا کہ جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور عرب کے لوگ سالن کی جگہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کیونکہ اس کے فوائد کثیر ہیں اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے اسی لئے تیسویں پارہ سورۂ والتین میں اس کی قسم کھائی گئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ زیتون کے درخت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا کہ تمام درختوں سے اس کی عمر زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض اہلِ تحقیق کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی عمر تین ہزار برس تک کی ہوتی ہے۔فلسطین کے بعض زیتون کے درختوں کا قدوقامت اور پھیلاؤ دیکھ کر اندازہ کیا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک چلے آرہے ہیں۔طور سینا کی طرف اس کو منسوب کرنے کی وجہ اس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کی ہے۔وہاں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور اس درخت کا وطن اصلی اور نمایاں ترین مقام بھی طور سینا ہی ہے۔تو پانی سے درخت۔کھیتی۔میوہ۔اناج پھل پھول جڑی بوٹیاں،سبزیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے کہ انسانوں اور جانوروں کی روزی کا سامان فراہم ہوتا ہے۔جانور بھی کھاتے ہیں آدمی بھی۔

پھر نباتات کے بعد حیوانات کا ذکر فرمایا گیا کہ یہی سبزہ اور گھاس پات جانور کھاتا ہے پھر اسی سے اس کے بدن میں کیا کیا چیزیں بنتی ہیں۔پھر ان کے پیٹ کے اندر سے ایک ایسی چیز برآمد ہوتی ہے جس میں اندرون شکم کی نجاست۔بو۔رنگ۔کثافت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ یعنی سفید شیریں پاک صاف دودھ پیدا ہوتا ہے۔یہ بھی سبزہ ہی کی پیداوار ہے۔پھر جانوروں سے انسانوں کو یہی فوائد حاصل نہیں ہوتے بلکہ سواری۔باربرداری اور دیگر ضروریات کو بھی پورا کرنے میں کام آتے ہیں۔حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال کردیا۔پھر خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہوکر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہیں اور بڑے بڑے وزنی سامان ان پر لادتے ہیں۔تو یہ سب اللہ کے انعامات واحسانات انسانوں پر ہیں ان کے باوجود بھی بہت سے بے عقل انسان اللہ کی ربوبیت۔الوہیت اور وحدانیت کو نہیں مانتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ تخلیق کائنات اور ترتیب کائنات دکھا کر حق تعالیٰ نے اپنی الوہیت و وحدانیت اور کمال قدرت پر استدلال فرمایا جس میں ضمناً مرکر دوبارہ پیدا کرنے کا ثبوت بھی آگیا۔اور علاوہ دلائل ہونے کے چونکہ یہ انعامات بھی ہیں اس لئے وہ مقتضی شکر بھی ہیں اور حق تعالیٰ کا شکر یہی ہے کہ اس کی باتوں کو عقلاً وعملاً مانا جاوے۔اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ اس منعم حقیقی پر ایمان لائیں اور اس کی ہدایات کے مطابق عمل صالح کریں جس میں تصدیق آخرت وقیامت بھی آگئی۔

اب آگے انبیائے سابقین کے تذکرے مختلف اغراض کے لئے فرمائے گئے ہیں۔جیسا کہ اس سورۃ کے ابتدائی درس میں ذکر کیا جاچکا ہے۔جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر کر کے بھیجا تو انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں پھر کیا تم

تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ

ڈرتے نہیں ہو۔ پس ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے اور کچھ نہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔

عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا

اور اللہ کو منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں نہیں سنی۔ بس یہ ایک آدمی ہے

رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾

جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک خاص وقت تک اس کا اور انتظار کر لو۔ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے۔

وَ اور	لَقَدْ أَرْسَلْنَا البتہ ہم نے بھیجا	نُوحًا نوح	إِلَىٰ قَوْمِهِ اسکی قوم کی طرف	فَقَالَ پس اس نے کہا	يَا قَوْمِ اے میری قوم		
اعْبُدُوا تم عبادت کرو	اللَّهَ اللہ	مَا لَكُم تمہارے لئے نہیں	مِّنْ إِلَٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهُ اسکے سوا	أَفَلَا تَتَّقُونَ کیا تم ڈرتے نہیں؟		
فَقَالَ تو وہ بولے	الْمَلَأُ سردار	الَّذِينَ كَفَرُوا جنہوں نے کفر کیا	مِن سے۔کے	قَوْمِهِ اس کی قوم	مَا هَٰذَا یہ نہیں	إِلَّا مگر	
بَشَرٌ ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تم جیسا	يُرِيدُ وہ چاہتا ہے	أَن يَتَفَضَّلَ کہ بڑا بن بیٹھے وہ	عَلَيْكُمْ تم پر	وَلَوْ اور اگر	شَاءَ اللَّهُ اللہ چاہتا	
لَأَنزَلَ تو اتارتا	مَلَائِكَةً فرشتے	مَّا سَمِعْنَا نہیں سنا ہم نے	بِهَٰذَا یہ	فِي آبَائِنَا اپنے باپ دادا سے	الْأَوَّلِينَ پہلے	إِنْ هُوَ نہیں وہ۔یہ	
إِلَّا مگر	رَجُلٌ ایک آدمی	بِهِ جس کو	جِنَّةٌ جنون	فَتَرَبَّصُوا سو تم انتظار کرو	بِهِ اس کا	حَتَّىٰ حِينٍ ایک مدت تک	قَالَ اس نے کہا
	رَبِّ اے میرے رب	انصُرْنِي میری مدد فرما	بِمَا اس پر	كَذَّبُونِ انہوں نے مجھے جھٹلایا			

تفسیر و تشریح:۔ قرآن کریم میں انبیائے کرام کے تذکرے مختلف آیات اور سورتوں میں مختلف اغراض و مقاصد کے لئے کئے گئے ہیں۔ ہر جگہ جدا مقصود ہے۔ اس جگہ بھی چند پیغمبروں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جس سے چند امور کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور گروہِ اہلِ ایمان کو تسلی اور کافروں کی ایذا رسانی پر ثابت قدم رہنے کی ضمنی تلقین اور کفار کے بیہودہ شبہات اور لغو کلام سے رنجیدہ نہ ہونے کی در پردہ ہدایت اور اس امر کی طرف لطیف اشارہ کہ انبیائے سابقین اور ان کی کافر قوموں کا بھی باہم اسی طرح معاملہ رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کوئی نئی چیز نہیں۔ ہمیشہ سے انسان ہی نبی ہوتے چلے آئے ہیں اور سب ہی نے اعلانِ توحید کیا ہے مگر کفار کی مخالفت اور مقدس رسولوں پر تہمت تراشی اور ان کو دیوانہ اور پاگل کہنا بھی کوئی نئی بات نہیں آدمِ ثانی یعنی نوح علیہ السلام کو بھی آپ کی قوم نے دیوانہ کہا تھا۔

تیسرے یہ جتلانا مقصود ہے کہ کفار کی سرکشی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور تبلیغ دین کا کوئی اثر نہیں لیتے اور ہدایت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں رہتی تو مقدس انبیاء کے ہاتھوں سے بغیر ظاہری اسباب کے غیبی معجزات ظاہر کرائے جاتے ہیں جن سے مجرم تباہ

و برباد ہوتے ہیں۔ اور اہلِ حق کو بچالیا جاتا ہے۔ یہ خدا کا عام دستور ہے۔ کفارِ مکہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتے۔

یہاں سب سے پہلے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس میں کلام سابق کے ساتھ یہ ربط ہے کہ اوپر فرمایا تھا کہ ہم آسمان سے پانی ایک خاص اندازہ کے ساتھ تمہارے فائدے کیلئے نازل کرتے ہیں مگر جب بندے سرکشی پر اصرار کرتے ہیں اور انبیاء کے مقابلہ سے باز نہیں آتے تو اسی رحمت کو زحمت بنادیا جاتا ہے جیسا کہ قوم نوح کے لئے ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ اگر شرک کروگے تو عذابِ اُخروی کے علاوہ عذابِ دنیوی میں بھی مبتلا ہوگے۔ کسی مصلح کی نصیحت ماننے اور صداقت کو قبول کرنے سے جو امور مانع ہوتے ہیں ان کا وجود اکثر و بیشتر امرا اور اہلِ ثروت میں ہوتا ہے۔ اسی لئے انبیائے حق اور مصلحین و مرشدین کی مخالفت یہی سب سے پہلے کرتے ہیں چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب توحید کا وعظ و نصیحت فرمایا تو امراء اور سرداران قوم نے سب سے پہلے آپ کی مخالفت کی اور قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے عوام سے کہا کہ نوح کی بات مت سنو اور مندرجہ ذیل شکوک واوہام پیش کیے۔ (۱) اول انہوں نے کہا کہ یہ تم جیسا آدمی ہے۔ لوازم زندگی کی ضروریات۔ اور خواص بشری میں تمام لوگوں سے کوئی ممتاز حیثیت نہیں۔ چلتا ہے پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سوتا جاگتا ہے۔ تمام ضروریات انسانی کا محتاج ہے۔ صورت شکل میں بھی آدمی ہی ہے پھر خدا کا پیامبر ہونا کیسے ممکن ہے۔ گویا ان کے جاہلانہ اور گمراہانہ خیال میں بشر نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تھا۔ قرآن کریم نے اس جاہلانہ تصور کا ذکر کرکے بار بار اس کی تردید کی ہے اور اس بات کو پورے زور کے ساتھ صاف صاف بیان کیا ہے کہ تمام انبیاء انسان ہی تھے اور انسانوں کے لئے انسان ہی نبی ہونا چاہئے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ و تعلیم کے مقابلہ میں اور آپ کی ہدایات کو رد کرنے کے لئے سردارانِ قوم نے پہلا اعتراض تو یہ پیش کیا کہ یہ تم جیسا آدمی ہے اس میں فضیلت کی کیا بات ہے۔

دوسرا اعتراض حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر یہ پیش کیا کہ یہ شخص کوئی ممتاز حیثیت اور پوزیشن نہیں رکھتا۔ طاقت۔ دولت۔ ثروت۔ خاندانی وجاہت۔ حکومت۔ سرداری کچھ بھی اس کے قبضہ میں نہیں اس لئے یہ برتری کا خواستگار ہے اور بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے۔ اور مصلح اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

تیسرا شبہ اور اعتراض یہ پیش کیا کہ اگر ہماری ہدایت کے لئے پیامبر کا آنا ضروری تھا تو فرشتہ پیامبر ہوکر آتا۔ اس کو امتیازی شان حاصل ہے۔ اس معمولی انسان کی رسائی خدا تک کیسے ہوسکتی ہے اور اس کے پاس اللہ کا پیام کیسے آسکتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ پیش کیا تم ہم کو تمام دیوتاؤں سے ہٹا کر ایک خدا کی حکومت منواتے ہو اور قدیم مذہب کو چھوڑنے کی تلقین کرتے ہو حالانکہ ہمارے باپ دادا کوئی بھی ایک خدا کی پرستش نہ کرتا تھا ہم نے تو توحید کا پیام اپنے بڑوں سے نہیں سنا۔

پانچواں اعتراض یہ پیش کیا کہ معلوم ہوتا ہے تم دیوانہ ہوگئے ہو تم کو جنون ہوگیا ہے۔ جو ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادا کے خلاف ایسی نئی باتیں کہتے ہو۔ چنانچہ وہ سردارِ قوم کی طرف خطاب کرکے کہنے لگے کہ نوح کو تو (العیاذ باللہ) جنون ہوگیا ہے۔ بہتر ہے چندروز صبر کرو اور انتظار کرو شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آجائے اور جنون کے دورہ سے افاقہ ہو یا یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہوجائے۔ (العیاذ باللہ)

جب نوح علیہ السلام کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی ان کو راہِ راست پر نہ آتے دیکھا اور سوائے چند نفر کے کوئی ان پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے رب ان اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں خود بھی گمراہ رہیں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اب جنابِ باری تعالیٰ کی طرف سے اس کا کیا جواب نوح علیہ السلام کو ملا۔ اس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ

پس ہم نے اُن کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کرلو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم آپہنچے اور زمین سے پانی اُبلنا شروع ہو تو

فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِي

ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس میں داخل کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثناء اسکے جس پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے

فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ

اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا۔ وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا

جس نے ہم کو کافر لوگوں سے نجات دی۔ اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو برکت کا اتارنا اتاریو

وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾

اور آپ سب اُتارنے والوں سے اچھے ہیں۔ اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم بندوں کو آزماتے ہیں۔

فَأَوْحَيْنَا تو ہم نے وحی بھیجی	إِلَيْهِ اس کی طرف	أَنِ کہ	اصْنَعِ تم بناؤ	الْفُلْكَ کشتی	بِأَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے		
وَوَحْيِنَا اور ہمارا حکم	فَإِذَا پھر جب	جَاءَ آجائے	أَمْرُنَا ہمارا حکم	وَفَارَ التَّنُّورُ اور تنور اُبلنے لگے	فَاسْلُكْ تو چلالے (رکھ لے)		
فِيهَا اس میں	مِنْ سے	كُلٍّ ہر (قسم)	زَوْجَيْنِ جوڑا	اثْنَيْنِ دو	وَأَهْلَكَ اور اپنے گھر والے	إِلَّا سوا	مَنْ جو۔جس
سَبَقَ پہلے ہوچکا	عَلَيْهِ اس پر	الْقَوْلُ حکم	مِنْهُمْ ان میں سے	وَ اور	لَا تُخَاطِبْنِي نہ کرنا مجھ سے بات	فِي میں۔بارہ میں	
الَّذِينَ ظَلَمُوا وہ جنہوں نے ظلم کیا	إِنَّهُمْ بیشک وہ	مُغْرَقُونَ غرق کئے جانے والے ہیں	فَإِذَا پھر جب	اسْتَوَيْتَ تم بیٹھ جاؤ	أَنْتَ تم		
وَمَنْ اور جو	مَعَكَ تیرے ساتھ ساتھی	عَلَى پر	الْفُلْكِ کشتی	فَقُلِ تو کہنا	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	لِلَّهِ اللہ کیلئے	الَّذِي وہ جس نے
نَجَّانَا ہمیں نجات دی	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	الظَّالِمِينَ ظالم	وَقُلْ اور کہو	رَبِّ اے میرے رب	أَنْزِلْنِي مجھے اتار	
مُنْزَلًا منزل	مُبَارَكًا مبارک	وَأَنْتَ اور تو	خَيْرُ بہترین	الْمُنْزِلِينَ اتارنے والے	إِنَّ بیشک	فِي ذَٰلِكَ اس میں	لَآيَاتٍ البتہ نشانیاں
وَإِنْ كُنَّا اور بیشک ہم ہیں	لَمُبْتَلِينَ آزمائش کرنے والے						

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر تھا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قرآنی تصریح کے مطابق ساڑھے نوسو سال کی پیہم دعوت وتبلیغ کا قوم پر کوئی اثر نہ دیکھا اور جتنا تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا تو نوح علیہ السلام سخت ملول اور رنجیدہ خاطر ہوئے اور قوم کی بداعمالی سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے رب ان ظالموں کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔ یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں۔ یہ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تو ہی میری مدد کر کہ میں ان سے نجات پاؤں۔ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور بارگاہ خداوندی سے جو جواب ملا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ایک کشتی تیار کرو۔ ہم تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے اور موقع بموقعہ

حسب ضرورت تمہیں وحی کے ذریعہ سے سمجھاتے جائیں گے کہ کشتی 19
کتنی لمبی چوڑی ہو اور کون سی چیز کہاں بنائی جائے۔ عنقریب ایک سخت طوفان آنے والا ہے جبکہ پانی ہر طرف سے زمین پر ٹوٹ پڑے گا۔ آسمان سے لگاتار مینہ برسے گا۔ زمین سے بے تحاشا پانی ابلے گا اور کوئی جاندار ہلاک ہونے سے نہ بچے گا مگر وہی کہ جو تمہاری بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو جائیں گے۔ اور طوفان کے ابتدا کی نشانی یہ ہوگی کہ تنور سے پانی جوش مار کر نکلنا شروع ہو جائے گا۔ یہ نشانی دیکھتے ہی ہر جانور کا ایک جوڑہ نر و مادہ کشتی پر چڑھا لینا اور جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دینا۔

یہ طوفانِ نوح کا قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کے کان میں بار بار پڑتا رہے اور ہر سمجھدار کے دل میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہر زمانہ میں بری طرح تباہ ہوئے اگرچہ انہیں مہلت ملتی رہی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جب پانی زمین پر ابلنے لگے تو کشتی میں ہر قسم کے جانوروں میں سے جو پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے ایک ایک جوڑا اٹھا لیا جائے اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لیا جائے۔ مگر جو نہ بیٹھے اسے چھوڑ دیا جائے اور کوئی کشتی میں بیٹھے بغیر ڈوبنے اور ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ اور یہ خیال رہے کہ ظالموں یعنی کافروں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا۔ ان کی بابت فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنی بداعمالی کا خمیازہ بھگتیں گے اور ڈوب کر ہلاک ہوں گے۔ آگے نوح علیہ السلام کو ہدایت ہوئی کہ جب آپ اور آپ کے ماننے والے کشتی میں سوار ہو جائیں تو پھر سب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور اس کا شکر ادا کریں اور اس طرح کہیں کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں ظالموں سے بچا لیا اور غرق ہونے کے عذاب سے محفوظ کر دیا۔ اے اللہ! اس کشتی سے ہمیں خشکی میں بخیر و عافیت اتارنا اور آپ سے بہتر ہماری بہبودی کا انتظام کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی ہمیں جب تک کشتی میں رکھنا ہو آرام و آسائش سے رکھئے گا اور جب اترنے کا وقت آئے تو اس طرح اتاریئے گا کہ ہمیں کوئی زحمت اور تکلیف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو یہ دعا تعلیم فرمائی گئی اور پھر اپنی رحمت سے اسے قبول بھی فرمایا چنانچہ اہل کشتی کو نہ کشتی میں کوئی تکلیف نہ اترنے پر کوئی دقت محسوس ہوئی۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اہلِ عقل کے لئے اس واقعہ میں ہماری قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم یہ نشانیاں معلوم کرا کرا اپنے بندوں کو آزماتے ہیں کہ دیکھیں کون اُن سے سمجھ اور نفع حاصل کرتا ہے۔ وہ کون سی نشانیاں ہیں جن کی طرف یہاں اشارہ فرمایا گیا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ خشکی میں طوفانِ عظیم کا آنا اور کافروں کی تمام بستیوں کا غرق ہو جانا اور اہلِ ایمان کا نجات پانا اور اس طرح سے انسانی سلسلہ کا باقی رکھنا کافروں کو ایک مدت دراز تک ڈھیل دینا اور آخر میں اہلِ حق اور اہلِ ایمان کو فتح و کامیابی عطا فرمانا۔ ان تمام امور میں آیاتِ قدرت اور علاماتِ حکمت ہیں تاکہ غور کرنے والے غور کریں اور سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش بہت طویل ہوتی ہے۔ خدا بہت ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ دنیوی آسائش و راحت کی فراوانی۔ مال و اولاد کی کثرت۔ صحت و قوت۔ عزت و حکومت کسی چیز پر نازاں نہ ہونا چاہئے۔ حق سے عدول حکمی کرنے اور صداقت سے منہ پھیرنے کا انجام تباہی ہے۔ آج نہیں تو کل تباہی آئے گی۔ یہ عیش و عشرت اور ناز و نعمت کے اسباب سب ختم ہو جائیں گے۔ نبی کی نافرمانی بلاخیز اور عذاب آفرین ہے۔ آن کی آن میں طوفانِ عظیم برپا کر دیتی ہے اور اللہ کی قدرت قاہرہ بھی غیر متناہی ہے اس کو ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں۔

یہاں ان آیات کا اخیر جملہ وان کنا لمبتلین اور آزمائش تو ہم کرتے ہی رہتے ہیں یا آزمائش تو ہم کر کے ہی رہتے ہیں اس حقیقت پر خبردار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو بھی اپنی زمین اور اس کی بے شمار چیزوں پر اقتدار عطا کر کے بس یوں ہی نہیں اس کے حال پر چھوڑ دیتا بلکہ اس کی آزمائش کرتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو کس طرح استعمال کر رہی ہے۔ قوم نوح کے ساتھ جو کچھ ہوا اسی قانون کے مطابق ہوا اور دوسری کوئی قوم بھی ایسی نہیں کہ آزاد چھوڑ دی جائے اس آزمائش کے معاملہ سے ہر ایک کو لازماً سابقہ پیش آتا ہے۔ اب قوم نوح کے بعد آگے دوسری قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا

پھر ہم نے قوم نوح کے بعد دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے اُن میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو اُن میں ہی کے تھے (ان پیغمبر نے کہا) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

اُس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو اور اُن کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں نے کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا

بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

اور ہم نے اُن کو دُنیوی زندگی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک آدمی ہیں یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ ۙ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ ۙ اَيَعِدُكُمْ

اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے ایک آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو۔ کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے

اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ ۽ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۽ اِنْ

کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو (دوبارہ زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے پس زندگی

هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ ۽ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨ افْتَرٰى

تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے۔ بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

اور ہم تو ہرگز اسکو سچا نہ سمجھیں گے۔ پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اسوجہ سے کہ انہوں نے مجھکو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب

لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ ۚ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَاۗءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے موافق وعدۂ برحق کے آپکڑا پھر ہم نے اُنکو خس وخاشاک کی طرح پامال کردیا۔ سوخدا کی مار کافر لوگوں پر

ثُمَّ پھر	اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	قَرْنًا گروہ	اٰخَرِيْنَ دوسرا	فَاَرْسَلْنَا پھر بھیجے ہم نے		
فِيْهِمْ انکے درمیان	رَسُوْلًا رسول	مِّنْهُمْ ان میں سے	اَنِ کہ	اعْبُدُوا تم عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ	مَا لَكُمْ نہیں تمہارے لئے	
مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اسکے سوا	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم ڈرتے نہیں؟	وَقَالَ اور کہا	الْمَلَاُ سرداروں	مِنْ قَوْمِهٖ اسکی قوم کے		
الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِلِقَاۗءِ حاضری کو	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَاَتْرَفْنٰهُمْ اور ہم نے انہیں عیش دیا		
فِي میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	مَا هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّا مگر	بَشَرٌ ایک بشر	مِّثْلُكُمْ تمہیں جیسا	يَاْكُلُ وہ کھاتا ہے	مِمَّا اس سے جو
تَاْكُلُوْنَ تم کھاتے ہو	مِنْهُ اس سے	وَيَشْرَبُ اور پیتا ہے	مِمَّا اس سے جو	تَشْرَبُوْنَ تم پیتے ہو	وَلَىِٕنْ اور اگر	اَطَعْتُمْ تم نے اطاعت کی	
بَشَرًا ایک بشر	مِّثْلَكُمْ اپنے جیسا	اِنَّكُمْ بیشک تم	اِذًا اسوقت	لَّخٰسِرُوْنَ گھاٹے میں رہو گے	اَيَعِدُكُمْ کیا وہ وعدہ دیتا ہے تمہیں		
اَنَّكُمْ کہ تم	اِذَا جب	مِتُّمْ مرگئے	وَكُنْتُمْ اور تم ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں	اَنَّكُمْ تو تم	مُّخْرَجُوْنَ نکالے جاؤ گے

هَیْهَاتَ بعید ہے	هَیْهَاتَ بعید ہے	لِمَا وہ جو	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	اِنْ هِیَ نہیں	اِلَّا مگر	حَیَاتُنَا ہماری زندگی	
الدُّنْیَا دنیا	نَمُوْتُ اور ہم مرتے ہیں	وَنَحْیَا اور ہم جیتے ہیں	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِمَبْعُوْثِیْنَ پھر اٹھائے جانے والے	اِنْ نہیں	
هُوَ وہ	اِلَّا مگر	رَجُلٌ ایک آدمی	افْتَرٰی اس نے جھوٹ باندھا	عَلَی اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم
لَهٗ اس پر	بِمُؤْمِنِیْنَ ایمان لانے والے	قَالَ اس نے عرض کیا	رَبِّ میرے رب	انْصُرْنِیْ میری مدد فرما	بِمَا اس پر جو		
كَذَّبُوْنِ انہوں نے مجھے جھٹلایا	قَالَ اس نے فرمایا	عَمَّا قَلِیْلٍ بہت جلد	لَیُصْبِحُنَّ وہ ضرور رہ جائیں گے	نٰدِمِیْنَ پچھتانے والے			
فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں آ پکڑا	الصَّیْحَةُ چنگھاڑ	بِالْحَقِّ وعدہ حق کے مطابق	فَجَعَلْنٰهُمْ سو ہم نے انہیں کر دیا	غُثَآءً خس و خاشاک			
فَبُعْدًا دوری مار	لِلْقَوْمِ قوم کیلئے	الظّٰلِمِیْنَ ظالم					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا تھا۔اب آگے ان آیات میں یہ تذکرہ کسی اور قوم کا ہے۔آیات میں کسی قوم کی تخصیص اور تعیین نہیں کی گئی مگر اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے قوم ثمود یا قوم عاد مراد ہے۔اس طرح ان کے پیغمبر سے مراد حضرت صالح علیہ السلام یا حضرت ہود علیہ السلام ہیں۔بہر حال آیت میں کوئی تعیین نہیں۔ممکن ہے کہ عاد اور ثمود کے علاوہ کوئی اور قوم مراد ہو۔واللہ اعلم۔حضرت نوحؑ کی وفات کے بعد کچھ زمانہ تک تو لوگ توحید پر قائم ہے جب طویل زمانہ کے بعد پھر حالت بگڑ گئی تو ہدایت کیلئے نبی کو بھیجا گیا۔نبی نے شرک کی مخالفت کی۔توحید کا حکم دیا اور عذابِ قیامت سے ڈرایا اور نیک عمل کی ہدایت کی۔وہ لوگ جو مال و دولت کے نشہ میں سرشار تھے اور جنہیں قوم کی سرداری حاصل تھی وہ پیغمبر کی مخالفت میں آگے بڑھے اور وہی بیہودہ کمزور اور بے بنیاد شبہات واعتراضات پیش کئے جو پہلے گمراہ اپنے پیغمبر کی مخالفت میں پیش کیا کرتے تھے۔وہ آخرت کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن دربارِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اس بنا پر نبی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے خود تو گمراہ تھے ہی عوام اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی گمراہی میں اپنے ساتھ رکھتے چنانچہ انہوں نے پہلے تو نبی کی ذات پر حملہ کیا اور اپنی قوم کے عوام سے کہا کہ یہ تمہیں جیسے ایک بشر ہیں۔کھانا پینا۔سونا جاگنا سب بشری خواص تمہاری طرح ان میں موجود ہیں۔بظاہر کوئی بات ان میں تم سے سوا نہیں (گویا وہی جاہلانہ خیال کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا) تو اس سے بڑی خرابی اور ذلت کیا ہوگی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرا لیا جائے۔تو اپنی قوم کی سیادت کو قائم رکھنے کے لئے عوام کو یہ بتلایا کہ اگر ان کو ہادی و مرشد تسلیم کر لیا تو یہ سب کے آقا اور مقتدا بن جائیں گے ہمارا قومی وقار خاک میں مل جائے گا۔پھر نبی کی مخالفت میں ان سرداران نے ایک دلیل یہ دی کہ کس قدر بعید از عقل بات یہ کہنا ہے کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہوجانے اور مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے۔ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔یہ جو آخرت آخرت اور حساب کتاب سے ڈراتے ہیں تو کہاں کی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب۔ہم تو جانیں یہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہی ایک مرنا جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔کوئی پیدا ہوا کوئی فنا ہوگیا۔آگے بس کچھ نہیں۔اور یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے عذاب و ثواب دے گا تو یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔خواہ مخواہ جھگڑنے اور دردِ سری سے کیا فائدہ۔

آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہو کر دعا کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما کہ یہ منکرین برابر مجھ کو جھٹلا رہے ہیں۔چنانچہ جواباً حق تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ان پر اب عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد پچھتائیں گے اور وہ پچھتانا نفع نہ دے گا۔پھر نتیجہ نافرمانی اور سرکشی کا وہی ہوا جو اس سے پہلے منکرین کا ہو چکا تھا۔ایک غیبی دھماکے یا چیخ سے کافروں کا ستیاناس ہوگیا۔اور جس طرح سیلاب خس و خاشاک کو بہا لے جاتا ہے اسی طرح عذابِ الٰہی کے سیل میں بہے چلے گئے۔اور اللہ کی پھٹکار کے مستحق بنے اور اس کی رحمت سے دور ہوئے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں بھی یہی جتلانا اور عبرت دلانا مقصود ہے کہ دولت، حکومت، عزت و سیادت یہ سب عارضی آزمائشی چیزیں ہیں۔اللہ ڈھیل دیتا رہتا ہے مگر اللہ کی ڈھیل امتحانی ہوتی ہے بالآخر سخت ترین گرفت کر لی جاتی ہے۔باطل وحق کے مقابلہ میں انجام کار حق کا غلبہ اور باطل کی شکست، انبیاء کی فتح اور ان کے حریفوں کی تباہی ہوتی ہے۔اس کے بعد آگے دوسری اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٤٣﴾

پھر اُن کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے اور اُمتوں کو پیدا کیا کوئی اُمت اپنی مدتِ معینہ سے نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا جب کبھی کسی امت کے پاس اُس امت کا رسول آیا اُنہوں نے اسکو جھٹلایا سو ہم نے ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا

وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٤٤﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ

اور ہم نے اُن کی کہانیاں بنا دیں۔ سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو ایمان نہ لاتے تھے۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنے احکام اور کھلی دلیلیں دے کر

بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٤٥﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوا

فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر چنانچہ وہ کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے

أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾

آدمی ہیں ایمان لے آئیں حالانکہ اُن کی قوم کے لوگ ہمارے زیر حکم ہیں۔ غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ وہ لوگ ہدایت پاویں۔ اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو بڑی نشانی بنایا

وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾

اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو ٹھیرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی

ثُمَّ پھر	اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	قُرُوْنًا امتیں	اٰخَرِيْنَ دوسری۔اور	مَا تَسْبِقُ نہیں سبقت کرتی ہے	
مِنْ اُمَّةٍ کوئی اُمت	اَجَلَهَا اپنی میعاد	وَمَا اور نہ	يَسْتَاْخِرُوْنَ پیچھے رہ جاتی ہے	ثُمَّ پھر	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجے	رُسُلَنَا رسول
تَتْرَا پے درپے	كُلَّمَا جب بھی	جَآءَ آیا	اُمَّةً کسی امت میں	رَسُوْلُهَا اس کا رسول	كَذَّبُوْهُ انہوں نے اسے جھٹلایا	
فَاَتْبَعْنَا تو ہم پیچھے لائے	بَعْضَهُمْ ان میں سے ایک	بَعْضًا دوسرے	وَجَعَلْنٰهُمْ اور انہیں بنا دیا ہم نے	اَحَادِيْثَ افسانے		
فَبُعْدًا سو دوری (مار)	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	لَا يُؤْمِنُوْنَ جو ایمان نہیں لائے	ثُمَّ پھر	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	
وَاَخَاهُ اور ان کا بھائی	هٰرُوْنَ ہارونؑ	بِاٰيٰتِنَا ساتھ (ہماری) اپنی نشانیاں	وَسُلْطٰنٍ اور دلائل	مُبِيْنٍ کھلے	اِلٰى طرف	
فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ئِهٖ اور اس کے سردار	فَاسْتَكْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا	وَكَانُوْا اور وہ تھے	قَوْمًا لوگ	عَالِيْنَ سرکش	
فَقَالُوْا پس انہوں نے کہا	اَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لے آئیں	لِبَشَرَيْنِ دو آدمیوں پر	مِثْلِنَا اپنے جیسے	وَقَوْمُهُمَا اور ان کی قوم		
لَنَا ہماری	عٰبِدُوْنَ بندگی (خدمت) کرنے والے	فَكَذَّبُوْهُمَا پس انہوں نے جھٹلایا دونوں کو	فَكَانُوْا تو وہ ہوگئے	مِنَ سے		

الْمُهْلَكِيْنَ ہلاک ہونے والے	وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا تحقیق ہم نے دی	مُوْسَى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ لوگ
يَهْتَدُوْنَ ہدایت پالیں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	ابْنَ مَرْيَمَ مریم کے بیٹا (عیسیٰ) کو	وَاُمَّهٗ اور ان کی ماں	اٰيَةً ایک نشانی	
وَاٰوَيْنٰهُمَآ اور ہم نے انہیں ٹھکانہ دیا	اِلٰى طرف۔پر	رَبْوَةٍ ایک بلند ٹیلہ	ذَاتِ قَرَارٍ ٹھہرنے کا مقام	وَّمَعِيْنٍ اور جاری پانی	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا تھا اس کے بعد قوم عاد یا ثمود میں سے کسی ایک کا ذکر ہوا تھا۔ اب اجمالاً بعض دوسری اُمتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ ان امتوں میں سے بعض کا ذکر قدرے تفصیلاً سورۂ اعراف وغیرہ میں گزر چکا ہے جہاں عاد کے بعد ثمود اور ثمود کے بعد قوم لوط اور قوم لوط کے بعد اہل مدین کا ذکر آیا ہے۔

یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک قوم جس نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی۔ جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اس سے آگے پیچھے نہ ہوئی۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا تانتا باندھ دیا کہ یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے اور مکذبین کو بھی ایک کے پیچھے دوسرے کو چلتا کرتے رہے۔ ادھر پیغمبروں کی بعثت کا ادھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کردی گئیں جن کے قصہ کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج ان کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔ تو انبیاء کی تکذیب ومخالفت کا دور چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم الشان دور آیا۔ آپ بڑے جلیل القدر نبی تھے۔ چونکہ آپ کو مستقل کتاب عطا کی گئی تھی اور ایک کثیر التعداد قوم کی نجات کے لئے مامور ومبعوث کیا گیا تھا اس لئے پیغمبروں کے مجمل تذکرہ کے بعد آپ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ صراحۃً کیا گیا اور بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام ہمارا پیغام لے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس پہنچے مگر فرعون اور اس کے درباریوں نے ایک نہ سنی انہیں اپنی حکومت و ریاست اور قوت و دولت پر گھمنڈ تھا اور ان کے دماغ میں اپنی برتری اور بالادستی کا بھوت سمایا ہوا تھا اسلئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے اور کہنے لگے کہ ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آویں اور ان کے مطیع بن جاویں حالانکہ ان کی قوم کے لوگ یعنی بنی اسرائیل تو خود ہمارے غلام۔ خدمت گار اور زیر حکومت ہیں۔ ہم ان کی بات کیسے مان لیں اور ان کو اپنا سردار کیسے بنالیں۔ غرض انہوں نے دونوں کو جھوٹا بتلایا۔ آخر جب وقت آیا تو وہ بھی اور نافرمانوں کی طرح تباہ ہوئے اور بنی اسرائیل کو نجات مل گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی پیغمبر آتے رہے مگر توریت پر سب کے سب عمل کرتے رہے۔ چھوٹے بڑے صحیفے نازل ہوتے رہے مگر کوئی مستقل شریعت نازل نہیں ہوئی بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسرائیلی نبوت کا سلسلہ ختم ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی شان کے ساتھ تبلیغ شروع کی مگر منکرین نے باوجود واضح معجزات کے مخالفت کی اور آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ ہے۔ اس وقت شام کے ظالم بادشاہ ہیرودس نے نجومیوں سے یہ سن کر کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سرداری ملے گی بچپن ہی سے آپ کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام آپ کی والدہ ماجدہ الہام ربانی سے آپ کو لے کر ملک مصر میں چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام میں واپس چلی آئیں۔ یہاں آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وتوحید پر دلالت کے لئے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو قدرت کی ایک

بڑی نشانی بنادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے اور چونکہ آپ کو نبی بنانا منظور تھا اور اس وقت ظالم بادشاہ آپ کے بچپن ہی میں درپے قتل ہوگیا تھا اس لئے اس سے بچا کر ان دونوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو سرسبز و شاداب تھی جس سے مراد اکثر مفسرین کے قول کے موافق مصر کی زمین مراد ہے۔ جہاں رہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے۔ اور نبوت عطا ہوئی اور توحید و دعویٰ رسالت میں آپ کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے مانا اور بعض نے نہ مانا۔

خلاصہ یہ کہ ہر پیغمبر کی امت میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ قریش یا اہلِ مکہ یا عرب کے باشندے جو آپ کی تکذیب کرر ہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ باطل پرست گروہ ہمیشہ سے حاملانِ صداقت کی مخالفت کرتا چلا آرہا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین وملت ایک ہے اور سب کا خدا بھی ایک ہے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کردیا ہے اور جدا جدا راہیں نکال لیں۔ اگلی آیات میں اسی مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو توحید اور ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ حق تعالیٰ ان نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بنادیں اور اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمادیں۔ گذشتہ نافرمان امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے اور اپنے رسول پاک کی ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ ۝۵۱ وَاِنَّ

اے پیغمبرو تم نفیس (پاکیزہ) چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔ اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے

هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ

اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے) کہ میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو سو ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا۔

حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِىْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ

ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اُسی سے خوش ہے۔ سو آپ اُن کو اُن کی جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ

بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶

مال واولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الرُّسُلُ رسول	كُلُوْا کھاؤ	مِنَ سے	الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں	وَاعْمَلُوْا اور عمل کرو	صَالِحًا نیک	اِنِّىْ بیشک میں
بِمَا اسے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	عَلِيْمٌ جاننے والے	وَاِنَّ اور بیشک	هٰذِهٖ یہ	اُمَّتُكُمْ تمہاری اُمت		
اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک امت، امتِ واحدہ	وَاَنَا اور میں	رَبُّكُمْ تمہارا رب	فَاتَّقُوْنِ پس مجھ سے ڈرو	فَتَقَطَّعُوْۤا پھر انہوں نے کاٹ لیا			
اَمْرَهُمْ اپنا کام	بَيْنَهُمْ آپس میں	زُبُرًا ٹکڑے ٹکڑے	كُلُّ حِزْبٍ ہر گروہ	بِمَا اس پر جو	لَدَيْهِمْ ان کے پاس	فَرِحُوْنَ خوش	
فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دے انہیں	فِىْ غَمْرَتِهِمْ ان کی غفلت میں	حَتّٰى تک	حِيْنٍ ایک مدت مقررہ	اَيَحْسَبُوْنَ کیا وہ گمان کرتے ہیں			
اَنَّمَا کہ جو کچھ	نُمِدُّهُمْ ہم مدد کر رہے ہیں انکی	بِهٖ اس کے ساتھ	مِنْ سے	مَالٍ مال	وَبَنِيْنَ اور اولاد	نُسَارِعُ ہم جلدی کر رہے ہیں	
لَهُمْ ان کیلئے	فِى الْخَيْرٰتِ بھلائی میں	بَلْ بلکہ	لَا يَشْعُرُوْنَ وہ شعور (سمجھ) نہیں رکھتے				

تفسیر وتشریح:۔ پچھلے دو رکوع میں متعدد انبیائے کرام کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کے بعد یآیھا الرسل کہہ کر تمام پیغمبروں کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ تو اس خطاب سے یہ مطلب نہیں کہ کہیں سارے پیغمبر یکجا موجود تھے اور ان سب کو خطاب کر کے یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا بلکہ اس خطاب سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر زمانے میں مختلف قوموں اور مختلف جگہوں میں آنے والے انبیاء کو یہی ہدایت کی گئی تھی اور سب کے سب اختلاف زمانہ اور مقام کے باوجود ایک ہی حکم کے مخاطب تھے۔

اوپر بتلایا گیا تھا کہ تمام منکرین انبیاء یہی شبہ اور اعتراض پیش کرتے رہے کہ ہم میں اور ان میں جو پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہیں فرق کیا ہے؟ جو ہم کھاتے پیتے ہیں یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں۔ یہ ملائکہ یا ان کی مانند کیوں نہیں کہ بشریت اور انسانیت کے تقاضوں سے بالاتر ہوتے۔ گویا بشر کا خدا کا رسول یا پیغمبر ہونا ان کے جاہلانہ خیال میں ممکن نہ تھا تو یہاں تمام انبیاء کا ذکر فرما کر ان کے اس شبہ کے جواب میں فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے کہہ دیا تھا کہ طیب یعنی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ پیو تمہارے ہی لئے یہ نعمتیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔ ہاں حرام اور گندی چیزیں نہ کھاؤ نہ پیو۔ تو بزرگی یا نبوت و رسالت کا مدار پاک اور حلال چیزوں کے ترک کردینے پر نہیں جیسا یہ منکرین جہلا سمجھے ہوئے ہیں۔

آگے چونکہ تمام انبیاء کو ایک امت ایک جماعت ایک گروہ

قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے طرز بیان یہاں ایسا اختیار کیا گیا کہ تمام انبیاء کے ایک گروہ ہونے کا نقشہ سامنے آجائے گویا کہ سارے کے سارے انبیاء ایک جگہ جمع ہیں اور سب کو ایک ہی ہدایت دی جارہی ہے۔ یہاں پر یہ تذکرہ کردینا باعث دلچسپی ہوگا کہ یا یہا الرسل کے اس خطاب اور طرزِ کلام کی لطافت و بلاغت بعض اس چودھویں صدی کے گمراہوں کے سمجھ میں نہ آئی اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ یہ خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے جاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ استغفر اللہ۔ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ کفر ہے۔ مگر خود ساختہ نبوت اور اس کے گمراہ متبعین کو کچھ نہ کچھ دلیل تو پیش کرنا ہی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو یہاں اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ پاک اور حلال چیزیں حلال طریقوں سے حاصل کی ہوئی کھائیں اور نیک اعمال بجالایا کریں۔ یہاں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عمل صالح سے پہلے طیبات کھانے کی ہدایت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کے لئے یہ شرط اول ہے کہ آدمی رزق حلال کھائے۔ حرام خوری کے ساتھ عمل صالحہ کے کوئی معنی نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ خود پاک ہے اس لئے پاک ہی چیز کو پسند کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار آلود اور پراگندہ حال آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے یارب یارب مگر حال یہ ہوتا ہے کہ رزق اس کا حرام لباس اس کا حرام اور جسم اس حرام کے رزق سے پلا ہوا اب کس طرح ایسے شخص کی دعا قبول ہو۔ تو حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کا کھانا پینا پہننا حرام کا ہوا سے اپنی دعا کی قبولیت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو گوشت حرام سے اگا ہو۔ دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ (العیاذ باللہ)

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام کھلے اور چھپے احوال وافعال سے باخبر ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین وملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور جدا جدا راہیں نکال لیں۔ اس طرح سینکڑوں مذہب فرقہ بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھلائی۔ ان کے ہاں صرف فروعی اختلاف تھا۔ اصولِ دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔ اور پھر ہر فرقہ اور ہر گروہ یہی سمجھتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔ تو یہاں اصل دین حق کی وحدت اور بعد کے ایجاد کردہ مذاہب کی حقیقت بیان فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد وخیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ ان کو تھوڑی سی مہلت دیجئے یہ اپنی جہالت اور غفلت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے جب کہ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں یعنی موت یا عذاب الٰہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔

پھر کفار کا خیال تھا کہ ان کے پاس کثرت مال واولاد ان کے مذہب کی صداقت کی بنا پر ہے جیسا کہ آج بھی ظاہر بین طبقہ کے لئے کفار کے مال وثروت کی فراوانی اور اولاد کی کثرت نظر فریب اور دلکش ہوتی ہے تو کفار عرب کہتے کہ اگر یہ اہل

ایمان حق پر ہوتے تو افلاس اور خستہ حالی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ دنیوی عیش و دولت ان کو کیوں حاصل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ منکرین سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط ان کی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں بلکہ امہال اور استدراج کی بنا پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جارہی ہے اسی قدر ان کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔

تو یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یا قوم یا جماعت ایک طرف تو حق سے منکر و منحرف اور فسق و فجور اور ظلم و طغیان میں مبتلا ہو اور دوسری طرف اس پر دنیوی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہو تو قرآن و حدیث دونوں کی رُو سے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شدید ترین آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس پر یہ خدا کی رحمت نہیں بلکہ اس کی پکڑ اور سزا کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ جیسا کہ ساتویں پارہ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فلما نسوا ماذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذاهم مبلسونo (پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑلیا۔ پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے)۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتے ہیں تو دو وصف ان میں پیدا کردیتے ہیں۔ ایک ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی۔ دوسرے عفت و عصمت۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنا رشتہ توڑ لینا چاہتے ہیں تو اسے کشائش رزق عطا فرمائی جاتی ہے۔ اور ان پر خیانت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جب وہ مغرور ہو جاتے ہیں تو ناگہاں انہیں پکڑ لیتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و تنعم اللہ نے اسے دے رکھا ہے۔ یعنی باوجود گناہوں اور نافرمانیوں پر جمے رہنے کے نعمت اور دولت اس پر برس رہی ہے تو یقین کرلو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزر رہا ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورۂ انعام والی آیات پڑھیں۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے وہ اس بات پر غور ہی نہیں کرتا کہ یہ بھی خدا کی ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے، رب کعبہ کی قسم جب گناہ گاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انہیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو مختلف جگہوں پر مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ اصل حقیقت خوب واضح ہوجائے اور یہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے کہ اصل صلاح و فلاح اور کامیابی کیا ہے؟ اور کن امور میں ہے؟ اسی کو اگلی آیات میں واضح فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اور حقیقی صلاح و فلاح حاصل کرنے کے لئے ہم کو توفیق حسن عطا فرمائیں۔ اور دنیا میں اپنی ہی عطا کردہ نعمتوں کی شکرگزاری کی توفیق نصیب فرمائیں تاکہ ان نعمتوں کا استعمال کرکے ہم کو مالکِ حقیقی اور معبودِ حقیقی کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب ہو، حق تعالیٰ ہم کو اکلِ حلال نصیب فرمائیں۔ اور اس کو ذریعۂ اعمال صالح کا بنادیں اور دین حقیقی یعنی اسلام جو تمام انبیاء کا دین ہمیشہ رہا ہے اس پر ہم کو قائم رکھیں اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ دین میں آپس میں اختلاف اور تفرقہ بندی کی لعنت سے امت مسلمہ کو بچائیں اور جن پر یہ تفرقہ بندی کی لعنت مسلط ہے اللہ تعالیٰ ان کو بصیرت و ہدایت عطا فرمائیں اور اس لعنت کو ان سے دور فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں

وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں

إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ

کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ اُن کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور ہم کسی کو

نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنطِقُ بِالْحَقِّ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾

اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے اور ہمارے پاس ایک دفتر نامۂ اعمال کا محفوظ ہے جو ٹھیک ٹھیک بتا دیگا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ جو لوگ	ھُمْ وہ	مِنْ سے	خَشْیَۃِ ڈر	رَبِّھِمْ اپنا رب	مُشْفِقُوْنَ ڈرنے والے سہمے ہوئے	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ
ھُمْ وہ	بِاٰیٰتِ آیتوں پر	رَبِّھِمْ اپنا رب	یُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	ھُمْ وہ	بِرَبِّھِمْ اپنے رب کے ساتھ	
لَا یُشْرِکُوْنَ شریک نہیں کرتے	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	یُؤْتُوْنَ دیتے ہیں	مَآ اٰتَوْا جو وہ دیتے ہیں	وَقُلُوْبُھُمْ اور ان کے دل			
وَجِلَۃٌ ڈرتے ہیں	اَنَّھُمْ کہ وہ	اِلٰی طرف	رَبِّھِمْ اپنا رب	رٰجِعُوْنَ لوٹنے والے	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	یُسٰرِعُوْنَ جلدی کرتے ہیں	
فِی الْخَیْرٰتِ بھلائیوں میں	وَھُمْ اور وہ	لَھَا ان کی طرف	سٰبِقُوْنَ سبقت لے جانیوالے ہیں	وَلَا نُکَلِّفُ اور ہم تکلیف نہیں دیتے			
نَفْسًا کسی کو	اِلَّا مگر	وُسْعَھَا اسکی طاقت کے مطابق	وَلَدَیْنَا اور ہمارے پاس	کِتٰبٌ ایک کتاب (رجسٹر) یَنْطِقُ وہ بتلاتا ہے			
بِالْحَقِّ ٹھیک ٹھیک	وَھُمْ اور وہ (ان)	لَا یُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کیے جائیں گے (ظلم نہ ہوگا)					

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس دنیا اور مال و دولت کی کثرت ان کے عقائد و مذہب کی صداقت کی بنا پر ہے اور اسی بناء پر کفار عرب یہ کہتے کہ اگر یہ اہل ایمان حق پر ہوتے تو افلاس اور خستہ حالی میں کیوں مبتلا ہوتے۔ یہ دھوکا عام اور عالمگیر ہے۔ آج بھی بہت سے مذہب والے اسی خیال میں مبتلا ہیں کہ جو دنیوی عیش و راحت کو اپنی حقانیت اور مقبولیت کی دلیل سمجھ رہے ہیں حالانکہ قدرت کے نظام میں قانونِ ربوبیت کے ماتحت تو سانپوں اور بچھوؤں تک کی پرورش و کفالت ہوتی رہتی ہے۔ تو

کفار و منکرین کے مذکورہ بالا خیال کا گذشتہ آیات میں رد فرمایا گیا تھا کہ حقیقتِ حال یہ نہیں کہ جو یہ منکرین مادی تصور رکھنے والے سمجھ رہے ہیں جن کے نزدیک جس کو اچھا کھانا پینا۔ اچھا لباس۔ اچھی رہائش مل گئی اور جن کو مال و دولت سے نواز دیا گیا اور جسے معاشرے میں بڑائی اور سرداری حاصل ہوگئی بس اس نے فلاح پالی اور جو اس سے محروم رہا وہ ان کے خیال میں ناکام و نامراد رہا۔ اس غلط فہمی کی اوپر تردید فرمادی گئی تھی۔ اب اس کے بعد ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ صلاح و فلاح۔ خیرات و برکات کے حصول کی اصلی راہ کیا ہے اور وہ کون ہیں جو حقیقی

دولت کے خزانے جمع کرتے چلے جارہے ہیں اور جن کی کامرانیاں کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ درحقیقت اہلِ صدق اور اصحابِ خیر و برکات وہ لوگ ہیں جن کے اندر یہ چار صفات پائی جاتی ہیں۔

ایک: جو اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں یعنی وہ دنیا میں خدا سے بے خوف اور بے فکر ہو کر نہیں رہتے کہ جو دل چاہے کرتے رہیں اور کبھی نہ سوچیں کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے جو ظلم وزیادتی پر پکڑنے والا ہے۔

دوسرے: وہ جو اللہ کے احکام اور اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

تیسرے: وہ کہ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے یعنی وہ اللہ کے ساتھ ربوبیت۔ الوہیت اور عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتے یعنی نہ کسی کو اپنا حاجت روا جانتے ہیں۔ نہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرتے ہیں نہ ان اوصاف میں جو باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی کو اس کا ساتھی اور شریک خیال کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ کے احکام اور آیات پر ایمان رکھنا جس کا اوپر ذکر ہوا اس سے خود یہ لازم آتا ہے کہ انسان توحید کا قائل اور معتقد ہو لیکن اس کے باوجود شرک نہ کرنے کا ذکر الگ کیا گیا کہ بسا اوقات انسان آیات کو مان کر بھی کسی نہ کسی طرح شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ مثلاً ریا کہ کوئی عبادت یا عمل صالح دوسروں کے دکھانے اور سنانے کیلئے کرنا یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ یا انبیاء یا اولیاء کی تعظیم میں ایسا مبالغہ کرنا کہ جو شرک تک پہنچادے یا غیر اللہ سے دعائے استعانت کرنا۔ یا احکامِ الٰہیہ کے مقابلہ میں غیر الٰہی قوانین کا برضا و رغبت اتباع کرنا اس کے علاوہ شرک جلی اور خفی کے اور بھی بہت سے اقسام ہیں جو علمائے محققین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جمع فرمائے ہیں تو ایمان بایاتِ اللہ کے بعد شرک کی نفی کا الگ ذکر کرنے کے مطلب یہ ہوئے کہ وہ اللہ کے لئے اپنی بندگی۔ اطاعت اور عبودیت کو بالکل خالص کر لیتے ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاق سے ادا کرتے ہیں اور شرک کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔

چوتھے: جو لوگ ایسے ہیں کہ وہ جو کچھ خیر خیرات، صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں۔ یا اللہ کی فرمانبرداری میں جو کچھ بھی نیکیاں یا اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ ایسی حالت میں کرتے ہیں کہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ دیکھئے یہ ہمارا دیا ہوا مال یا کیا ہوا عمل قبول ہوتا ہے یا نہیں۔ وہ اپنے مقدور بھر سب کچھ کر کے بھی ڈرتے ہیں کہ خدا جانے یہ قبول ہو یا نہ ہو۔ ہمارے گناہوں کے مقابلہ میں یہ عمل وزنی ثابت ہو یا نہ ہو۔ ہمارے رب کے ہاں ہماری مغفرت و اجر و ثواب کے لئے یہ کافی ہو یا نہ ہو گویا انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یا کوئی نیکی اور عمل کر کے اپنے عمل پر غرور و پندار نہیں ہوتا۔ نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کام کر کے ڈرنے والے کیا وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں یا چوری کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی یہ بات نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقات دیتے ہیں اس کے باوجود اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ شاید ہمارے یہ عمل اللہ کے نزدیک ہماری کسی کوتاہی کے سبب قبول نہ ہوں تو معلوم ہوا کہ ایک مومن مخلص کس کیفیت قلبی کے ساتھ اعمال صالحہ اور اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ حضرت حسن

بصریؒ کا مقولہ ہے کہ مومن نیکی کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کرتا ہے اور پھر بھی بے فکر رہتا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو نیک عمل کر کے اتنا ڈرتے تھے کہ تم برے عمل کر کے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود عمر بھر کی بے نظیر دینی خدمات اور ذخیرۂ اعمال صالحہ کے اور عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو خدا کے محاسبہ سے ڈرتے ہوئے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر آخرت میں میں برابر سرابر بھی چھوٹ جاؤں تو غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضراتِ کاملین کی خوف وخشیت کا کوئی ذرہ ہمارے قلوب میں بھی ڈال دیں۔ آمین۔

یہ چار صفات بیان فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ جن میں یہ صفات ہوں درحقیقت ایسے ہی لوگ اصلی بھلائی، خیر اور فلاح کو تیزی سے حاصل کر رہے ہیں اور حقیقی دولت کے خزانے جمع کرتے چلے جا رہے ہیں نہ کہ اموال واولاد کی کثرت اور دنیوی عیش وراحت کی بہتات معیار ہیں خیر وصلاح وفلاح کے جیسا کہ یہ کفار منکرین گمان کرتے ہیں پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو اوپر بھلائیاں لوٹنے والوں اور سبقت کر کے انہیں حاصل کرنے والوں کی صفات اور اعمال وخصائل بتلائے گئے تو یہ کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا اٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اللہ کے اوامر ونواہی ناقابلِ برداشت نہیں۔ شریعت کے احکام کی پابندی غیر معمولی بار نہیں کہ جو اٹھ نہ سکے یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہی نہیں کہ انسان کو ایسے احکام کی تکلیف دیں کہ جو ان کی طاقت سے باہر ہوں۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص کا الگ الگ نامۂ اعمال مرتب ہو رہا ہے جس میں اس کی ایک ایک بات ایک ایک حرکت حتیٰ کہ دلی عزم اور ارادوں تک کی ایک ایک حالت ثبت کی جا رہی ہے اور یہ اعمال نامہ قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور ان ہی کے موافق جزا وسزا دی جائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی نہ کسی کا اجر کم کیا جائے گا نہ بے وجہ بے قصور کسی پر کوئی الزام ڈالا جائے گا۔ نہ کسی کو بے جا سزا دی جائے گی نہ کسی کو حق کے مطابق بے جا انعام سے محروم کیا جائے گا۔

یہ تو مؤمنین، مخلصین صادقین کی حالت بیان ہوئی اب ان کے برعکس کفار کا حال آگے بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے خوف وخشیت کا وہ حصہ عطا فرمائیں کہ جو ہم کو احکامِ الٰہیہ کی پوری تابعداری نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ ایمان اور اسلام نصیب فرمائیں جس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہمارا حساب آسان فرمادیں اور اپنی مغفرت ورحمت سے ہم سب کو نوازیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰٓى

بلکہ اُن کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم

اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾

جب ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اُٹھیں گے اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا

میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سُنائی جایا کرتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ تکبر کرتے تھے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکتے تھے

تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا

تو کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا یا اُن کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو اُن کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی۔ یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہ تھے

رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ

اس وجہ سے اُن کے منکر ہوئے یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں۔ بلکہ یہ رسول اُن کے پاس حق بات لیکر آئے ہیں

وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾

اوران میں اکثر لوگ حق سے نفرت رکھتے ہیں۔

بَلْ بلکہ	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں	مِنْ هٰذَا اس سے	وَلَهُمْ اور انکے	اَعْمَالٌ اعمال	مِنْ دُوْنِ علاوہ	
ذٰلِكَ اس	هُمْ لَهَا وہ انہیں	عٰمِلُوْنَ کرتے رہتے ہیں	حَتّٰى اِذَا یہاں تک کہ جب	اَخَذْنَا ہم نے پکڑا	مُتْرَفِيْهِمْ انکے خوشحال لوگ		
بِالْعَذَابِ عذاب میں	اِذَا هُمْ اس وقت وہ	يَجْئَرُوْنَ فریاد کرنے لگے	لَا تَجْئَرُوا تم فریاد نہ کرو	اَلْيَوْمَ آج	اِنَّكُمْ بیشک تم		
مِنَّا ہم سے	لَا تُنْصَرُوْنَ تم مدد نہ دیے جاؤ گے	قَدْ كَانَتْ البتہ تھیں	اٰيٰتِيْ میری آیتیں	تُتْلٰى پڑھی جاتی تھیں	عَلَيْكُمْ تم پر		
فَكُنْتُمْ تو تم تھے	عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ اپنی ایڑیوں کے بل	تَنْكِصُوْنَ پھر جاتے	مُسْتَكْبِرِيْنَ تکبر کرتے ہوئے	بِهٖ اسکے ساتھ			
سٰمِرًا افسانہ گوئی کرتے ہوئے	تَهْجُرُوْنَ بیہودہ بکواس کرتے ہوئے	اَ کیا	فَلَمْ يَدَّبَّرُوا پس انہوں نے غور نہیں کیا	الْقَوْلَ کلام			
اَمْ یا	جَآءَهُمْ انکے پاس آیا	مَا جو	لَمْ يَاْتِ نہیں آیا	اٰبَآءَهُمُ ان کے باپ دادا	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	اَمْ یا	لَمْ يَعْرِفُوْا انہوں نے نہیں پہچانا
رَسُوْلَهُمْ اپنے رسول	فَهُمْ تو وہ	لَهٗ اس کے	مُنْكِرُوْنَ منکر ہیں	اَمْ یا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	بِهٖ اس کو	جِنَّةٌ دیوانگی
بَلْ بلکہ	جَآءَهُمْ وہ آیا انکے پاس	بِالْحَقِّ ساتھ حق بات	وَاَكْثَرُهُمْ اوران میں سے اکثر	لِلْحَقِّ حق سے	كٰرِهُوْنَ نفرت رکھنے والے		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مؤمنین ومخلصین کی حالت اوران کے اعمال وخصائل کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب ان کے مقابل اور برعکس کفار منکرین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین تو شک وتردد، غفلت وجہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بڑا گناہ تو انکا یہ ہوا لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ دن رات سمیٹ رہے ہیں لیکن جب یہ دنیوی یا اخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو پھر چلائیں گے اور شور

مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ یہاں آیت میں کفار و دولت مندوں اور مالداروں کے گرفتارِ عذاب ہونے اور چلا اٹھنے کی صراحت ہے جس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ جب ان کے خوشحال جن کے پاس خدم، حشم، مال، دولت، حکومت، سلطنت سب کچھ ہے جب ان پر عذاب نازل ہوگا اور یہ چلا اٹھیں گے اور ان کا سارا انکار و تکبر کافور ہو جائے گا تو ان کے متبعین اور حامی غریب غربا تو کس شمار میں ہیں اور وہ تو عذاب سے کیا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ تو جب دولت مند کافروں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ دہائی دینے لگیں گے اور چلائیں گے اور شور مچائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ چلاؤ مت۔ یہ سب چیخ و پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے کیونکہ یہ دارالجزاء ہے۔ دارالعمل نہیں کہ چلانا اور رونا پیٹنا اور عاجزی کرنا مفید ہو۔ اب کیوں شور مچاتے ہو وہ وقت یاد کرو کہ جب خدا کے پیغمبر آیاتِ الٰہیہ پڑھ کر سناتے تھے تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ سننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شیخی اور تکبر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبر کی بات پر کان دھرو۔ پیغمبر کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصہ کو چھوڑ کر چلے گئے اور پیغمبر علیہ السلام اور قرآنِ کریم کی نسبت باتیں بناتے کہ کوئی اسکو سحر کہتا کوئی شاعری کہتا۔ کوئی کہانت کہتا۔ اور کوئی کچھ اور۔ اس طرح کی بکواس کیا کرتے تھے آج اسی کا مزہ چکھو۔ چیخنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جیسا تم نے دارالعمل میں کیا آج ویسا دارالجزاء میں بھگتو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو قرآن کی اور صاحبِ قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس کلام الٰہی میں غور و فکر نہیں کیا اور نہ حقیقت حال منکشف ہو جاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہ کا ہے۔ جس میں ان کی بیماریوں کا صحیح علاج بتایا گیا ہے۔ آگے منکرین کے اعراض و تکذیب کی دوسری وجوہات پر روشنی ڈال کر ان کی بھی تردید فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ منکرین اعراض و تکذیب پر اس لئے تلے ہوئے ہیں کہ ان کے پاس یہ کوئی انوکھی چیز آ گئی ہے۔ نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اترتی رہی ہیں کبھی کہیں اور کبھی کہیں، سو یہ قرآن کا نازل ہونا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر خدا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں جس کی نظیر اور نمونہ بیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین اور اشرف ترین کتاب اب آئی تو اس کا مقتضا یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اس کی آواز پر لبیک کہتے نہ کہ اعراض و انکار۔ آگے منکرین کے اعراض و روگردانی کی تیسری وجہ بیان فرما کر اس کی تردید بھی فرمائی جاتی ہے یعنی کیا یہ منکرین اللہ کے رسول کی اس لئے تکذیب و انکار کر رہے ہیں کہ ان کو پیغمبر خدا کے احوال سے آگاہی اور واقفیت نہیں؟ حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپ بچپن سے صادق و امین اور عفیف و پاکباز تھے۔ آپ کی صداقت و امانت و ایفائے عہد اور حسنِ سلوک سے تمام لوگ واقف تھے۔ اس لئے نبوت سے قبل ہی تمام قوم کی طرف سے صادق و امین کا لقب پا چکے تھے تو ایسے مشہور و معروف راستباز بندے کی نسبت کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے اور نبی ہونے کا غلط دعویٰ کرنے لگے۔ جو شخص لوگوں کا امین ہو وہ خدا کی امانت میں کس طرح خیانت کر سکتا ہے۔ جو شخص مخلوق سے وعدہ کر کے خلاف ورزی نہ کرے وہ اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کیونکر کر سکتا ہے؟ لہٰذا رسولِ پاک کو نہ ماننے اور قرآنی ہدایت سے منہ موڑنے کی یہ وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔ آگے چوتھی وجہ ظاہر فرما کر اس کی تردید بھی فرمائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ یہ منکرین نعوذ باللہ رسول خدا کے متعلق جنون اور دیوانگی کے قائل ہیں کہ مجنون کی بات کو کون مانتا ہے اور کون اس کی پیروی کرتا ہے تو سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں۔ آپ کا تو اعلیٰ درجہ کا صائب الرائے ہونا بھی ظاہر ہے۔ آپ کی عقل و فہم اور خوش تدبیری کی تو نبوت سے پہلے کی زندگی بھی شاہد ہے تو پھر آپ کے قول اور ہدایت سے نفرت و انکار کے کیا معنیٰ؟ اخیر میں حقیقت حال کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ واقع میں ان میں سے کوئی وجہ بھی معقول نہیں، بلکہ اصلی وجہ اور حقیقت یہ ہے کہ بیشک آپ جو کچھ لائے ہیں حق ہے مگر حق بات چونکہ ان کی اغراض و خواہشات کے موافق نہ تھی اس لئے بری لگتی تھی اور وہ قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ ابھی آگے ان ہی منکرین کے متعلق مضمون جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

اور اگر دین حق اُن کے خیالات کے تابع ہوجاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب تباہ ہوجاتے۔ بلکہ ہم نے اُن کے پاس انکی نصیحت کی بات بھیجی

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ

سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔ یا آپ اُن سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے۔

إِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ

اور آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) راستہ سے ہٹتے جاتے ہیں۔

لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾

اور اگر ہم ان پر مہربانی فرمادیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دُور بھی کردیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰى إِذَا فَتَحْنَا

اور ہم نے ان کو گرفتارِ عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی۔ یہاں تک کہ ہم جب

عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ إِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾

اُن پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

وَلَوْ اور اگر	اتَّبَعَ پیروی کرتا	الْحَقُّ حق اللہ	اَهْوَآءَهُمْ انکی خواہشات	لَفَسَدَتِ البتہ درہم برہم ہوجاتا	السَّمٰوٰتُ آسمان	وَالْاَرْضُ اور زمین
وَمَنْ اور جو	فِيْهِنَّ ان کے درمیان	بَلْ بلکہ	اَتَيْنٰهُمْ ہم لائے ہیں انکے پاس	بِذِكْرِهِمْ ان کی نصیحت	فَهُمْ پھر وہ	
عَنْ ذِكْرِهِمْ اپنی نصیحت سے	مُعْرِضُوْنَ روگردانی کرنیوالے ہیں	اَمْ تَسْئَلُهُمْ کیا تم ان سے مانگتے ہو	خَرْجًا اجر	فَخَرَاجُ تو اجر		
رَبِّكَ تمہارا رب	خَيْرٌ بہتر	وَهُوَ اور وہ	خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ بہترین روزی دہندہ ہے	وَاِنَّكَ اور بیشک تم	لَتَدْعُوْهُمْ انہیں بُلاتے ہو	
اِلٰى طرف	صِرَاطٍ راہ۔راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا۔راستہ	وَاِنَّ اور بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر
عَنِ سے	الصِّرَاطِ راہِ حق	لَنٰكِبُوْنَ البتہ ہٹے ہوئے ہیں	وَلَوْ اور اگر	رَحِمْنٰهُمْ ہم ان پر رحم کریں	وَكَشَفْنَا اور ہم دُور کردیں	
مَا بِهِمْ جو اُن پر	مِنْ ضُرٍّ جو تکلیف	لَّلَجُّوْا اڑے رہیں	فِيْ میں۔پر	طُغْيَانِهِمْ اپنی سرکشی	يَعْمَهُوْنَ بھٹکتے رہیں	وَ اور
لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ البتہ ہم نے انہیں پکڑا	بِالْعَذَابِ عذاب میں	فَمَا اسْتَكَانُوْا پھر انہوں نے عاجزی نہ کی	لِرَبِّهِمْ اپنے رب کے سامنے			
وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ اور وہ نہ گڑگڑائے	حَتّٰى یہاں تک کہ	اِذَا جب	فَتَحْنَا ہم نے کھول دیئے	عَلَيْهِمْ ان پر	بَابًا دروازے	
	ذَا عَذَابٍ عذاب والا	شَدِيْدٍ سخت	اِذَا هُمْ تو اس وقت وہ	فِيْهِ اس میں	مُبْلِسُوْنَ مایوس ہوئے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں منکرین کے خیال میں جو وجوہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نہ ماننے کی ہوسکتی تھیں وہ بیان فرما کران کی تردید فرمائی گئی تھی اور حقیقت حال کو واضح کیا گیا تھا کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات

برحق ہیں مگر چونکہ یہ برحق باتیں ان منکرین کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں۔ اس لئے یہ انہیں بری لگتی ہیں اور ان کو قبول کرنے کو وہ تیار نہیں ہوتے۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر سچی بات ان منکرین کو بری لگتی ہے تو لگے۔ صداقت وحقانیت ان کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہوسکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی قلبی خواہشات کے مطابق شریعت کو ان کے موافق نازل کردے تو نظم عالم تباہ ہوجائے کیونکہ مشرکوں کی قلبی خواہشات میں سے شرک بھی ہے اور شرک تمام تباہیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ عزوجل نے جو قرآن نازل فرمایا وہ عین حق ہے اور جو شریعت بھیجی وہ عین صواب ہے۔ آدمی اس دنیا میں راہِ آخرت کا مسافر ہے۔ اس کی منزل اخروی زندگانی ہے۔ اگر اس دنیا کی اندھیری میں خواہشِ نفس کے مطابق چلے گا اور صاحبِ بصیرت تجربہ کار رہنما کی پیروی نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ کسی خندق و کھائی میں گر کر ہلاک ہوگا۔ تو ان منکرین میں یہی ایک عیب نہیں کہ حق سے کراہت و نفرت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرا عیب بھی ہے کہ اپنے لئے جو امر نافع ہے اس سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے پاس ان کے نفع کے لئے اس قرآن کو اپنے رسول پر نازل فرمایا اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ اس دعوتِ حق تبلیغ ونصیحت وخیر خواہی پر ان سے کسی معاوضہ کے بھی طلب گار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دارین کی جو دولت آپ کو عطا فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔ آپ کی صدق امانت کا حال سب کو معلوم ہے۔ جو کلام آپ لائے ہیں اس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ آپ ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں جس راستہ کی طرف آپ بلاتے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے۔ کوئی اینچ پیچ نہیں۔ ٹیڑھا ترچھا نہیں ہاں اس پر چلنا انہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بدانجامی سے ڈرتے ہوں۔ جسے انجام کا ڈر اور فکر عاقبت ہی نہیں وہ کب سیدھے راستے پر چلے گا۔ یقیناً ٹیڑھا رہے گا اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کجروی سے کج بنالے گا۔ اور ان کی قساوت وعناد کی تو یہ حالت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ان پر رحم فرمادیں اور وہ تکلیف جس میں آج کل وہ مبتلا ہیں دور کردیں تو بھی یہ اپنے کفر وعناد اور سرکشی وتکبر سے نہ ہٹیں گے۔ یہاں اشارہ ہے اس تکلیف اور مصیبت کی طرف جب کہ مکہ والوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک مرتبہ شدید قحط پڑا تھا۔ صحیحین کی روایت ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے سے پیہم انکار کیا اور سخت مزاحمت شروع کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف

''اے اللہ! ان کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔ یوسف کے ہفت سالہ قحط جیسے سات برسوں سے۔''

چنانچہ ایسا سخت قحط شروع ہوا کہ اہل مکہ کو مردار جانور کتے اور ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آگئی اور کفار سات برس تک اس قحط میں مبتلا رہے۔ بالآخر اس مصیبت سے تنگ آکر ابوسفیان جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم کو اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہم لوگ خون اور اونٹوں کا اون بھی کھاگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم آگیا اور رفع قحط کی دعا فرمائی، چنانچہ وہ قحط دور ہوگیا۔ تو یہاں آیت میں اسی قحط کی تکلیف کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی

21 قساوت وعناد کی تو یہ حالت ہے کہ یہ مصائب وبلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں تب بھی عاجزی کر کے خدا کی بات نہ مانی اور اس عذاب قلیل سے بھی یہ لوگ خدا کی طرف نہ جھکے اور بارگاہِ الٰہی میں تضرع وزاری نہ کی اب جب عذابِ شدید یعنی عذاب بعدالموت کا دروازہ ان پر کھول دیا جائے گا تو اس وقت یہ بالکل ناامید اور حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ یہ کیا ہو گیا اور سب نشہ ہرن ہو جاویگا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بلیات ومصائب مثل قحط وغیرہ یہ سب قہر الٰہی کی نشانیاں ہیں اور مقصد ان سے یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کو دیکھ کر حق تعالیٰ کے آگے فروتنی اور عاجزی اختیار کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر سخت عذاب کو دعوت دینا ہے خواہ وہ دنیا ہی میں ہو یا بعدالموت۔

اب کفار ومشرکین بعث بعدالموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر ونشر اور جزا وسزا اور قیامت وآخرت ان کے قائل ہی نہ تھے اس لئے آگے اللہ تعالیٰ اپنے کمال وتصرفات کے آثار کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ منکرین قیامت وجزا وسزا پر ایمان لے آئیں اور مردوں کے دوبارہ زندہ کئے جانے میں شک وتردد نہ کریں۔ اس سلسلہ میں چند دلائل اگلی آیات میں ذکر فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ان قرآنی نصائح کو اپنانے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو ظاہراً وباطناً کامل پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہر طرح کے مصائب وبلیات سے محفوظ ومامون فرما۔ اور اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی اپنے کرم ورحم کا معاملہ ہمارے ساتھ فرما۔

یا اللہ! قرآن کریم تو کفار ومنکرین کی شکایت فرما رہا ہے کہ یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں اور صراط مستقیم سے ہٹے جاتے ہیں اور اپنی گمراہی پر اصرار کرتے ہیں مگر یہ کس قدر رنج والم کی بات ہے کہ اب یہ امور اکثر امت مسلمہ کے افراد پر بھی صادق آ رہے ہیں۔ إنا للہ وإنا الیہ راجعون

یا اللہ! نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور واسطہ سے ہماری فریاد ہے کہ آپ امتِ مسلمہ پر رحم وکرم فرمائیں اور ان کو جو صراط مستقیم دکھائی گئی ہے اسی پر قائم رہنے کی توفیق اور استقامت عطا فرمائیں۔

یا اللہ! قرآن کریم کی عظمت اور وقعت پھر امت مسلمہ کو عطا فرما دے تا کہ اتباع قرآنی ان کو نصیب ہو اور آپ کے کرم ورحم کے مستحق بنیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨ وَهُوَ الَّذِيْ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔اور وہ ایسا ہے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٧٩ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ

جس نے تم کوزمین میں پھیلا رکھا ہے اورتم سب اُسی کے پاس لائے جاؤ گے اور وہ ایسا ہے جوجلاتا اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا۔

وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٨٠ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝٨١ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

سو کیاتم (اتنی بات) نہیں سمجھتے۔بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جواگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے ہیں۔یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝٨٢ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ

اور ہڈیاں رہ جاویں گےتو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔اس کا تو ہم سے اور پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ نہیں محض یہ بے سند باتیں ہیں

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨٣

جواگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں۔

وَهُوَ اور وہ	اَلَّذِيْٓ جس نے	اَنْشَاَ لَكُمُ بنائے تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں	وَالْاَفْئِدَةَ اور دل	
قَلِيْلًا بہت ہی کم	مَّا تَشْكُرُوْنَ جوتم شکر کرتے ہو	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ وہی جس نے	ذَرَاَ پھیلایا	كُمْ تمہیں	فِي الْاَرْضِ زمین میں
وَاِلَيْهِ اور اس کی طرف	تُحْشَرُوْنَ تم جمع ہو کر جاؤ گے	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ وہی جو	يُحْيٖ زندہ کرتا ہے	وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے	
وَلَهُ اور اُسی کیلئے	اخْتِلَافُ آنا جانا	الَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پس تم سمجھتے نہیں؟	بَلْ قَالُوْا بلکہ انہوں نے کہا	
مِثْلَ جیسے	مَا قَالَ جو کہا	الْاَوَّلُوْنَ پہلوں نے	قَالُوْا وہ بولے	ءَاِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا تُرَابًا اور ہم ہو گئے مٹی
وَعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ پھر اٹھائے جائیں گے	لَقَدْ وُعِدْنَا البتہ ہم سے وعدہ کیا گیا	نَحْنُ ہم		
وَاٰبَآؤُنَا اور ہمارے باپ دادا	هٰذَا یہ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنْ هٰذَآ یہ نہیں	اِلَّآ مگر	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفارومنکرین کی حالت بیان فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ یہ لوگ مصائب اور بلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور کفر پر برابر اصرار ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا جائے خواہ دنیا میں کہ کوئی غیبی قہر آپڑے یا بعد الموت کہ جب تو عذاب سے انہیں ضرور ہی دوچار ہونا ہے۔اس وقت ان منکرین کے انکار وتکبر کا نشہ سب ہرن ہو جائے گا۔تو چونکہ منکرین کو عذاب آخرت کی دھمکی سنائی گئی تھی جومبنی ہے مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر اور وہ لوگ اس کے منکر تھے اس لئے آگے حشر ونشر اور مر کر دوبارہ زندہ کئے جانے کا اثبات اور ان کے انکار کا جواب دیا جاتا ہے اور چونکہ انسان کا دوبارہ زندہ ہونا مبنی ہے کمال قدرت پر اس لئے تصرفات قدرت کا بھی بیان فرمایا ہے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کا یہ عظیم الشان احسان انسانوں پر ہے کہ اس نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی قوت عطا فرمائی۔تو ان نعمتوں کا شکریہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو صحیح طور پر کام میں

لاتے۔ احکامِ الٰہیہ کو سننا اور اس کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنا اور دل میں اس کی معرفت حاصل کرنا اور اللہ کی وحدت، عظمت وجلالت پر ایمان لانا یہی ان قوتوں کا ٹھیک اور صحیح استعمال تھا لیکن اکثر انسانوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بیجا خرچ کیا۔ گویا یہاں تنبیہ ہے اس امر پر کہ جس شخص نے آلات فہم وعقل سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ہوش کے کانوں سے احکام الٰہی کو نہ سنا۔ عبرت کی آنکھوں سے قدرت کی نشانیوں کو نہ دیکھا۔ دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کی تو اس نے انسانی امتیازی خصوصیات کو کھودیا جو اللہ نے اس کو عطا کی تھیں۔

علم ومعرفت کے ذرائع انسان کو تین ہی قسم کے عطا کیے گئے ہیں۔ کان، آنکھ اور دل، انہی قوتوں سے کسی چیز کا یقینی علم ہوسکتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک اللہ کی توحید اور وقوع قیامت یعنی یوم آخرت کے اثبات میں جا بجا دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ عزوجل کی باتیں سنو۔ اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھو اور اس کی معرفت حاصل کرو۔ یہی اصل شکریہ اور حقیقی شکر گزاری ہے اس منعم کی ان نعمتوں کی۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے دنیا میں تمہیں ہر جگہ پھیلایا ہے۔ پھر وہی سمیٹ کر سب کو اپنے پاس بلالے گا اور تم سب اسی کے سامنے اکٹھے ہوکر پیش کیے جاؤ گے۔ وہاں ہر ایک کو شکر گزاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائے گا۔ اس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہوسکے گا۔ تو جس نے دانوں کی طرح سے اس سطح زمین پر انسانوں کو پھیلایا اس کو ان کا سمیٹنا اور اکٹھا کرنا کیا مشکل ہے؟ پھر ظاہر ہے کہ انسان کو اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔ ماں کے پیٹ کے اندر نطفہ جیسی حقیر چیز میں کیسی کیسی تبدیلیاں اور تغیرات ہوتے ہیں اور کیسے کیسے انقلابات کے بعد جیتا جاگتا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر زندگی کی مقررہ میعاد پوری کرنے کے بعد اللہ اس سے اپنی دی ہوئی امانت واپس لے لیتا ہے اور وہ مرجاتا ہے۔ تو جو خدا امانت کا مالک ہے اور اول بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے کیا وہ خدا دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟

پھر ایک نمایاں اس کی قدرت کی نشانی یہ ہے کہ زمانہ کو دن اور رات دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا لانا بھی اس کی قدرت کی نشانی کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ تو زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ یا اندھیرے سے اجالا اور اجالے سے اندھیرا کر دینا جس کے قبضہ میں ہے اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ قیامت میں زندہ کر دے۔

یہ کفار مکہ جو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کر رہے ہیں تو یہ عقل وفہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کیے جا رہے ہیں اور وہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیش رو کیا کرتے تھے یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہوکر ہم کیسے زندہ کیے جائیں گے؟ یہ منکرین کہتے ہیں کہ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی یہی کہی گئی تھیں لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ آدمی بنتے نہ دیکھا۔ ہو نہ ہو یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے اور انہی کی نقل کی جا رہی ہے۔

استغفر اللہ نقل کفر کفر نہ باشد

تو ان کفار مکہ کی جہالت فقط اتنی ہی نہ تھی کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ عقائد کی صحت کا انکار کرتے بلکہ انہوں نے بڑھ کر تمام انبیائے سابقین جو وجود قیامت کی حقانیت کو واضح طور پر ظاہر فرماتے رہے ان سب کے اقوال پر بھی نکتہ چینی شروع کردی اور ان بدبختوں نے گذشتہ انبیاء و مرسلین کی باتوں کو پرانے بے سند قصے کہانیاں قرار دیا۔ گویا اثباتِ قیامت کی دلیل کو انکار کی دلیل بنالیا۔

چونکہ کفار کے ان اقوال سے انکار قدرت باری تعالیٰ لازم آتا ہے اور اس سے انکار قیامت اور بعث بعد الموت یعنی مرکر پھر دوبارہ زندہ ہونے کا بھی انکار ہوتا ہے اس لئے ان اقوال کے جواب میں آگے اثباتِ قدرت الٰہیہ اور اثبات توحید کے متعلق مزید ارشاد فرمایا گیا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

آپ کہہ دیجئے کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں (تو) اُن سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا

آپ یہ بھی کہیے کہ ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی اللہ کا ہے۔ آپ کہیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔

تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

آپ یہ بھی کہیے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا

وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں آپ کہیے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔ بلکہ ہم نے اُن کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا

اللہ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اسکے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جُدا کر لیتا۔ اور ایک دوسرے پر

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

چڑھائی کرتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر اور منزہ ہے۔

قُلْ فرمادیں	لِّمَنِ کس کیلئے	الْاَرْضُ زمین	وَمَنْ اور جو	فِيْهَآ اس میں	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو
سَيَقُوْلُوْنَ جلد (بضرور) وہ کہیں گے	لِلّٰهِ اللہ کا	قُلْ فرمادیں	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا پس تم غور نہیں کرتے؟	قُلْ فرمادیں		
مَنْ کون	رَبُّ رب	السَّمٰوٰتِ آسمان	السَّبْعِ سات	وَرَبُّ اور رب	الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ عرش عظیم	سَيَقُوْلُوْنَ جلد ضرور
وہ کہیں گے	لِلّٰهِ اللہ کا	قُلْ فرمادیں	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پس تم نہیں ڈرتے؟	قُلْ فرمادیں	مَنْ کون	بِيَدِهٖ اس کے ہاتھ میں
مَلَكُوْتُ بادشاہت "اختیار" كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز	وَهُوَ اور وہ	يُجِيْرُ پناہ دیتا ہے	وَلَا يُجَارُ اور پناہ نہیں دیا جاتا	عَلَيْهِ اسکے خلاف		
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو	سَيَقُوْلُوْنَ جلد "ضرور" وہ کہیں گے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	قُلْ فرمادیں	فَاَنّٰى پھر کہاں سے	
تُسْحَرُوْنَ تم جادو میں پھنس گئے ہو	بَلْ بلکہ	اَتَيْنٰهُمْ ہم لائے ہیں اُن کے پاس	بِالْحَقِّ سچی بات	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ		
لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے ہیں	مَا اتَّخَذَ نہیں بنایا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ وَّلَدٍ کسی کو بیٹا	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	مَعَهٗ اسکے ساتھ	
مِنْ اِلٰهٍ کوئی اور معبود	اِذًا اس صورت میں	لَّذَهَبَ لے جاتا	كُلُّ ہر	اِلٰهٍ معبود	بِمَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا	وَلَعَلَا اور چڑھائی کرتا
بَعْضُهُمْ انکا ایک	عَلٰى بَعْضٍ دوسرے پر	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا اس سے جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	
	وَالشَّهَادَةِ اور آشکارا	فَتَعٰلٰى پس برتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شریک سمجھتے ہیں		

تفسیر وتشریح:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں چار قسم کے مشرک رہتے تھے کچھ تو خدا کو صاحب اولاد کہتے تھے (نعوذ باللہ) جیسے حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو ابن اللہ اور ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہ گروہ تو یہود ونصاریٰ اور صابیوں کا تھا۔ کچھ لوگ آسمانی ستاروں کی اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔ انہی کو مظہر انوارِ الوہیت جانتے تھے۔ یہ گروہ مجوسیوں کا تھا۔ ایک گروہ بت پرست تھا۔ لات۔ عزیٰ۔ منات۔ نائلہ۔ ہبل اور بعض دوسرے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کو مظہر الوہیت جانتے اور سمجھتے تھے۔ اللہ یعنی ایک رب الارباب کے وجود کا بھی اقرار تھا اور دوسری طرف کائنات کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کرکے ایک ایک شعبہ کا ایک ایک مستقل خدا یا دیوتا مانا جاتا تھا جیسا کہ ہنود میں زمین کا دیوتا الگ۔ آسمان کا الگ۔ ہوا کا دیوتا الگ۔ پانی کا الگ۔ لیکن بایں ہمہ ان کو ایشر یعنی خلاق عالم نہیں کہتے۔ اسی طرح عرب کے بت پرست مورتیوں سے طرح طرح کی مرادیں مانگتے۔ ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے۔ ان پر بھینٹ چڑھاتے۔ مگر خلاق عالم خدا ہی کو کہتے تھے۔ ایسے لوگ جو خدا کے وجود ہی کے منکر ہوں بہت ہی کم تھے۔ گذشتہ آیات میں کفار ومنکرین کے بعض اقوال بیان فرمائے گئے تھے جس سے انکار قدرت لازم آتا اور اس طرح انکار بعث بعد الموت کے ساتھ انکار توحید بھی ہوتا۔ اس لئے ان اقوال کے جواب میں اثبات قدرت کے ساتھ اثبات توحید بھی ارشاد ہوتا ہے اور مشرکین کے سامنے ان کے مسلمات بیان فرما کر توحید خالص اور بعث بعد الموت کو ثابت فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ہدایت کی جاتی ہے کہ آپ ان مشرکین و منکرین سے پوچھئے کہ یہ تو بتاؤ یہ زمین کس کی ہے؟ اور اس کا اور اس پر رہنے والوں کا مالک کون ہے ظاہر بات ہے کہ اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہ دے سکیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ تو اس کے بعد ان سے کہئے کہ اتنا جاننے کے بعد کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جو ساری زمین اور زمین والوں کا مالک ہے تو وہ اس کے اجزاء سے تمہیں دوبارہ بھی بنا سکتا ہے جیسے پہلے بنایا جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے تو کیا تمہاری مشتِ خاک اس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ سات آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ اس کا جواب بھی اس کے سوا کچھ نہ بن پڑے گا کہ شہنشاہ مطلق اللہ ہی ہے۔ تو پھر آپ ان سے کہئے کہ تعجب ہے کہ تم اتنے بڑے زبردست احکم الحاکمین کی نافرمانی کرتے ہوئے ڈرتے نہیں۔ اتنی بڑی گستاخی کرتے ہو کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرہ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ ہر چیز کی حکومت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور ہر چیز اپنے اپنے ڈھنگ پر کس کے حکم سے چل رہی ہے؟ ہر چیز پر کس کا اختیار چلتا ہے کہ جس کو وہ چاہے اپنی پناہ میں لے لے اور جس کو وہ پناہ دے دے اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ اور جس کو وہ مجرم قرار دے دے اسے کون اس کے عذاب سے بچا سکتا ہے۔ تو اس سوال کے جواب میں بھی اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکیں گے کہ حکم تو سب اللہ ہی کا چلتا ہے۔ جب اس کے سوا کوئی جواب نہیں تو پھر ان سے آپ کہئے کہ تمہاری عقل پر پردہ کیوں پڑ گیا کہ اتنا

سمجھنے کے بعد پھر ایسی باتیں کرتے ہو کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہوسکتا اور قیامت کے دن اعمال کا حساب کتاب جزا و سزا بالکل من گھڑت ہے۔ جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہی ہوا اور ہر چیز اسی کے زیر تصرف اور اقتدار ہوئی تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اس کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ ان پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کرسکے گا؟ اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اپنے رسول کی معرفت ان کے پاس پیغام بھیجا ہے وہ بالکل حق اور صحیح ہے اور دلائل و شواہد سے ظاہر کردیا گیا کہ جو کچھ ان سے کہا جارہا ہے وہ بالکل صحیح اور حق ہے اور مشرکین جو کہہ رہے ہیں یہ واقعہ کے خلاف ہے اور وہ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کررہے ہیں اور منجملہ ان کی غلط اور جھوٹ باتوں سے یہ بات بھی ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ کے اولاد ہے۔ زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک و مختار وہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں جو اس دنیا کے بنانے اور اس کے نظام میں دخیل ہو۔ نہ اسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی۔ نہ کوئی دوسرا اس کے ساتھ دنیا کی حکومت میں شریک ہے۔ اگر دنیا کو بنانے اور اس کی حکومت میں اس کے ساتھ اور بھی شریک ہوتے تو سب کا آپس میں کبھی نہ کبھی ضرور ٹکراؤ ہوتا اور ہر ایک اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہوجاتا اور اپنی طاقت اکٹھی کرکے دوسرے پر حملہ بول دیتا اور تمام عالم درہم برہم ہوجاتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ اولاد اور شرک سے پاک ہے۔ نہ کسی میں اس کی سی قدرت اور قوت ہے اور نہ اس کا سا علم وہ ظاہر و باطن حاضر و غائب سب سے بخوبی واقف ہے اور حق تعالیٰ منزہ ہے ان باتوں سے جو یہ مشرکین کہتے ہیں اور برتر و بالا ہے ان کے شرک سے۔

مشرکین و منکرین کے اقوال و احوال جو اوپر بیان ہوئے اور جن کی تردید فرمائی گئی تو اس قسم کے اقوال اور اصرار علی الکفر و شرک کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں اللہ کا غضب آتا ہے اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت کی گئی کہ ہر ایک اللہ کے غضب سے پناہ مانگا کرے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر طرح کے شرک سے ہمیں بچا کر اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرماویں۔ اور آخرت کی زندگی پر یقین کامل عطا فرمائیں۔ اس زندگی کے لحہ لحہ میں آخرت کی تیاری اور وہاں کے فکر کی توفیق عطا فرماویں۔ اور توحید پر قائم رکھ کر اسی پر موت نصیب فرماویں۔ یا اللہ! تمام اختیار دین و دنیا کے آپ ہی کے دستِ قدرت میں ہیں، آپ ہی جس کو پناہ دیں وہی پناہ پاسکتا ہے اور آپ جس کو پناہ نہ دیں اس کو پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ یا اللہ! ہمیں بھی یہ اعتقاد کامل نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے، ہر طرح کی آفات و بلیات سے، ہر طرح کے سانحات و مصائب سے ہم آپ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی حفاظت اور پناہ میں لے لیجئے اور ہر معاملہ میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور غیر اللہ کی طرف نظریں کرنے سے بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھادیں تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے۔ اور ہم اس بات پر کہ

نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ

يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

یہ کہا کرتے ہیں۔ اور آپ یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے۔ اور اے میرے رب آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں

حَتّٰٓي اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے۔ تاکہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر جاکر نیک کام کروں۔

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ہرگز نہیں یہ (اُس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے۔ اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

قُلْ فرمادیں	رَبِّ اے میرے رب	اِمَّا تُرِيَنِّيْ اگر تو مجھے دکھا دے	مَا يُوْعَدُوْنَ جو ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	رَبِّ اے میرے رب			
فَلَا تَجْعَلْنِيْ پس تو مجھے نہ کرنا	فِي میں	الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگ	وَاِنَّا اور بیشک ہم	عَلٰٓي پر	اَنْ نُّرِيَكَ کہ ہم تمہیں دکھا دیں		
مَا نَعِدُهُمْ جو ہم وعدہ کررہے ہیں اُن سے	لَقٰدِرُوْنَ البتہ قادر ہیں	اِدْفَعْ دفع کرو	بِالَّتِيْ اس سے جو	هِيَ وہ	اَحْسَنُ سب سے اچھی بھلائی		
السَّيِّئَةَ برائی	نَحْنُ ہم	اَعْلَمُ خوب جانتے ہیں	بِمَا اس کو جو	يَصِفُوْنَ وہ بیان کرتے ہیں	وَقُلْ اور آپ فرمادیں	رَبِّ اے میرے رب	
اَعُوْذُ میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	مِنْ سے	هَمَزٰتِ وسوسے	الشَّيٰطِيْنِ شیطان	وَاَعُوْذُ اور میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	
رَبِّ اے میرے رب	اَنْ يَّحْضُرُوْنِ کہ وہ آئیں میرے پاس	حَتّٰٓي یہانتک کہ	اِذَا جَآءَ جب آئے	اَحَدَهُمُ ان میں کسی کو	الْمَوْتُ موت		
قَالَ کہتا ہے	رَبِّ اے میرے رب	ارْجِعُوْنِ مجھے واپس بھیج دے	لَعَلِّيْٓ شاید میں	اَعْمَلُ کام کروں	صَالِحًا کوئی اچھا کام		
فِيْمَا اس میں	تَرَكْتُ میں چھوڑ آیا ہوں	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهَا یہ تو	كَلِمَةٌ ایک بات	هُوَ وہ	قَآئِلُهَا کہہ رہا ہے	وَ اور
	مِنْ وَّرَآئِهِمْ اُن کے آگے	بَرْزَخٌ ایک برزخ	اِلٰى يَوْمِ اس دن تک	يُبْعَثُوْنَ وہ اٹھائے جائیں گے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ کفار ومنکرین نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے بلکہ قرآن کی نسبت بھی طرح طرح کی بکواس کرتے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے۔ کوئی کہتا کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے ہم جو چاہے کریں کوئی ہمارا کچھ نہیں کرسکتا کوئی کہتا کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا؟ اور کیسی جزا سزا؟ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ کوئی کہتا کہ اعمال کی بھلائی برائی کیسی؟ جسے ہم اچھا کہیں وہ اچھا جسے ہم برا کہیں وہ برا۔ ہماری باتوں میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔ پھر کفار کی سرکشی پر جو عذاب آنے کے وعدے ہوتے اور انہیں وعیدیں سنائی جاتیں تو وہ ان کو سن کر مذاق اڑاتے اور ازراہ تمسخر کہتے کہ اگر وعدہ

وعید سچ ہیں تو عذاب آتا کیوں نہیں؟ منکرین کی ان شرارتوں اور خباثتوں کا مقتضا یہی تھا کہ ان پر کوئی سخت عذاب آ دے۔ اس لئے آگے ان آیات میں ہر مومن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدا کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کا مطالبہ کیا جاوے۔ درحقیقت وہ ایسی خوفناک چیز ہے کہ سرکشوں اور گناہگاروں ہی کو نہیں نیکوکاروں کو بھی اپنی ساری نیکیوں کے باوجود اس سے ڈرنا اور پناہ مانگنا چاہئے اور اللہ سے ڈر کر یہ دعا کرنی چاہئے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھے اس کے ذیل میں شامل نہ کرنا یعنی ہم کو ایمان کی راہ پر مستقیم رکھنا اور کوئی تقصیر ہم سے ایسی سرزد نہ ہو کہ العیاذ باللہ عذاب کے لپیٹ میں آ جائیں۔

تو اگر چہ یہاں آیت میں خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہونا اگر چہ آپ کے لئے یقینی تھا اور اللہ کے رسول کا ظالموں کے ساتھ عذاب میں شامل ہونا قطعاً ناممکن تھا لیکن اظہار عبودیت کے لئے ایسی دعا تلقین فرمائی گئی اور درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے فرمانبرداروں کو ہدایت دینی مقصود ہے کہ ہر ایک اللہ کے غضب وعذاب سے پناہ مانگا کرے اور یوں کہے کہ اے رب اگر میری زندگی میں آپ کا عذاب ان نافرمانوں پر آنے والا ہو تو مجھے ان کے ساتھ عذاب میں شریک نہ کرنا اور اپنی رحمت سے تمام آفتوں سے محفوظ رکھنا۔ یہاں ایک پہلو تعلیم کا یہ بھی نکلتا ہے کہ ظلم کی نحوست اور اجتماعی گناہوں کی پاداش میں جب سزا کا کوڑا برستا ہے اور عذاب کی آگ برستی ہے تو صرف برے ہی اس میں نہیں جلتے بلکہ ان کے ساتھ بعض اوقات بھلے بھی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ اور دنیاوی تکالیف سے متاثر ہوتے ہیں۔ گو آخرت میں ان کو کوئی عذاب نہ ہو بلکہ اس دنیا کی تکلیف پر جو ان کو پہنچتی ہے اجر بھی ملے۔ قرآن کریم نویں پارہ سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔ **واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خآصة واعلموا ان اللہ شدید العقاب ٥** اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے کہ اے پروردگار جب آپ کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کریں تو مجھ کو فتنہ سے محفوظ رکھنا اور مجھ کو ایسی حالت میں اپنے پاس بلا لینا کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ غرض یہ کہ اس دعا کی تلقین سے اظہار عبودیت اور تواضع اور کسر نفسی کی تلقین ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے تو معلوم ہوا کہ ایک غیر صالح اور بدکار معاشرہ میں رہنے والے ہر صالح آدمی کو ہر وقت خدا کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے کچھ خبر نہیں کہ کب اور کس صورت میں ظالموں پر عذاب الٰہی کی آگ برسنے لگے اور پھر نہ معلوم اس عذاب کی چنگاریاں کہاں تک پہنچیں اور کون اس کی زد میں آ جائے (العیاذ باللہ) آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کفار ومنکرین کو سزا دے دیں اور جس عذاب سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے ابھی ابھی آپ کے سامنے ہی بھیج دیں لیکن انہیں ابھی مہلت دی جا رہی ہے تا کہ جس کو سیدھا ہونا ہے وہ ہو جائے اس لئے آپ ان کے ساتھ برائی کے بدلہ بھلائی کریں۔ آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضا یہی ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو اور آپ ان کی بیہودہ بکواس اور بے تکی باتوں سے مشتعل نہ ہوں۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔ وقت پر ان کو کافی سزا دی جائے گی۔

پھر نبی وقت اور اہلِ ایمان کے لئے یہی ایک اتفاق نہیں کہ شریر اور سرکش انسانوں سے نمٹنا پڑتا ہے۔ مگر وہ چونکہ ظاہر میں دکھائی دینے والے دشمن ہیں اس لئے انہیں دفع بھی کیا جاسکتا ہے اور ان کے ضرر سے بچا جاسکتا ہے لیکن ان کے علاوہ ایسے دشمن بھی ہیں جو دکھائی نہیں دیتے اور چھپ کر وار کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ شریر انسانوں کو بھی وہ شرارت پر اکساتے ہیں اور یہ ہیں شیاطین جو جنات کی نوع سے ہیں تو منکرین و مفسدین جو شیاطین الانس ہوئے ان کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ اوپر تعلیم فرمایا گیا تھا کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کیا جائے۔ لیکن شیاطین الجن اس طریقہ سے متاثر نہیں ہوسکتے۔ کوئی تدبیر یا نرمی ان کو رام نہیں کرسکتی اس لئے اس کا علاج جو صرف استعاذہ ہے تعلیم فرمایا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجانا تاکہ وہ قادر مطلق ان کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے اس لئے یہ دعا تعلیم فرمائی گئی کہ اے رب مجھے ان شیاطین کی نوک جھوک اور چھیڑ چھاڑ سے بچائیے اور اپنی عنایت سے ایسا کیجئے کہ وہ مجھ تک آنے ہی نہ پائیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شریر منکرین اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی موت کا وقت آپہنچے اور نزع کی حالت میں عذاب کا معائنہ کرکے پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ اے پروردگار قبر کی طرف لے جانے کی بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کردے تاکہ گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کرسکیں آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔ اس کا جواب ان کو ملے گا کہ اجل آجانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جاسکتا اور بالفرض واپس کردیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا وہی شرارتیں پھر سوجھیں گی۔ یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے۔ یہ کہتا رہے ہمارے ہاں شنوائی نہیں ہوگی۔ اور ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔ برزخ کے معنی آڑ یا پردہ یعنی جو چیز دو چیزوں کی بیچ میں آکر انہیں باہم ملنے سے روک دے وہ برزخ ہے۔ اصطلاح شرع میں وہ عالم ہے جو دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہونے پر ختم ہوجائے گا۔ اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ موت کے بعد روح انسانی عالم برزخ میں رہتی ہے اور حشر تک رہے گی جب کہ عالم آخرت شروع ہوجائے گا۔ تو مرنے کے بعد ہر کسی کی روح کو عالم برزخ میں جانا ہے نہ کہ واپس دنیا میں۔

الغرض یہ مصیبت تو ان کو مرنے کے وقت پیش آئے گی۔ پھر جب قیامت کا روز ہوگا اور صور پھونکا جائے گا تو کیا حال ہوگا یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں میں شامل فرمائیں اور خالصین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچائیں۔ یا اللہ نفس و شیطان کی شرارت اور وسوسوں سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ایمان و اسلام کی موت ہم کو نصیب فرمائیے۔ یا اللہ موت کے وقت ہمیں حسرت و افسوس سے بچائیے اور عالم برزخ میں ہماری روحوں کو چین و سکون عطا فرمائیے۔ اے اللہ! اس وقت ہمارے معاشرہ میں جو برائیاں پھیل گئی ہیں ہم ان برائیوں کے وبال سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یا اللہ آپ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور مرتے دم تک ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ

پھر جب صور پھونکا جاوے گا تو ان میں باہمی رشتے ناتے اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي

سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔

جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي

اُن کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ کیوں کیا تم کو میری آیتیں پڑھکر سُنائی نہیں جایا کرتی تھیں

تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا

اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم)

أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾

سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم بیشک پورے قصوروار ہیں ارشاد ہوگا کہ اسی میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔

فَإِذَا پھر جب	نُفِخَ پھونکا جائے گا	فِي الصُّورِ صور میں	فَلَا أَنسَابَ تو نہ رشتے	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	يَوْمَئِذٍ اس میں	
وَلَا يَتَسَاءَلُونَ اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے	فَمَن پس۔ جو۔ جس	ثَقُلَتْ بھاری ہوئی	مَوَازِينُهُ اس کا تولپلہ	فَأُولَٰئِكَ پس وہ لوگ		
هُمُ وہ	الْمُفْلِحُونَ فلاح پانے والے	وَمَنْ اور جو۔ جس	خَفَّتْ ہلکی ہوئی	مَوَازِينُهُ اس کے تولپلہ	فَأُولَٰئِكَ تو وہی لوگ	
الَّذِينَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوا خسارہ میں ڈالا	أَنفُسَهُمْ اپنی جانیں	فِي جَهَنَّمَ جہنم میں	خَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے	تَلْفَحُ جھلس دیگی	
وُجُوهَهُمُ ان کے چہرے	النَّارُ آگ	وَهُمْ اور وہ	فِيهَا اس میں	كَالِحُونَ تیوری چڑھائے ہوئے	أَلَمْ تَكُنْ کیا نہ تھیں	
آيَاتِي میری آیتیں	تُتْلَىٰ پڑھی جاتیں	عَلَيْكُمْ تم پر	فَكُنتُم پس تم تھے	بِهَا انہیں	تُكَذِّبُونَ تم جھٹلاتے تھے	قَالُوا وہ کہیں گے
رَبَّنَا اے ہمارے رب	غَلَبَتْ غالب آگئی	عَلَيْنَا ہم پر	شِقْوَتُنَا ہماری بدبختی	وَكُنَّا اور ہم تھے	قَوْمًا لوگ	ضَالِّينَ راستہ سے بھٹکے ہوئے
رَبَّنَا اے ہمارے رب	أَخْرِجْنَا ہمیں نکال لے	مِنْهَا اس سے	فَإِنْ پھر اگر	عُدْنَا دوبارہ کیا ہم نے	فَإِنَّا تو بیشک ہم	ظَالِمُونَ ظالم
قَالَ فرمائے گا	اخْسَئُوا پھٹکارے ہوئے پڑے رہو	فِيهَا اس میں	وَلَا تُكَلِّمُونِ اور کلام نہ کرو مجھ سے			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جب کفار ومنکرین کے سر پر موت آ کھڑی ہوتی ہے اور دوسرے عالم کا معائنہ ہونے لگتا ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنے جہل وکفر پر سخت ندامت اور افسوس ہوتا ہے اور پھر اس وقت دنیا میں لوٹا دینے کی درخواست کرتا ہے تاکہ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے مگر اس وقت اس کی درخواست کو رد کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اب تو دوبارہ دنیا میں واپس نہیں جاسکتا اور جب تک قیامت قائم ہو اسی مصیبت میں پڑا رہ۔ تو مرنے ہی کے وقت جو مصیبت کفار کو پیش آتی

ہے اس کا بیان اوپر فرمانے کے بعد اب جو قیامت میں ان کو پیش آئے گا وہ آگے ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو عالمِ برزخ ختم ہوکر عالم آخرت شروع ہوگا اور تمام مخلوق زندہ کر کے ایک میدان میں جمع کردی جائے گی اور اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے۔ بھائی بھائی سے۔ اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھے گا ایک دوسرے سے بے تعلق ہوں گے کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا کہ قیامت کے روز کفار میں باہمی رشتے ناتے نہ رہیں گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باپ باپ نہ رہے گا اور بیٹا بیٹا نہ رہے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا باپ کے ہر ایک اپنے حال میں کچھ اس طرح گرفتار ہوگا کہ دوسرے کو پوچھنے کا ہوش نہ رہے گا۔ پھر آج انسان کے لئے اس بات کا سمجھنا کس قدر دشوار ہوگیا ہے کہ وہ جو کچھ اس دنیا میں کر رہا ہے۔ وہ سب برابر لکھا جارہا ہے۔ مرنے کے بعد جب قیامت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے سامنے ساری زندگی بھر کے کرتوتوں کا کچا چٹھا رکھ دیا جائے گا۔ پھر اس کے سامنے اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جس کا اعمال کچھ وزن رکھتے ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ بدیوں کے مقابلہ میں جھکا ہوا ہوگا اس کو نجات و مغفرت نصیب ہوجائے گی اور دائمی خوش نصیبی اس کو حاصل ہوجائے گی اس کے برخلاف جس کے اعمال ہلکے اور بے وزن ثابت ہوں گے۔ اس کی شامت آجائے گی اور جہنم کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا جہاں آگ سے بدن جلتے جلتے سوج جائے گا۔ اور ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جہنمیوں کا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا اور زبان باہر نکل کر زمین پر لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم اور وہاں کے آزاروں سے ہم سب کو بالکلیہ محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین) اس وقت ان منکرین سے یوں کہا جائے گا کہ جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب آنکھوں سے دیکھ لو سچی تھیں یا جھوٹی؟ کیا دنیا میں اللہ کا کلام تم کو سنایا نہ گیا تھا اور دوزخ اور اس کے عذاب سے ڈرایا نہ گیا تھا؟ یہ بتاؤ تم نے ان سب کو جھوٹ کیوں جانا؟ کفار اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدبختی نے دھوکا دیا جو ایمان و اسلام کے سیدھے راستہ سے بھٹک کر کفر و شرک کو اختیار کیا اور اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ اب ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گناہ گار جو سزا چاہے دیجئے گا۔ اللہ عزوجل کی طرف سے جواب ملے گا کہ خاموش رہو اور اس دوزخ میں چپ چاپ پڑے رہو۔ بک بک مت کرو جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔

الغرض ان کفار کی ندامت و معذرت پر کوئی رحم نہ کیا جائے گا اور مزید باری تعالیٰ کی طرف سے جو ان کو خطاب ہوگا اور کفار جو جواب دیں گے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کے روز ہمارا حشر و نشر اپنے مومنین و مخلصین بندوں کے ساتھ فرمادیں اور بلا حساب کتاب محض اپنے فضل سے ہم سب کی مغفرت فرمادیں۔ یا اللہ! میزان میں ہماری نیکیوں کا پلہ بھاری فرمادیجئے گا اور جنت کی دائمی نعمتوں کو نصیب فرمائیے گا۔

یا اللہ جہنم کے دکھ اور آزار سے کامل طور پر ہم کو محفوظ فرمائیے گا۔ یا اللہ! ہماری غفلت کو دور فرمادے ہمارے دلوں میں قیامت کے حساب کتاب، جزا و سزا کا دھیان بٹھادے۔ ہمیں اپنے احکام کا متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی حالت میں موت نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝١٠٩

میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے) عرض کیا کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمایئے اور آپ سب رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالے ہیں۔

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝١١٠ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ

سوتم نے اُن کا مذاق مقرر کیا تھا یہاں تک کہ اُنکے مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن کو آج اُن کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے

الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝١١١ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝١١٢ قَالُوا

کہ وہی کامیاب ہوئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہوگے وہ جواب دیں گے کہ ہم

لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ۝١١٣ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝١١٤

ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے کیا خوب ہوتا کہ تم سمجھے ہوتے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝١١٥ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے سو اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہِ حقیقی ہے

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝١١٦ وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ

اسکے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس پر اُس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں۔

بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝١١٧ وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ

سو اُس کا حساب اُس کے رب کے ہاں ہوگا۔ یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی۔ اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب میری خطائیں معاف کر اور رحم کر اور تو سب

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝١١٨

رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے۔

اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ تھا	فَرِيْقٌ ایک گروہ	مِّنْ عِبَادِيْ میرے بندوں کا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے تھے	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	
فَاغْفِرْ لَنَا سو ہمیں بخش دے	وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما	وَاَنْتَ اور تو	خَيْرُ بہترین	الرّٰحِمِيْنَ رحم کرنے والے	فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ پس تم نے انہیں بنالیا		
سِخْرِيًّا ٹھٹھا	حَتّٰى یہاں تک کہ	اَنْسَوْكُمْ انہوں نے بھلا دیا تمہیں	ذِكْرِيْ میری یاد	وَكُنْتُمْ اور تم تھے	مِّنْهُمْ ان سے		
تَضْحَكُوْنَ ہنسی کیا کرتے تھے	اِنِّيْ بیشک میں	جَزَيْتُهُمُ میں نے جزا دی انہیں	الْيَوْمَ آج	بِمَا اس کے بدلے	صَبَرُوْا انہوں نے صبر کیا		
اَنَّهُمْ بیشک وہ	هُمُ وہی	الْفَآئِزُوْنَ مراد کو پہنچنے والے	قٰلَ فرمائے گا	كَمْ لَبِثْتُمْ کتنی مدت رہے تم	فِي الْاَرْضِ زمین (دنیا) میں		
عَدَدَ شمار حساب	سِنِيْنَ سال	قَالُوْا وہ کہیں گے	لَبِثْنَا ہم رہے	يَوْمًا ایک دن	اَوْ یا	بَعْضَ يَوْمٍ ایک دن کا کچھ حصہ	فَسْئَلِ پس پوچھ لے
الْعَآدِّيْنَ شمار کرنے والے	قٰلَ فرمائے گا	اِنْ لَّبِثْتُمْ نہیں تم رہے	اِلَّا مگر صرف	قَلِيْلًا تھوڑا عرصہ	لَوْ اَنَّكُمْ کاش کہ تم		

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جانتے ہوئے	اَفَحَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو؟	اَنَّمَا کہ	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا	عَبَثًا عبث بیکار	وَاَنَّكُمْ اور یہ کہ تم		
اِلَيْنَا ہماری طرف	لَا تُرْجَعُوْنَ نہیں لوٹائے جاؤ گے	فَتَعٰلَى پس بلندتر	اللّٰهُ اللہ	الْمَلِكُ بادشاہ	الْحَقُّ حقیقی	لَا نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود
اِلَّا هُوَ اس کے سوا	رَبُّ مالک	الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ عزت والا عرش	وَ اور	مَنْ يَّدْعُ جو پکارے	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ		
اِلٰهًا اٰخَرَ کوئی اور معبود	لَا بُرْهَانَ نہیں کوئی سند	لَهٗ اسکے پاس	بِهٖ اس کیلئے	فَاِنَّمَا سو تحقیق	حِسَابُهٗ اس کا حساب		
عِنْدَ رَبِّهٖ اسکے رب کے پاس	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُفْلِحُ فلاح کامیابی	نہیں پائینگے	الْكٰفِرُوْنَ کافر	وَقُلْ اور آپ کہیں	رَبِّ اے میرے رب	
اغْفِرْ بخش دے	وَارْحَمْ اور رحم فرما	وَاَنْتَ اور تو	خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ بہترین رحم کرنیوالا ہے				

تفسیر وتشریح:۔ یہ اس سورۂ مومنون کے خاتمہ کی آیات ہیں۔

گزشتہ آیات میں کفار ومنکرین کا حال بروز قیامت بیان کیا گیا تھا کہ اپنے کفر کی وجہ سے ان کو دائمی عذاب جہنم ہوگا۔ اس وقت کفار اپنے جرم کا اقرار کر کے عذر معذرت کریں گے اور درخواست کریں گے کہ اس مرتبہ ان کو جہنم سے آزاد کر دیا جائے اور دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے۔ آئندہ وہ کفر نہ کریں گے۔ اس پر ان کو جواب ملے گا کہ بک بک مت کرو۔ اب خاموشی کے ساتھ جہنم میں پڑے رہو۔ جیسا دنیا میں کیا تھا ویسا اب بھگتو، تم پر اب کوئی رحم وکرم نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو مزید شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لئے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے اور ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں میرے بندے اہل ایمان جب اپنے رب کے آگے دعا و استغفار کرتے تھے تو تم کو ان کے ساتھ ہنسی اور مذاق سوجھتا تھا۔ اور ان کی ان خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے اور ان کے اتنا پیچھے پڑتے تھے گویا کہ تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا کہ جو تمہاری ان شرارتوں کی سزا دے سکے۔

اس آیت میں کیسی صحیح اور عبرتناک تصویر پیش کی ہے۔ آج کتنے ہی منکر اور کافر نہیں بلکہ نام کے مسلمان بھی اپنی "روشن خیالی" کے زعم میں اسی طرح کا مضحکہ سیدھے سادے دیندار مسلمانوں کا اڑاتے ہیں۔ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ اللہ کے مخلص دیندار بندوں سے مضحکہ وتمسخر کا انجام نار جہنم ہے۔ آگے ان کفار سے خطاب جاری رکھتے ہوئے مزید کہا جائے گا کہ اہل ایمان نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا۔ آج دیکھو کہ تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب و کامران اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں اور تم اپنی روشن خیالی پر گھمنڈ رکھنے والے اس ناکامی اور نامرادی کے عذاب میں گرفتار نکلے۔ پھر منکرین قیامت و آخرت سے بطور زجر وتوبیخ کے یہ سوال ہوگا کہ تم جو کہتے تھے کہ مر کر جینا نہیں اور زندگی ہے تو بس دنیا ہی کی زندگی ہے۔ اور وہاں کی زندگی اور اس کے لذات اور مال وجاہ پر تم ریجھے ہوئے تھے۔ اور اب یہاں اپنے گمان کے خلاف مر کر دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے کئے کی سزا پانا اور عذاب ابدی میں مبتلا ہونا دیکھ لیا اب بتاؤ کہ تم دنیا میں کس قدر ٹھہرے تھے؟ منکرین تو اس وقت دکھ اور درد کے مارے حواس باختہ ہو رہے ہوں گے۔ جواب میں کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں ایک روز یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ ہم دنیا میں کتنی مدت رہے۔ فرشتوں سے کہ جو اعمال اور عمر کا حساب رکھتے تھے ان سے پوچھ لیا جائے۔ جواباً ارشاد ہوگا کہ اب تو تمہیں بھی اقرار ہے کہ دنیا میں تھوڑی ہی مدت رہے۔ اگر یہ بات تم اس وقت سمجھ لیتے کہ دنیا کی بقا ناقابل اعتبار ہے اور اس کے سوا کوئی اور دار القرار ہے تو آج یہ گت تمہاری کیوں بنتی مگر وہاں تو بس بقا دنیا ہی میں منحصر سمجھا اور اس عالم آخرت کی نفی کرتے رہے اور اب اگر سمجھے تو بالکل بیکار ہے۔ اگر دنیا ہی میں سمجھ لیتے کہ دنیا تھوڑے دن کی ہے اور ہمارے رسولوں اور کتابوں ہی کے کہنے سے مان جاتے تو آج اس قدر حسرت اور ندامت میں مبتلا نہ ہوتے اور نہ جہنم کی آگ میں جلتے۔

اب آگے انسانوں کو خواب غفلت سے چونکانے کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو! یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ تمہیں ہم نے کھیل کے طور پر

بنایا ہے کہ تم جو چاہے کرو۔ سنو اور غور کرو کہ تمہیں یقیناً ایک دن ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اور تمہارے دنیا کے اعمال کا زبردست نتیجہ نکلنا ہے۔ یا تو جنت میں داخل ہو کر ابدی راحت میں رہو گے یا دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں نہ جانے کب تک جلو گے۔

اب چونکہ سورۃ خاتمہ پر آرہی ہے اس لئے تمام سورت کا خلاصہ اور نتیجہ ارشاد ہوتا ہے کہ یاد رکھو حقیقی بادشاہ اللہ ہی ہے جو بہت ہی عالیشان ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے جو کوئی اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی معبود سمجھے گا وہ ہٹ دھرم ہے اور ناسمجھ ہے۔ اس کے پاس کوئی دلیل اور کوئی سند اس بات کی نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ حقیقی رب اللہ عزوجل اس سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کا انکار کئے بیٹھے ہیں۔ یقیناً وہ آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گے۔ ان کو نجات اور فلاح ہرگز میسر نہ ہوگی۔

سورۃ کی ابتداء **قد افلح المومنون** سے فرمائی گئی تھی کہ بالتحقیق مومن ہی فلاح یاب ہوں گے اور خاتمہ پر مقابلہ میں **انه لایفلح الکافرون** فرمایا گیا کہ یقینی بات ہے کہ کافر فلاح یاب نہ ہوں گے اس طرح کس خوبی سے کلام کو تمام فرمایا گیا۔

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ یہ گفتگو تو کفار سے متعلق تھی اگر یہ لوگ طالب مغفرت و رحمت نہیں ہیں تو نہ ہوں، آپ اور آپ کے متبعین اس کو طلب کیجئے اور یوں کہا کیجئے کہ اے میرے رب مغفرت فرمایئے اور رحم فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں۔

اس سورۃ کے اخیر کی چار آیات میں یعنی **افحسبتم** سے سورہ ختم تک بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوتا ہے اور علماء و مشائخ نے تجربہ کیا ہے اس لئے ان اخیر کی چار آیات کا ورد اکثر رکھنا چاہئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک سریہ یعنی چھوٹا لشکر روانہ فرمایا اور یہ حکم دیا کہ صبح اور شام یہ آیتیں پڑھا کریں۔ یعنی **افحسبتم** سے **وانت خیر الرّٰحمین** تک۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حسب الارشاد یہ آیتیں پڑھیں تو ہم صحیح سالم مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ان کا گذر ایک ایسے بیمار پر ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں سورۂ مومنون کی یہی آیتیں **افحسبتم** سے آخر سورۃ تک پڑھ دیں وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ آیتیں پڑھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ پاک کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو وہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو دعا تلقین فرمائی تھی اور جو آج تک اہل ایمان اپنی نمازیں اکثر پڑھتے ہیں یعنی **اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا. وانه لایغفر الذنوب الا انت فغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم ٥**

یہ دعا اس آخری آیت **وقل رب اغفر و ارحم وانت خیر الرّٰحمین٥** کے امتثال امر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے اس دعا کو اپنی نمازوں میں مانگنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

الحمدللہ اس درس پر اس سورۃ کا بیان ختم ہوا جس میں چھ رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَسِتُّوْنَ آيَةً وَتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسکو ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تا کہ تم سمجھو

سُوْرَةٌ ایک سورۃ	اَنْزَلْنٰهَا جو ہم نے نازل کی	وَفَرَضْنٰهَا اور لازم کیا اس کو	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیں	فِيْهَآ اسمیں
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ واضح آیتیں	لَعَلَّكُمْ تا کہ تم	تَذَكَّرُوْنَ تم یاد رکھو		

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اٹھارویں پارہ کی سورۃ النور کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس درس میں سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی انشاء اللہ تشریح کی جائے گی۔ جس سے پہلے سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام و زمانۂ نزول۔ تاریخی پس منظر۔ موضوع ومباحث۔ تعداد رکوعات و آیات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے پانچویں رکوع کی پہلی آیت میں اللہ نور السموت والارض کا جملہ آیا ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تو چونکہ اس سورۃ میں اللہ کے نور کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کا نام سورۃ النور ہوا۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور ۶ ہجری کے آخری نصف میں اس کا مدینہ منورہ میں نزول ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی چوبیسویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۵ لکھا ہے یعنی قرآن پاک کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۰۴ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۶۴ آیات اور ۹ رکوعات ۱۴۲۰ کلمات اور ۶۴۱۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

تاریخی پس منظر یعنی جن حالات میں اس سورۃ کا نزول ہوا مختصراً اس طرح ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں یہود سے مصالحت کا معاہدہ فرمایا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفا فرماتے رہے لیکن اس وقت یہود چونکہ مدینہ کے رئیس اور بڑے مانے جاتے تھے آپ کے تشریف لانے کے بعد اسلام کی روز افزوں شوکت کو دیکھ کر ان کو سخت غیظ ہوتا تھا اور اسی لئے وہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے درپے آزار رہتے تھے۔ غزوہ بدر ۲ھ میں جب کفار مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو حیرت انگیز فتح ہوئی تو یہود مدینہ کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی۔ بالآخر انہوں نے علانیہ عہد شکنی شروع کر دی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے مختلف قبائل سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ مقابلہ ہوا تو کچھ قبائل جلاوطن ہو کر شام چلے گئے اور کچھ خیبر وغیرہ چلے گئے۔ ادھر قریش مکہ پہلے سے مدینہ کے یہود اور منافقین کو خط لکھ کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت پر اکسا رہے تھے بلکہ یہ دھمکی بھی ساتھ دی تھی کہ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نہ نکال دو گے تو ہم تمہارے ساتھ بھی جنگ کریں گے۔ گویا قریش مکہ۔ یہود مدینہ اور منافقین سب کی مجموعی طاقت اسلام کے خلاف کھڑی ہو گئی۔ بالآخر ذی قعدہ ۵ھ میں سب نے اپنی پوری پوری قوتیں جمع کر کے یکبارگی مدینہ طیبہ پر حملہ کی ٹھہرائی اور اس طرح دس ہزار آدمیوں کا لشکر جرار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ کی طرف بڑھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر جنگ کرنا مناسب نہیں بلکہ جس طرف سے مدینہ کے اندر ان کے گھسنے کا احتمال ہے اس طرف خندق کھود دی جائے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور تین ہزار صحابہ کرام کو لے کر خندق کھودنے کے لئے خود بھی کمربستہ ہو گئے چھ دن میں یہ پانچ گز گہری خندق اس طرح تیار ہوئی کہ اس کے کھودنے میں خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے دستِ مبارک کا ایک بڑا حصہ تھا۔ ایک مرتبہ خندق

کھودتے ہوئے ایک پتھر کی چٹان نکل آئی جس کی وجہ سے سب کے سب عاجز ہوگئے تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے ایک کدال مارا تو اس کے ٹکڑے اڑ گئے غرض خندق تیار ہوگئی ادھر کفار کا لشکر آ پہنچا اور مدینہ کا محاصرہ کرلیا تقریباً ایک ماہ تک مدینہ میں مسلمان محصور رہے۔ محاصرہ کی وجہ سے مدینہ میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ رسد کی قلت سے صحابۂ کرام پر تین تین فاقہ گزر گئے۔ ایک روز مضطر ہوکر صحابہؓ نے اپنے پیٹ کھول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے کہ سب نے پیٹ سے پتھر باندھ رکھے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کیلئے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) ادھر محاصرین جب خندق عبور نہ کرسکے تو وہیں سے تیر اور پتھر برسانے شروع کئے۔ جانبین سے مسلسل تیر اندازی ہوتی رہی اسی سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہوئیں بالآخر خداوند قدوس نے اس بے سروسامان جماعت کی مدد فرمائی اور لشکر کفار پر ہوا کا ایک ایسا طوفان مسلط فرمایا جس نے ان کی فوج کے حواس معطل کردیئے غرضیکہ ایک مہینہ تک سر مارنے کے بعد آخر کار ناکام اور خاسر ہوکر واپس چلے گئے اور ان کے جاتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان صحابہ سے فرمادیا کہ اس سال کے بعد اب قریش تم پر چڑھائی نہیں کریں گے بلکہ تم ان پر چڑھائی کروگے۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ اب اسلام بچاؤ کی نہیں بلکہ اقدام کی لڑائی لڑے گا اور کفر کو اقدام کے بجائے بچاؤ کی لڑائی لڑنی پڑے گی۔ مشرکین۔ منافقین۔ یہود اب سبھی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کو محض ہتھیاروں اور فوجوں کے بل پر شکست نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے اب دشمنان اسلام کی سرگرمیوں کا رخ جنگی کارروائیوں سے ہٹ کر رذیلانہ حملوں اور داخلی فتنہ انگیزیوں کی طرف پھر گیا اور چونکہ یہ خدمت باہر کے دشمنوں کی بہ نسبت خود مسلمانوں کے اندر گھسے ہوئے منافقین زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتے تھے اس لئے مخالفین اسلام کی اب یہ سازش قرار پائی کہ مدینہ کے منافقین اندر سے فتنہ اٹھائیں اور یہود و مشرکین باہر سے ان کا زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

چنانچہ مدینہ کے منافقین جو بظاہر مسلمان بن کر اہل اسلام میں گھلے ملے تھے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے کہ جس سے وہ مسلمانوں میں آپس میں بدگمانی پھیلاسکیں تاکہ مسلمانوں کے اتحاد اور نظم اور ان کی اجتماعی قوت میں رخنہ پڑے۔ چنانچہ منافقین کئی موقعوں پر افترا پردازی کا طوفان عظیم لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح کا ایک حملہ منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں کھڑا کیا مگر مخالفین کے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب وحی الٰہی نے سورۂ احزاب میں دیا اور منافقین کی اس مہم پر سخت زجر و توبیخ کی گئی جس کی تفصیلات انشاءاللہ اکیسویں پارہ سورۂ احزاب میں بیان ہونگی۔

دوسرا حملہ منافقین نے ہجرت کے چھٹے سال غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر کھڑا کیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کی اور آپ پر تہمت لگا کر بیہودہ خبریں اور افواہیں مسلمانوں میں پھیلائیں۔ شیطانی وسوسوں نے کام کیا اور کچھ سادہ دل مخلص مسلمان بھی اس بے بنیاد جھوٹی افواہ کے سننے اور دوسروں سے ذکر کرنے میں شامل ہوگئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعۂ تہمت کی وہی شان ہے جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے قصہ کی شان ہے جس کی تفصیل سورۂ مریم سولہویں پارہ میں گزری اور جس طرح حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ کی عصمت و نزاہت میں شک کرنا کفر ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و عصمت پر ایمان لانا فرض ہے اور آپ کی عصمت و نزاہت میں شک کرنا کفر ہے۔ دونوں کی عفت و عصمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور نص قرآنی کا انکار کفر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا شوشہ چھوڑ کر منافقین نے بیک وقت کئی شکار کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت پر حملہ کیا۔ دوسری طرف اسلامی وقار کو گرانے کی کوشش کی اور تیسری طرف مسلمانوں کے اندر کمال درجے کے اتحاد اور نظم و

21 ضبط میں رخنہ پیدا کرنے کی اسکیم بنائی۔ یہ تھے وہ حالات کہ جس میں یہ سورۂ نور نازل ہوئی۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے سے آئندہ دوران سورۃ تشریحات سمجھنے میں انشاءاللہ سہولت اور آسانی ہوگی اس لئے یہ پس منظر بیان کرنا ضروری تھا۔

اس سورۃ کے مرکزی مطالب عورت کی عفت سے متعلق ہیں۔ اس لئے حدیث صحیح میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آیا ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔ اس سورۃ میں زیادہ تر گھریلو اور اجتماعی زندگی کے پاک صاف رکھنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ ناجائز تعلقات جنسی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ پاکیزہ گھرانوں کی مستورات کے متعلق وہم وگمان کی بنا پر برے خیالات پھیلانے والوں کی سزا کا قانون بیان فرمایا گیا ہے۔ بیوی پر ناپاکی کا الزام لگانے والے خاوند کے لئے لعان کا قانون بتایا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کی شہادت دی گئی اور آپ کے متعلق بدگمانی پھیلانے والوں کو سرزنش کی گئی اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اللہ کے برگزیدہ بندں کی بابت بدگمانیوں سے بچیں ورنہ سخت سزا کے سزاوار ہوں گے۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ پاکیزہ زندگی اختیار کریں اور اس کا طریقہ بتایا گیا۔ بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کردینے کی مصلحت سمجھائی گئی۔ اسلامی معاشرہ کو بیہودہ باتوں۔ خرابیوں اور بدگمانیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے معاشرتی اور تمدنی قوانین کی تعلیم دی گئی۔ اس سورت میں مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ انہیں زمین میں حکومت وسلطنت دی جائے گی تاکہ انہیں اسلام کی خوبیاں اور برکتیں تمام دنیا میں پھیلانے کا موقع مل جائے۔ پھر آپس میں مل جل کر رہنے کی تعلیم دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب وتعظیم کی ہدایت کی گئی اور بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیسا ہونا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں بڑے بڑے اور اہم قوانین وہدایات کے علاوہ منافقین اور مؤمنین کی علامتیں بتائی ہیں تاکہ معاشرہ میں پتہ چل جائے کہ مخلص اہل ایمان کون ہیں اور منافق کون؟ ان جملہ امور کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

اس تمہیدی تشریح کے بعد اب آیت زیرتفسیر کی تشریح سنیئے۔

سورۃ کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے کہ لفظ لفظ سے اہمیت ٹپکتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"یہ ایک سورۃ ہے کہ جس کے الفاظ کو بھی ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو بھی ہم نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورۃ میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو۔"

اب یوں تو سارا ہی قرآن اور تمام سورتیں حق تعالیٰ ہی کی نازل کی ہوئی ہیں مگر اس سورۃ کے احکام کو خاص اہمیت دینے کے لئے فرمایا گیا کہ اس کا نازل کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے اسے کسی اور ناصح کے کلام کی طرح ہلکی چیز نہ سمجھ بیٹھنا۔ خوب جان لو کہ اس کا نازل کرنے والا وہ ہے جس کے قبضہ میں تمہاری جانیں ہیں اور جس کی گرفت سے تم مرکر بھی نہیں چھوٹ سکتے اس لئے مخاطبین سمجھ لیں کہ اس کے مضامین واحکام ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ جو صاف صاف نصیحتیں اور کھری کھری باتیں اس سورۃ میں بیان کی گئی ہیں اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان ان کو حرز جان بنائے اور ایک منٹ کے لئے ان سے غفلت نہ کرے لفظ فرضنھا اور اسے ہم نے فرض کیا ہے۔ یہ صاف ظاہر کررہا ہے کہ یہ قطعی احکام ہیں جس کی پیروی کرنا لازم ہے۔ یہ نہیں کہ یہ کوئی "سفارشات" ہیں کہ آپ کا جی چاہے تو مانیں ورنہ جو چاہے عمل کرتے رہیں اور جیسے چاہیں عائلی اور خانگی قوانین بناتے رہیں پھر آیاتِ بینٰتٍ یعنی صاف صاف کھلی آیات کہہ کر یہ واضح کردیا کہ جو ہدایات واحکام اس سورۃ میں دیئے جارہے ہیں ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف صاف اور کھلی ہدایات ہیں جس کے متعلق تم یہ عذر نہیں کرسکتے کہ فلاں حکم ہماری سمجھ میں نہیں آیا اس لئے ہم کیسے عمل کرتے۔ اس پرشوکت تمہید کے بعد احکام شروع ہوجاتے ہیں اور سب سے پہلا حکم زانی اور زانیہ کی سزا کے متعلق ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد سو ان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو۔ اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ

ذرا رحم نہ آنا چاہیئے اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

حاضر رہنا چاہیے۔

اَلزَّانِيَةُ بدکار عورت	وَالزَّانِيْ اور بدکار مرد	فَاجْلِدُوْا تو تم کوڑے مارو	كُلَّ وَاحِدٍ ہر ایک کو	مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے	مِائَةَ سو
جَلْدَةٍ کوڑے	وَلَا تَأْخُذْكُمْ اور نہ پکڑو (نہ کھاؤ)	بِهِمَا ان پر	رَأْفَةٌ مہربانی (ترس)	فِيْ میں	دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	اِنْ اگر
كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان رکھتے ہو	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت	وَلْيَشْهَدْ اور چاہیے کہ موجود ہو	عَذَابَهُمَا ان کی سزا	
طَآئِفَةٌ ایک جماعت	مِّنَ سے۔کی	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن (مسلمان)			

تفسیر و تشریح:- گذشتہ تمہیدی آیت میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا تھا کہ یہ عظیم الشان جلیل القدر سورۃ ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے خود اس میں احکام مقرر کئے ہیں جن کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اس تمہید کا انداز بیان خود بتا رہا ہے کہ سورۂ نور کے احکام کو اللہ تعالیٰ کتنی اہمیت دے کر پیش فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ کے نازل ہونے سے پہلے تہمت تراشی کا ایک ایسا افسوسناک واقعہ پیش آیا تھا جس سے اجتماعی زندگی کے آرام و سکون میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ مراد اس سے واقعۂ افک ہے جبکہ منافقین نے محض اسلام دشمنی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر غلط اور بے بنیاد بدگمانی پھیلانی شروع کر رکھی تھی جس کی تفصیلات اگلے رکوع میں ظاہر فرمائی گئی ہیں۔ اس لئے تمہید کے الفاظ اتنی شان و شوکت کے ہیں تاکہ لوگ اس سورۃ کے احکام کو ہمیشہ یاد رکھیں اور برائیوں سے بچیں۔ چونکہ منافقین نے معاذ اللہ، معاذ اللہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا سے متعلق تہمت لگائی تھی مگر آپ کی برأت اور پاک دامنی پر قرآن پاک نے شہادت دی اور اگلے دو رکوع مستقل آپ کی صدیقیت پر نازل ہوئے۔ اس لئے اس سورۃ میں احکام کی ابتداء زنا کی سزا سے ہوتی ہے اور پہلا حکم اس آیت میں یہ دیا جاتا ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ درے مارے جائیں۔ یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں یہ ۱۰۰ دُرے کی سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد، عاقل اور بالغ ہو اور نکاح کئے ہوئے نہ ہو یا نکاح اگر ہو چکا ہے تو ہم بستری نہ ہو سکی ہو۔ اور اگر آزاد، بالغ اور عاقل مرد و عورت نکاح سے فائدہ اٹھا چکے ہوں اور ہم بستری ہو چکی ہو تو ایسے مرد و عورت کو زنا کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے یعنی اتنے پتھر اس کے مارے جائیں کہ وہ مر جائے۔ یہ سزا رجم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے حیات مبارکہ میں جاری فرمائی اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل برابر اسی قانون پر رہا۔ اگر شادی شدہ آزاد مرد یا عورت سے زنا سرزد ہوا تو سنگسار کیا گیا اور غیر شادی شدہ آزاد مرد و عورت کے ۱۰۰ کوڑے مارے گئے۔ (نوٹ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ بینات کراچی اشاعت خاص ''رجم کی شرعی حیثیت''

بابت ماہ رجب و شعبان ۱۴۰۱ھ مطابق جون جولائی ۱۹۸۱ء)

زنا کا عام مفہوم جس سے ہر شخص واقف ہے یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت بغیر اس کے کہ ان کے درمیان جائز رشتہ زن وشو ہر ہو باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔ اس لئے اس جرم کی سزا بھی ایسی ہی رکھی گئی ہے۔ اس فعل بد کی شامت سے دنیا میں بھی انسانوں پر بہت سی بلائیں نازل ہوتی ہیں جیسے دشمن کا غلبہ۔ رزق کی تنگی۔ عزت کی بربادی۔ عمر میں بے برکتی۔ ملک و دولت کی بربادی۔ سینکڑوں بیماریوں کا آنا اور روح پر بھی ایسی تاریکی پیدا ہوتی ہے جو مرنے کے بعد اندھیری اور عذاب آتش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں بھی ایسا شخص مقہور ہو جاتا ہے اور نیک لوگ بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ زنا سے فقط دونوں زنا کار مرد و عورت ہی اپنی شخصیت۔ وقار۔ عزت اور تہذیب کو برباد نہیں کرتے بلکہ اگر یہ سلسلہ قائم رہے تو خاندان کے خاندان اور قومیں کی قومیں مختلف مصائب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جتنی سخت سزا زنا کی مقرر کی ہے کسی دوسرے اخلاقی یا مالی جرم کی ایسی سنگین تعزیر مقرر نہیں کی۔ آج بھی جن ملکوں میں مثلاً حجاز۔ نجد۔ یمن جہاں زنا کی حد شرعی جاری ہے وہاں جرم زنا آج بھی گویا عنقا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی یہ سزا جاری نہیں ہے وہاں زنا کے بازار عام ہیں جن میں افسوس صد افسوس آپ کا ملک پاکستان بھی شامل ہے۔ اہل ملک۔ ملک کی اس حالت سے خوب واقف ہیں۔ مجھے تشریح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک اسلامی ملک میں ہم صاحب اختیار ہو کر قرآنی تعزیرات اور شرعی سزائیں جاری نہ کر کے جہاں ہم ایک طرف قرآن کے نافرمان بلکہ باغی ہونے کے مجرم ہیں وہیں دوسری طرف معاشرہ میں دن دگنی رات چوگنی برائیاں، فسق و فجور، بدکرداری، بے حیائی اور طرح طرح کے جرائم کی کثرت اور پیداوار کے بھی ذمہ دار ہیں۔ اگر آج آپ شرعی سزائیں یہاں جاری کردیں۔ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ شادی شدہ زانی یا زانیہ کو سنگسار کیا جائے۔ غیر شادی شدہ کے سو کوڑے مارے جائیں۔ ڈکیتی۔ راہزنی اور لوٹ مار کرنے والوں کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں کے کاٹے جائیں۔ یا جلاوطن کر دیا جائے۔ شرابی کو اسی کوڑوں کی پٹائی کی سزا دی جائے وغیرہ وغیرہ تو آپ دیکھ لیں کہ پاکستان حقیقی معنی میں پاکستان بن جائے۔ زنا، شراب، جواء، قمار، سٹہ، رشوت، قتل، اغوا، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی کس طرح عنقا ہو جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارا ذہن اتنا مفلوج ہو گیا ہے کہ ہماری اپنی کوئی رائے باقی ہی نہیں رہی۔ جسے یورپ اچھا کہتا ہے بس اسے ہم بھی اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ جسے یورپ برا قرار دیتا ہے اسے ہم بھی برا تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر وہاں سے سند جواز مل گئی تو پھر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اگر وہاں سے کسی بات کے غلط اور ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر ہو گیا تو ہماری زبانیں گنگ ہو گئیں، ہمارے دلوں پر تالے پڑ گئے۔ ہمارے دماغوں کے سوتے خشک ہو گئے۔ انا لِلّٰهِ و انا الیه رجعون

جس قوم کے پاس قرآن کریم جیسی کتاب اور سید الانبیاء فخر رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ذات عالی مرتبت کی تعلیمات موجود ہوں اسے یورپ کے دہریوں اور مغرب کے فسق نوازوں کی تقلید اور دریوزہ گری سے کیا کام۔ اے اللہ! آپ اپنے کرم سے پھر ہم کو مومنانہ فراست۔ قلندرانہ جرأت فقیہانہ دانش و حکمت۔ داعیانہ بے باکی اور ہمت عطا فرما دے اور اپنے آسمانی دین اور کتاب کا سچا وفادار بنا دے اور جس اسلام کے نام پر یہ ملک پاکستان بنا تھا اسی اسلام کی یہاں حقیقی حکومت ہم کو عطا فرما دے آمین۔ یہ مضمون یہاں بیچ میں اضطراری طور پر آ گیا۔

اس آیت کے مخاطب کہ زانیہ اور زانی ہر ایک کے سو سو دُرے مارو۔ صاحب حکومت اور امرائے اسلام ہیں۔ یا ان کے مقرر کئے ہوئے قاضی و حاکم۔ اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی کے اور زانیہ کے خلاف کارروائی کرے اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ زنا پر سزا دے اس پر تمام امت کے فقہا کا اتفاق ہے کہ آیت میں لفظ فاجلدوا یعنی ان کے کوڑے مارو کے مخاطب عوام نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے حکام اور قاضی ہیں۔

زانیہ عورت اور زانی مرد کی سزا کا حکم بیان کرنے کے بعد آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ان پر ترس کھانے اور رحم کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم پر دامنگیر نہ ہو۔ یہاں آیت میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ زنا کی اس حد شرعی کو "دین اللہ" فرمایا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی دین نہیں ہیں بلکہ شرعی سزاؤں کا جاری کرنا بھی عین دین ہے۔ اس طرح دین کو قائم کرنے کا مطلب صرف نماز، روزہ ہی کا قائم کرنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جملہ قانون اور نظام شریعت قائم کرنا دین ہے۔ اب اسی سے اس کا خلاف بھی سمجھ لیا جائے کہ جہاں اللہ کے قانون کو چھوڑ کر اور رد کر کے کوئی دوسرا قانون اختیار کیا جائے تو گویا دین اللہ کو رد کر دیا گیا۔ تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف تنبیہ فرما دی کہ زانی اور زانیہ پر میری تجویز کردہ سزا نافذ کرنے میں مجرم کے لئے رحم و شفقت کا جذبہ تمہارا ہاتھ نہ پکڑے۔ اسی بات کو اور زیادہ کھول کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا کہ یہ حرکت تو نے کیوں کی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ آپ کے بندوں پر رحم کھا کر۔ ارشاد ہوگا کہ اچھا تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ رحیم تھا؟ پھر حکم ہوگا کہ لے جاؤ اسے جہنم میں۔ ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا اضافہ کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ کس لئے کیا تھا۔ وہ عرض کرے گا تاکہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہوگا کیا تو ان کے معاملہ میں مجھ سے یادہ حکیم تھا۔ پھر حکم ہوگا لے جاؤ اسے دوزخ کی طرف (تفسیر کبیر) یہ نتیجہ تو اس صورت میں ہے جبکہ حد شرعی میں کچھ کمی بیشی کا عمل رحم یا مصلحت کی بنا پر ہو لیکن اگر قانون الٰہی میں ایک سرے سے رد و بدل ہی کر دیا جائے یا اس کو بالکل ہی رد کر دیا جائے تو یہ اور بھی سنگین جرم ہے۔ پھر آگے اس حد کو جاری کرنے کی تاکید میں یہ بھی فرمایا ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر یعنی اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام و حدود جاری کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک لو یا اس میں کمی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر شفیق و مہربان ہے۔ اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم حکمت و رحمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر صاحب اقتدار اس کے احکام و حدود کے اجراء میں کوتاہی کریں گے تو قیامت میں ان کی پکڑ ہوگی۔ اس لئے دنیا میں اللہ کی مقرر کی ہوئی سزائیں بلا رورعایت اور بغیر کسی قسم کے پس و پیش کے مجرموں کو دینی چاہئے۔ آگے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ یہ سزا چپکے سے سب سے چھپا کر دے دی جائے۔ نہیں بلکہ دوسروں کی عبرت کے لئے ضروری ہے کہ ایسے حیا سوز کام کرنے والوں کو برملا سب کے سامنے سزا دی جائے تاکہ ان کی سزا اور رسوائی دیکھ کر دوسرے عبرت پکڑیں اور ایسے کاموں سے بچیں۔ آیت کے اس جملہ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین یعنی سزائے زنا کے جاری کرنے کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے

تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسلام میں سب سزاؤں اور خصوصاً حدود کو منظر عام پر جاری کرنے کا طریقہ رائج ہے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو مگر ایک جماعت کو اس میں حاضر رہنے کا حکم یہ بھی سزائے زنا کی خصوصیت ہے۔ فواحش اور بے حیائی کی روک تھام کے لئے شریعت اسلام نے دور دور تک پہرے بٹھائے ہیں عورتوں پر پردہ لازم کر دیا گیا۔ مردوں کو نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ زیور کی آواز یا عورت کے گانے کی آواز کو ممنوع قرار دیا گیا کہ وہ بے حیائی کے لئے محرک ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جس شخص سے ان معاملات میں کوتاہی دیکھی جائے اس کو خلوت میں تو سمجھانے کا حکم ہے مگر اس کو رسوا کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن جو شخص ان تمام شرعی احتیاطوں کو توڑ کر اس درجہ میں پہنچ گیا کہ اس کا جرم شرعی شہادت سے ثابت ہو گیا تو اب اس کی پردہ پوشی دوسرے لوگوں کی جرأت بڑھانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب تک جتنا اہتمام پردہ پوشی کا شریعت نے کیا اب اتنا ہی اہتمام اس کی تفضیح اور رسوائی کا کیا جاتا ہے۔ اسی لئے زنا کی سزا کو صرف منظرِ عام پر جاری کرنے پر کفایت نہیں فرمائی بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس میں حاضر اور شریک رہنے کا حکم دیا گیا۔ (معارف القرآن)

اب رہے وہ امور کہ جن سے ثبوت زنا ہو سکے اور جس پر حد شرعی جاری ہو سکے۔ ان کی تفصیلات فقہا نے کتب فقہ میں لکھی ہیں۔ مثلاً ثبوت زنا یا تو چار مردوں کی عینی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے خود چار مرتبہ اقرار کر لینے سے۔ پھر بھی امام۔ قاضی یا حاکم عدالت بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے؟ کہاں کیا؟ کس سے کیا؟ کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا اور گواہوں کو صراحۃً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا۔ اور یہ مسائل کہ کوڑا کیسا ہو؟ کس طرح مارا جائے؟ بدن کے کس حصہ پر مارا جائے اور کہاں نہ مارا جائے؟ یہ جزئیات بھی فقہاء نے کتب فقہ میں جمع کر دی ہیں مثلاً مرد کو کوڑا لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوائے تہ بند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے منہ، چہرے اور شرمگاہ کے۔ اور عورت کو کوڑا لگاتے وقت کھڑا نہ کیا جائے۔ نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں، البتہ پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ اتار دیئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

آگے بے حیائی کی روک تھام کے لئے دوسرا حکم اگلی آیت میں دیا گیا اور پھر زنا کی تہمت کسی پاکباز عورت یا مرد پر لگانے کی سزا اور اس کا قانون بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

نوٹ: یہ درس ابتداء ۱۹۶۷ء میں لکھا گیا تھا۔ اب ۸۴-۱۹۸۳ء میں بوقت کتابت و طباعت الحمد للہ حالات پاکستان میں بدلے ہوئے ہیں موجودہ حکومت کی طرف سے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء نافذ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامل نفاذ شرعی نظام کی اس ملک میں صورتیں ظاہر فرمائیں۔ (احقر مؤلف)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر طرح کے ممنوعاتِ شرعیہ کے ارتکاب سے ہم کو بچائیں اور دین کو پوری طرح قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ! اس ملک کے حکام اور اصحاب حکومت کو توفیق عطا فرما کہ آپ کے قانون اور شرعی سزاؤں کو ملک میں نافذ کریں۔ اور اس ملک کو صحیح معنی میں اسلامی حکومت بنا دیں۔ یا اللہ! قرآنی احکام کی نافرمانی اور بغاوت کا ماحول اس ملک سے یکسر مٹا دے اور قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ز وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج

زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے۔اور یہ مسلمانوں پر

وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ

حرام کیا گیا ہے۔اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعوے) پر نہ لاسکیں

شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَۃً اَبَدًا ج وَاُولٰٓئِکَ هُمُ

تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور اُن کی کوئی گواہی کبھی مت قبول کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا ج فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں سو اس حالت میں اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنیوالا ہے

اَلزَّانِیْ بدکار مرد	لَا یَنْکِحُ نکاح نہیں کرتا	اِلَّا سوا	زَانِیَۃً بدکار عورت	اَوْ مُشْرِکَۃً یا مشرکہ	وَّالزَّانِیَۃُ اور بدکار عورت			
لَا یَنْکِحُهَآ نکاح نہیں کرتی	اِلَّا زَانٍ سوا بدکار مرد	اَوْ مُشْرِکٌ یا شرک کرنیوالا مرد	وَحُرِّمَ اور حرام کیا گیا	ذٰلِکَ یہ	عَلَی پر			
الْمُؤْمِنِیْنَ مومن	وَ اور	الَّذِیْنَ جو لوگ	یَرْمُوْنَ تہمت لگائیں	الْمُحْصَنٰتِ پاکدامن عورتیں	ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا پھر وہ نہ لائیں			
بِاَرْبَعَۃِ چار	شُهَدَآءَ گواہ	فَاجْلِدُوْهُمْ تو تم انہیں کوڑے مارو	ثَمٰنِیْنَ اسی	جَلْدَۃً کوڑے	وَّلَا تَقْبَلُوْا اور تم نہ قبول کرو			
لَهُمْ ان کی	شَهَادَۃً گواہی	اَبَدًا کبھی	وَاُولٰٓئِکَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الْفٰسِقُوْنَ نافرمان	اِلَّا مگر	الَّذِیْنَ تَابُوْا جن لوگوں نے توبہ کرلی	
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ اس کے بعد	وَاَصْلَحُوْا اور انہوں نے اصلاح کرلی	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ نہایت مہربان			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں غیر شادی شدہ مرد وعورت سے اگر زنا سرزد ہو تو اس کی سزا یہاں فرمائی گئی تھی کہ ہر ایک کے سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ مرد وعورت سے اگر زنا سرزد ہو تو قرآن وسنت صحیحہ متواترہ سے اس کی سزا رجم ثابت ہے۔ یعنی پتھروں سے مارتے مارتے جان سے مار ڈالنا۔ زنا کی سزا ذکر فرمانے کے بعد آگے ان آیات میں اس فعل کی غایت برائی فرمائی جاتی ہے اور اس حیا سوز کام کی روک تھام کے لئے قانون بیان فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عفیف مسلمان سے ان کا تعلق نکاح وازدواج قائم کیا جائے۔ ان کی یعنی زانی اور زانیہ کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار تباہ حال مرد وعورت سے یا ان سے بھی بدتر کسی مشرک ومشرکہ سے ان کا تعلق ہو۔

عرب میں ایامِ جاہلیت میں جس طرح شراب کی کثرت تھی اس طرح زنا کی بھی کثرت تھی۔ چنانچہ ایام جاہلیت میں بعض نادار مرد افلاس سے تنگ آ کر مالدار فاحشہ عورت سے نکاح کرلیتے تھے تاکہ اس کی زنا کی کمائی سے اس کا بھی خرچ چلے اس بے حیائی اور بے غیرتی کی اسلام نے قطعی روک تھام کردی اور زانیہ سے نکاح کرنا پاکباز مردوں پر حرام کردیا گیا۔ غیرت مند مرد کبھی پسند اور گوارا نہ کرے گا کہ اس کی منکوحہ کا کسی غیر مرد سے تعلق ہو اسی طرح نہ غیرت مند عورت

اس کو گوارا کرے گی کہ اس کا خاوند کسی اور عورت سے ناجائز تعلق رکھے۔

یہاں آیت میں مشرکہ اور زانیہ جن سے اہل ایمان کو نکاح کرنا حرام ہے وہ مشرک عورت ہے جو حالت شرک میں ہو نہ کہ وہ جو کسی زمانہ میں مشرک رہ چکی ہو اور اب تائب ہو کر مسلمان ہو چکی ہو۔ ایسی عورت کے ساتھ نکاح بالکل درست ہے اسی طرح زانیہ سے بھی وہ زانیہ مراد ہے جو فی الحال زنا میں مبتلا ہو نہ کہ وہ جس سے کسی زمانہ میں یہ معصیت صادر ہوئی اور اب وہ تائب ہو کر پاکبازی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔

تائبہ سے نکاح کے عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہاں ممانعت نکاح کی صرف ان سے ہو رہی ہے جو فی الحال مشرکہ اور زانیہ ہیں۔ اس آیت کی بنا پر مشرکہ اور زانیہ دونوں سے نکاح معصیت اور گناہ ہے۔ مشرکہ سے تو جواز نکاح ہی کی صورت نہیں اور زانیہ سے نکاح قانونی حیثیت سے نافذ تو ہو جائے گا لیکن عنداللہ معصیت تو بہر حال رہے گا۔ تو زانیہ اور مشرکہ سے پاکباز مومن کے نکاح کی ممانعت کا یہ دوسرا قانون اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا۔

آگے ایک تیسرا قانون یعنی زنا کی تہمت کسی پاک دامن عورت پر لگانا اور اسی طرح پاکباز مرد پر بہتان لگانا اس کا قانون اور سزا بیان فرمائی جاتی ہے کہ جو کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور چار چشم دید گواہ نہ لا سکے تو اس کے اسی کوڑے مارے جائیں۔ یہاں بھی اسی کوڑے مارنے کا اختیار صاحب حکومت امراء اسلام یا ان کے نائبین کو ہے اور سزا کی معافی یا تخفیف ان کے اختیار میں بھی نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کو مسلمان مرد اور مسلمان عورت کی عزت کے تحفظ کا کس درجہ اہتمام ہے کہ گواہ ایک نہیں دو نہیں اکٹھے چار گواہ اور وہ بھی چشم دید گواہ ہونے چاہئیں اگر اس تعداد میں ایک کی بھی کمی رہ جائے گی تو حد جاری نہ ہو سکے گی اور یہ چار گواہ مرد ہونا چاہئیں۔ تو جو شخص کسی پاکدامن اور عفیف عورت پر تہمت زنا کی رکھے اور پھر چار چشم دید گواہ نہ لا سکے تو ایک سزا تو اس کو یہ ملے گی کہ اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور دوسری سزا یہ کہ آئندہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی معتبر نہ رہے گی اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کی جا سکتی۔ دیکھئے یہ ہیں شرعی اور قرآنی سزائیں کہ اسلامی حکومتیں اگر ان پر عمل کرنے لگیں تو برائیوں کا کیسا قلع قمع ہو جائے۔ اسلام میں بہر حال توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ بھی ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر ایسا شخص سچی توبہ اور اصلاح کر لے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔ سچے تائب کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں۔

یہ تین قانون اب تک بیان ہوئے اب چوتھا قانون لعان کا یعنی جو لوگ اپنی ہی بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دعوے کے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو اس حالت میں کیا قانون ہے اس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں پوری طرح اسلام اور ایمان کی زندگی نصیب فرما دیں اور تمام ممنوعات شرعیہ سے بچا دیں۔ اور قرآن پاک کے جملہ احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! اس ملک میں شرعی سزائیں جاری فرما دے تا کہ اس کی برکت سے یہ ملک جرائم اور بدکاریوں سے پاک ہو جائے۔ یا اللہ! زنا کی لعنت سے اس اسلامی ملک کو پاک فرما دے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب اس ملک میں قرآنی اور شرعی سزائیں جاری ہوں۔ یا اللہ! اسلام کی برکات اس ملک میں ہم کو کامل طور پر دیکھنا نصیب فرما اور فسق و فجور کی فضاؤں کو یکسر مٹا نصیب فرما۔ یا اللہ! اس ملک خداداد میں جو اسلامی اور شرعی نظام کے داعی ہیں ان کو ایسی جرأت اور ہمت نصیب فرما کہ وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں۔ اور جو بدباطن اس راہ میں رکاوٹ پیدا کر کے روڑا اٹکانے والے ہیں ان کو خاسر و ناکام فرما کر ان کے عزائم کو ملیامیٹ فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور جو لوگ اپنی بیبیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے دعویٰ کے اور کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن کی شہادت یہی ہے

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ

کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بے شک میں سچا ہوں۔اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں

كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ

جھوٹا ہوں۔اور (اس کے بعد) اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ

اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ ۝۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹

بے شک یہ مرد جھوٹا ہے۔اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔اور اے مردو اور عورتو!

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اسکا کرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جولوگ	يَرْمُوْنَ تہمت لگائیں	اَزْوَاجَهُمْ اپنی بیویاں	وَلَمْ يَكُنْ اور نہ ہوں	لَهُمْ ان کے	شُهَدَآءُ گواہ	اِلَّآ سوا		
اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں خود	فَشَهَادَةُ پس گواہی	اَحَدِهِمْ ان میں سے ایک	اَرْبَعُ چار	شَهٰدٰتٍ گواہیاں	بِاللّٰهِ اللہ کی قسم			
اِنَّهٗ لَمِنَ کہ وہ بیشک سے	الصّٰدِقِيْنَ سچ بولنے والے	وَالْخَامِسَةُ اور پانچویں	اَنَّ یہ کہ	لَعْنَتَ اللّٰهِ اللہ کی لعنت	عَلَيْهِ اس پر			
اِنْ كَانَ اگر ہے وہ	مِنَ سے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹ بولنے والے	وَيَدْرَؤُا اور ٹل جائے گی	عَنْهَا اس عورت سے	الْعَذَابَ سزا	اَنْ اگر		
تَشْهَدَ گواہی دے	اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ چار بار گواہی	بِاللّٰهِ اللہ کی قسم	اِنَّهٗ کہ وہ	لَمِنَ البتہ سے	الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے لوگ	وَ اور		
الْخَامِسَةَ پانچویں بار	اَنَّ یہ کہ	غَضَبَ اللّٰهِ اللہ کا غضب	عَلَيْهَآ اس پر	اِنْ اگر	كَانَ وہ ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ	وَلَوْلَا اور اگر نہ
فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	تَوَّابٌ توبہ قبول کرنےوالا	حَكِيْمٌ حکمت والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلا حکم حد زنا غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے متعلق بیان ہوا تھا اور دوسرا حکم زانیہ ومشرکہ سے نکاح حرام ہونے کے متعلق بیان ہوا۔اور تیسرا حکم کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے اور پھر چار گواہ نہ لانے پر تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑوں کی سزا کا حکم بیان ہوا۔

اب یہ چوتھا حکم اپنی بیوی کی بابت زنا کی تہمت لگانے کا بیان فرمایا جارہا ہے گذشتہ بیان کئے ہوئے تیسرے حکم کے مطابق تو عام قاعدہ اور قانون یہی تھا کہ کوئی مرد اگر کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے گی مگر عادۃً غیر عورت پر تہمت لگانا اور عداوت یا رسوائی کے لئے ایک معمولی بات ہے لیکن اپنی بیوی پر تہمت لگانے میں شوہر کی بھی بے عزتی ہے اس لئے بغیر سبب قوی اور اپنے معائنہ کے کوئی سلیم الفطرۃ اپنی بیوی پر ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔اور ایسے موقع پر چار گواہوں کا بہم پہنچانا بھی مشکل بات

ہے اس لئے اس بارہ میں دونوں میاں بیوی کی رعایت رکھ کر ایک حکم جداگانہ دیا گیا جس کو شریعت کی اصطلاح میں لعان کہا جاتا ہے اور جو ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر شوہر چار معتبر گواہ پیش کر دے تو عورت پر حد زنا یعنی سنگساری جاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لا سکا تو شوہر کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا۔ گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار۔ اگر تہمت لگانے والا شوہر ان الفاظ مذکورہ بالا کے کہنے سے انکار کرے تو قید کیا جائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے اور یا پانچویں مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اگر شوہر نے اپنے جھوٹے ہونے کا خود اقرار کر لیا تو پھر اسی کوڑوں کی سزا اس پر جاری کی جائے گی۔ اور اگر اس نے پانچ مرتبہ مذکورہ بالا الفاظ کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ اللہ کا غضب آ دے مجھ پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہے اگر عورت یہ الفاظ کہنے سے گریز کرے تو اسے قید میں رکھا جائے گا اور حاکم مجبور کرے گا کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا یعنی سنگساری اس پر جاری ہوگی اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اس کی تکذیب کرے اگر عورت نے بھی مرد کی طرح مذکورہ بالا الفاظ ۵ مرتبہ کہہ دیئے اور لعان یعنی اس قسما قسمی سے فراغت ہوئی تو اس مرد کو اس عورت سے تعلقات زن و شو حرام ہو گئے۔ اب اگر مرد نے طلاق دے دی تو فبہا ورنہ حاکم یا قاضی ان میں تفریق کر دے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔

لعان کرانے اور قسمیہ بیان مرد عورت سے لینے سے پہلے سنت ہے کہ قسم کھانے والے کو نصیحت کی جائے اور اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے۔ لعان کے واقعات خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور آپ نے اسی قرآنی قانون کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

اس قانون لعان کو بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے جو یہ قانون مقرر فرما دیا کیونکہ اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو عام قاعدہ کے موافق یا تو شوہر پر اسی کوڑوں کی سزا جاری ہوتی اگر وہ چار گواہ اپنے بیان کی تصدیق میں پیش نہ کر سکتا اور یا پھر ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا کیونکہ ممکن ہے کہ شوہر سچا ہو۔ دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی حالانکہ ممکن ہے کہ عورت ہی سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد کے اوپر ۸۰ کوڑوں کی سزا واجب ہو جاتی اگرچہ مرد کے بھی سچے ہونے کا احتمال موجود ہے تو ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ دونوں عورت و مرد کی رعایت رہے یہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور حکمت ہی کی وجہ سے ہے کہ فریقین میں جو سچا ہو وہ بے محل سزا سے بچ گیا۔ اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کر لے اور حق تعالیٰ اپنی شان توابی سے اس کی توبہ قبول کر لے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ لعان صرف میاں بیوی کے معاملہ میں ہو سکتا ہے اور دوسروں کا وہی حکم ہے جو گذشتہ آیات میں گزر چکا۔

اب لعان کے متعلق چند ضروری مسائل سن لیجئے۔

مسئلہ (۱): جب دو میاں بیوی کے درمیان حاکم کے سامنے لعان ہو جاوے تو یہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن عورت کو دوسرے شخص سے بعد عدت یعنی تین حیض

پورے ہونے کے نکاح کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ(۲): جب لعان ہو چکا اس کے بعد اس حمل سے جو عورت کے بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو معاملات میں یہی فیصلہ فرمایا۔

مسئلہ(۳): لعان کے بعد اگرچہ میاں بیوی میں جو جھوٹا ہے اس کا عذاب آخرت پہلے سے زیادہ بڑھ گیا مگر دنیا کی سزا اس سے ساقط ہوگئی۔ اسی طرح دنیا میں اس عورت کو زانیہ اور بچہ کو ولد الزنا کہنا بھی جائز نہ ہوگا (معارف القرآن جلد ششم مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

اب جو خطاب یہاں آخری آیت میں فرمایا گیا: **ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله تواب حكيم**o اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے کہ ایسے ایسے احکام مقرر کئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

یہ خطاب جو ساری امت مسلمہ کے مردوں اور عورتوں کو ہے یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کیسا جامع اور کیسا پر حکمت قانون دے دیا گیا ہے کہ جو سب کی مصلحتوں کی رعایت کرنے والا ہے۔ اتنا مکمل قانون صرف خدائی قانون ہی ہو سکتا ہے۔ تو غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ پر حکمت قوانین دے کر اپنا فضل و رحمت جتلائیں اور آج ہم یہود و نصاریٰ کے رائج کئے ہوئے قوانین کو اپنا کر یہ کہیں کہ اب چودہ سو سال پرانے قانون اس ترقی و تہذیب کے زمانہ میں کیسے ساتھ دے سکتے ہیں۔ چور کا ہاتھ کیسے کاٹا جا سکتا ہے۔ زنا کی سزا سنگساری کیسے دی جا سکتی ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون

اس ملک میں قرآنی احکام کے ساتھ یہ معاملۂ تغافل کتنا المناک حادثہ ہے کہ جس کے ثمرات دنیا میں کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، دھوکا، فریب، رشوت، لڑائی جھگڑا عام وبا کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آخرت میں جو باز پرس اور سزا ہونے والی ہے وہ علیحدہ رہی جو اپنے وقت پر معلوم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم پر سچا ایمان رکھنے اور اس کا وفادار بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہاں تک پہلے پورے ایک رکوع میں زنا، تہمت تراشی اور لعان کے احکام بیان ہوئے اب آگے پورے دو رکوع میں اس واقعہ پر کلام شروع ہوتا ہے جو اس سورت کے نزول کا اصل سبب تھا یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشی اور آپ کی اس سے برأت جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات سے آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو قرآن مجید کی دولت عطا فرمائی ہے تو اپنی رحمت سے ہم کو یہ توفیق بھی عطا فرما دیں کہ ہم اس کے تمام قوانین و احکام کو رائج کر کے ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے ملک میں قرآنی احکام اور اس کے مطابق سزائیں جاری ہونے کی صورتیں ظاہر فرما دیں تاکہ ہم بھی اس کی برکتیں دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور آخرت میں بھی سرخروئی اور قرآن کریم کی سفارش و شفاعت سے مغفرت حاصل کرنے والے بن جائیں۔

یا اللہ! ہم سے اور ہماری قوم اور ملک اور حکومت سے اب تک جو کوتاہیاں قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی میں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دیجئے۔ اور اس کے جملہ احکام کا نفاذ اپنے ملک میں جاری ہوتا ہم کو دیکھنا نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ

جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک گروہ ہے۔ تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں

امْرِۍٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪

بہتر ہی بہتر ہے اُن میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا۔ اور ان میں جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اُس کو سخت سزا ہوگی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ بیشک جو لوگ	جَآءُوْ بِالْاِفْكِ بڑا بہتان لائے	عُصْبَةٌ ایک جماعت	مِّنْكُمْ تم میں سے	لَا تَحْسَبُوْهُ تم اسے گمان نہ کرو	
شَرًّا بُرا	لَّكُمْ اپنے لئے	بَلْ هُوَ بلکہ وہ	خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر ہے تمہارے لئے	لِكُلِّ امْرِۍٍٔ ہر ایک آدمی کیلئے	مِّنْهُمْ ان میں سے
مَّا اكْتَسَبَ جو اس نے کمایا کیا	مِنَ الْاِثْمِ گناہ سے	وَالَّذِيْ اور وہ جس	تَوَلّٰى اٹھایا	كِبْرَهٗ بڑا اس کا	مِنْهُمْ اُن میں سے
	لَهٗ اس کیلئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِيْمٌ بڑا		

(حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو واقعۂ افک کے نام سے مشہور ہے اور جو اس سورۂ نور کے نزول کا اصل سبب تھا۔ تمام مفسرین ومحدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طوفان کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے متعلق ہے اور اشارہ اس الزام کی طرف ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا تھا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو افک کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔ لفظ افک کے معنی ہیں بات کو الٹ دینا۔ حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا۔ مفہوم کے لحاظ سے یہ لفظ قطعی جھوٹ اور افترا و بہتان کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس واقعۂ افک کو تمام محدثین نے روایت کیا ہے اور اگلی قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح سمجھنے کے لئے اس واقعہ کی قدرے تفصیل معلوم ہونا ضروری ہے۔ اس لئے پہلے اس قصہ کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے اس کے بعد اس آیت کی انشاءاللہ تفسیر وتشریح بیان کی جائے گی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے جو کہ ۶ھ میں ہوا مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں اور آپ کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا جس پر ہودج تھا۔ آپ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ حمال اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے۔ دوران سفر ایک روز ایک منزل پر مقام ہوا۔ کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں واپسی میں آپ کے گلے میں جو ہار تھا وہ آپ کو نظر نہ آیا کہیں اتفاقاً ٹوٹ کر گر گیا۔ یہ ہار آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء کا تھا جس کو آپ عاریتاً مانگ کر لائی تھیں۔ چنانچہ اس کو ڈھونڈنے کے لئے پھر واپس گئیں اور اس کی تلاش میں دیر لگ گئی جائے قیام پر واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ حمال حسب معمول ہودج باندھنے آئے اور اسکے پردے پڑے ہونے سے گمان کیا کہ حضرت صدیقہ اس میں موجود ہیں۔ اور اٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ نہ ہوا کیونکہ بدن میں آپ بہت ہلکی پھلکی نحیف تھیں۔ غرض حمالوں نے ہودج اونٹ پر باندھ کر اونٹ چلتا کر دیا۔ اب جب آپ واپس آئیں تو وہاں کوئی موجود نہ تھا قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ نہایت استقلال سے آپ نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے جانا اب خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ رات کا وقت تھا۔ نیند کا غلبہ ہوا۔ وہیں لیٹ گئیں۔ قافلہ کے پیچھے ایک آدمی لشکر کی گری پڑی چیز اٹھانے کی غرض سے ذرا فاصلہ پر رہا کرتا تھا۔ اس سفر میں حضرت صفوان ایک صحابی جو نہایت نیک طینت اور پاکدامن صحابی تھے اس خدمت پر مامور تھے۔ وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے آپ کو دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرا گئے اور نہایت تاسف سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوان نے بغیر کسی گفتگو کے اونٹ آپ کے

پاس لاکر بٹھلا دیا۔ آپ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہوگئیں۔ انہوں نے اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنا شروع کیا اور دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملے۔ بس یہ واقعہ تھا اور بات کچھ بھی نہ تھی مگر مدینہ اس وقت منافقوں کا گڑھ تھا۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اور باطن میں بڑا ہی خبیث اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس کو ایک شگوفہ ہاتھ آ گیا اور کم بخت ملعون نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت تراشی اور بہتان بندی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ بعض روایات میں اس ملعون عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے الفاظ بھی آئے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔ الغرض منافقین نے اس واقعہ کو خوب نمک مرچ لگا کر چرچا شروع کیا اور مدینہ میں ایک ماہ تک شہر میں یہی چرچا ہوتا رہا۔ بعض سیدھے سادے ناواقف مسلمان بھی سنی سنائی باتوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ عام طور پر سب مسلمانوں کو اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہرت کا سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی قصہ رہا آخر یہ آیتیں براءۃ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں جو یہاں سے شروع ہو کر پورے دو رکوع میں ختم ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت، عظمت افادیت اور مصلحت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ تاریخ اسلامی بلکہ تمام عالم کی تاریخ نبوت ایسے واقعہ سے خالی ہے کہ کسی نبی کی بیوی پر ایسا اتہام نہیں لگایا گیا جیسا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا اس لئے اس واقعہ کی مزید تفصیلات مدینہ پہنچنے کے بعد خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی بھی سن لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جیسا کہ احادیث میں مروی ہے کہ اس سفر سے ہم مدینہ آئے اور مدینہ آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینہ بھر تک بیماری میں گھر ہی میں رہی۔ نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے بالکل بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ومحبت میں کمی کی کیا وجہ ہے۔ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی۔ اس لئے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ فرماتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل بے خبر تھی۔ اس وقت تک گھروں میں رفع حاجت کے لئے کوئی انتظام نہ ہوتا تھا اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں۔ حسب عادت میں ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطح میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور ان کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا مسطح غارت ہو۔ میں نے کہا اچھی ماں ہو کہ بیٹے کو کوستی ہو اور بیٹا بھی وہ جس نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ وہ بولیں کہ بھولی بی بی آپ کو کیا معلوم۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو تم کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی اور ان کے سر ہوگئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان بازوں کی ساری کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ رنج وغم کا مجھ پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بیمار تو میں پہلے ہی تھی اس خبر نے تو بالکل نڈھال کر دیا۔ جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے والدین کے گھر جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کرلوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ اگر آپ اجازت بخشیں تو میں اپنے میکہ چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ وہاں میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں اور لوگ میری بابت کیا کہتے ہیں۔ ماں نے کہا کہ اے بیٹی تم رنج نہ کرو۔ کوئی ایسی بڑی بات نہیں دنیا کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والے اس کے ضرر کے درپے ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ کیا لوگوں میں اس کا چرچا ہے اور کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے۔ ماں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہے؟ ماں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اے ماں اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ لوگوں میں تو اس کا چرچا ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ یہ کہہ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا خانہ پر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے میری چیخ سن کر نیچے آئے اور والدہ سے دریافت کیا۔ ماں نے کہا کہ اس کو قصہ کی خبر ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بھی بہہ پڑیں اور مجھ کو اس شدت سے لرزہ آیا کہ میری والدہ نے تمام گھر کے کپڑے مجھ پر ڈال دیئے۔ اب تو مجھے رنج وغم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر

کے لئے میرے آنسو نہیں تھمے میں سر ڈال کر روتی رہی اور ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسوؤں کی لڑی نہ تھمی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آنے میں جب تاخیر ہوئی تو آپ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایان شان اور منصب نبوت ورسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عصمت اور عفت کا تو پوچھنا ہی کیا۔ آپ کے حرم محترم کی طہارت ونزاہت تو اظہر من الشمس ہے اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا ہی خیال معلوم فرمانا ہے تو یہ عرض ہے کہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے آپ کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے کبھی سوائے خیر وخوبی کے اور نیکی اور بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج وغم اور حزن وملال کے خیال سے یہ عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ اللہ نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں ان کے سوا بہت ہیں۔ اگر گھر کی لونڈی بریرہ سے دریافت فرمائیں گے تو وہ سچ سچ بیان کردے گی۔ آپ نے اسی وقت بریرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ عائشہ کی شک وشبہ والی کوئی بات کبھی دیکھی ہو تو بتاؤ۔ تو اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ اس کا ان پر عیب لگاؤں ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہوجاتا ہے کہ کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور وہ سوجاتی ہیں تو بکری آکر کھا جاتی ہے۔ اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ سے یہ جواب سن کر مسجد میں تشریف لائے۔ آپ خطبہ دینے کو منبر پر تشریف لے گئے اور مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اے گروہ مسلمین کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری اہل بیت کو بھی ایذائیں پہنچانا شروع کردی ہیں۔ واللہ میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنے اہل بیت میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں اور جس شخص کا یہ لوگ نام لے رہے ہیں میری دانست تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں۔ یہ سنتے ہی قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میں آپ کی اعانت اور مدد کے لئے حاضر ہوں۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے اور اگر ہمارے بھائیوں قبیلہ خزرج سے ہے تو آپ جو ارشاد فرمائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور حضرت سعد بن معاذ سے کہنے لگے کہ تم نے غلط کہا خدا کی قسم نہ تم اس کو قتل کروگے نہ اس کے قتل کرنے پر قادر ہوسکوگے (مطلب یہ تھا کہ اگر وہ شخص ہمارے قبیلہ خزرج کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے) حضرت سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج کو مخاطب بنا کر کہا تم غلط کہتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم ضرور قتل کریں گے اگر چہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی قبیلہ کا ہو ہم کو کوئی روک نہیں سکتا اور تم کیا منافق ہو جو منافقوں کی طرف سے مجادلہ اور جواب دہی کرتے ہو۔ اس طرح گفتگو تیز ہوگئی۔ اور قریب تھا کہ ان میں تکرار بڑھ جائے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوش کو فرو کردیا اور دونوں طرف خاموشی ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی چپکے ہورہے۔ یہ تو تھا وہاں کا واقعہ، میرا یہ حال تھا کہ سارا دن بھی رونے ہی میں گزرا۔ ایک منٹ کو آنسو نہ تھمتا تھا۔ میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کو بھی غمزدہ کردیا تھا اور وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے تو رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہوسکے آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر امابعد فرما کر کہا کہ اے عائشہ تمہاری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر واقعہ تم پاکدامن ہو تو تمہاری پاکیزگی اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادیں گے اور اگر فی الحقیقت تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہو تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔ بندہ جب گناہ کرکے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے آپ اتنا فرما کر خاموش ہوگئے۔ یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا۔ آنسو تھم گئے۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی جواب دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ واللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیا جواب دوں۔ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا اور میں نے کہا کہ آپ سب نے ایک بات سنی اور اسے اپنے دل میں بٹھالی اور گویا سچ سمجھ لیا اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ میں واقع میں اس سے بالکل بری ہوں تو آپ اس

کو سچ نہیں سمجھیں گے اور اگر اس کا اقرار کرلوں حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ اس کو مان لیں گے۔ سو خدا کی قسم میں وہی بات کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی **فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون**۔ اتنا کہہ کر میں وہاں سے اٹھ کر اپنے بستر پر آلیٹی اور میں یقین کرتی تھی کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسول کو ضرور معلوم کرادے گا لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارہ میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوں گی میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارہ میں خدا کے کلام کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ میری برأت حضور کو دکھادے۔ سو خدا کی قسم ابھی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور نزول وحی کے وقت جس طرح آپ پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے اسی طرح اس وقت آپ کے بدن اطہر سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ خدا کی قسم میں بالکل نہیں گھبرائی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بالکل بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے لیکن میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کی جان نہ نکل جائے۔ ان کو یہ خوف تھا کہ مبادا وحی اس کے موافق نہ نازل ہوجائے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ میرے والد حضرت ابوبکر کا یہ حال تھا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ نہ معلوم آسمان سے حق جل وعلیٰ کا کیا حکم نازل ہوتا ہے جو پھر قیامت تک ٹل نہیں سکے گا اور جب میری طرف دیکھتے تو میرے سکون واطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ امید ہوتی۔ الغرض سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سارا گھر اسی خوف و رجا اور امید وبیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا تو چہرۂ انور پر مسرت وبشاشت کے آثار نمودار ہوئے اور دست مبارک سے جبین منور کے پسینہ کو پونچھتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا **ابشری یا عائشہ فقد انزل اللہ براء تک**۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم کو بشارت ہو تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل کردی اور اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آیتیں سنائیں یعنی یہ پورا رکوع جو اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ نے کہا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کر۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ''خدا کی قسم میں سوائے اللہ رب العزت کے کہ جس نے میری برأت نازل کی اور کسی کا شکر نہ کروں گی'' علماء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس جواب کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس صدمۂ جانکاہ کے عالم میں جب قرآن کریم کی دس آیتیں آپ کی کمال برأت اور طہارت کے بیان میں نازل ہوئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایسے سکر اور بیخودی کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جمیع ماسوائے اللہ سے نظر اٹھ گئی۔ ورنہ یہ انعام یزدانی اور وحی آسمانی سب کچھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے وسیلہ اور طفیل سے تھی اور واسطہ اور وسیلہ کا شکریہ بھی واجب ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب نازِ محبوبی کے مقام سے تھا اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل عشق ومحبت سے لبریز ہو اور ظاہر میں اس کے خلاف اظہار ہو۔ تو دراصل یہ ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے۔ **اللھم صل وسلم علی رسول اللہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وسلم تسلیما کثیرا۔**

اب چونکہ یہ درس خلاف معمول طویل ہوگیا لہٰذا اس کو یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ اس آیت کی مزید تفسیر ان تشریحات کی روشنی میں انشاء اللہ آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا فرما اور منافقین کا منہ کالا فرما۔ یا اللہ! اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی ہمیں سچی محبت عطا فرما اور ان کی محبت کے ساتھ ان کی اطاعت اور اتباع بھی نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(حصہ دوم)

لفظی ترجمہ:۔ جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو۔ بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کو جتنا کچھ کسی نے کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی۔

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ درس میں اسی آیت کے تحت قصہ افک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی اس کو جیسا کہ احادیث میں مروی ہے بیان کیا جاچکا ہے۔ جس کو ذہن میں رکھنے سے ان آیات کی تفسیر وتشریح جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براۃ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اور جو اس آیت سے شروع ہوتی ہیں۔ بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا مگر بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا در پردہ بڑا ہی خبیث اور باطن میں دشمن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ وہی اس تہمت کا اختراع کرنے والا تھا۔ منافقین مدینہ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے دشمن اسلام و مسلمین تھے انہوں نے اس کا چرچا کرنا شروع کیا اور بعض سیدھے سادے مسلمان بھی سنی سنائی باتوں کا تذکرہ کرنے لگے۔ مسلمانوں میں سے صرف تین نام احادیث وسیرت کی کتابوں میں ذکر کیے گئے ہیں جو اس تذکرہ تہمت اور چرچے میں اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن سے شامل ہو گئے تھے۔ دو مرد اور ایک عورت۔ یعنی حضرت حسان بن ثابت انصاری جو مشہور شاعر اسلام ہیں۔ حضرت مسطح جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور بدری صحابی تھے اور حضرت حمنہ بنت جحش۔

چنانچہ ایک ماہ تک یہ قصہ رہا۔ آخر یہ آیات یعنی پورے دو رکوع نازل ہوئے جن میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت اور پاکدامنی بیان فرمائی گئی۔ جب یہ آیات برأت نازل ہو گئیں تو مسلمانوں میں سے صرف ان تین کو تہمت لگانے کی شرعی سزا یعنی ۸۰ کوڑوں کی ماردی گئی اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہوئے۔ عبداللہ بن اُبی کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لئے کہ وہ منافق تھا۔ اس معاملہ میں منافقین سے کچھ نہیں کہا گیا۔ مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عبداللہ بن اُبی پر بھی حد جاری کی گئی اور اس کو کوڑے مارے گئے اور طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دہری حد جاری فرمائی۔

الغرض اس قصہ اِفک کی ابتدا اس آیت سے ہوتی ہے جس میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ طوفان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو اسلام کا نام لیتے ہیں اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ ان میں سے چند آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ نادانستہ ان کی عیاری کا شکار ہو گئے۔ آگے جن کو اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا ان کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ گو بظاہر یہ چرچا نہایت مکروہ۔ رنج دہ اور ناخوشگوار تھا لیکن فی الحقیقت اس کی تہہ میں بڑی بہتری چھپی ہوئی تھی۔

آخراتنی مدت تک ایسے جگر خراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جاسکتا تھا اور اس ایک ماہ کی تاخیر میں جو نزول وحی میں ہوئی ایک حکمت یہ تھی کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقامِ عبودیت کی تکمیل ہوجائے کہ جب مظلومانہ گریہ وزاری اور عاجزانہ بے تابی و اضطراری بارگاہ ذوالجلال میں فقیرانہ تذلل مضطربانہ تضرع وابتہال حد کمال کو پہنچ جائے اور سوائے خدائے واحد قدوس کے کسی سے کوئی امید باقی نہ رہے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والوں کے قلوب وحی الٰہی کے انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ باران وحی سے محبین ومخلصین کے مردہ دلوں کو حیات بخشے اور حضرت صدیقہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کو برأت و نزاہت کے بیش بہا خلعت سے سرفراز فرمائے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ من جانب اللہ تعالیٰ ابتلا اور امتحان تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مومنین و مخلصین کا ایمان و استقامت میں اور منافقین کے نفاق اور شقاوت میں اضافہ اور زیادتی ہو۔ نیز یہ امر واضح اور منکشف ہو جائے کہ کون شخص اللہ اور اس کے رسول اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور کون سوئے ظن (سیرۃ المصطفیٰ)

آیت میں اس جملہ کے تحت **لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم**o ”تم اس طوفان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے) مفسرین نے بہت سی حکمتیں اور خیر کے پہلو اور بہتری کے انجام جو اس فتنہ میں پوشیدہ رکھے گئے تھے بیان کئے ہیں۔ مثلاً لکھا ہے۔

ا۔ یہ واقعہ گو آغاز کے اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت سخت ایذا کا باعث ہوا اور اہل بیت کو اس نے بے حد پریشان خاطر بنایا۔ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے گھرانے کو لیکن انجام کے پیش نظر اہل بیت کے لئے یہ سر تا سر خیر ثابت ہوا کیونکہ اس سے ایک جانب منافقوں کی منافقت کا راز فاش ہو گیا اور دوسری جانب حضرت عائشہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا بے نظیر مظاہرہ عمل میں آ گیا کہ خود قرآن کی آیات نے نازل ہو کر ان کی عصمت اور عظمت پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور قیامت تک کے لئے ان کا ذکر خیر قرآن کریم پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کو قوت گویائی دے کر اس کی شہادت سے ان کی برأت ظاہر فرمائی۔ اور حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شیر خوار فرزند عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے ان کو بری کیا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برأت کا اعلان فرمایا جس نے ان کے فضل و عزت کو اور بڑھا دیا۔

۲۔ منافقین نے یہ شوشہ اس لئے چھوڑا تھا کہ اہل اسلام کے بلند اخلاق حسنہ اور پاکیزگی کردار پر ایک ضرب کاری لگا کر اسلامی معاشرہ کو بدنام اور ذلیل کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو سبب خیر بنا دیا اور مسلمانوں کی اخلاقی برتری پہلے سے زیادہ نمایاں ہو گئی۔ اس موقع پر ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے گھر والوں نے اور تیسری طرف عام اہل ایمان نے جو طرز عمل اختیار کیا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ یہ برائی سے کس قدر پاک۔ کیسے ضابطہ اور متحمل کیسے انصاف پسند اور کس درجہ کریم النفس واقع ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اشارہ ان لوگوں کی گردنیں اڑا دینے کے لئے کافی تھا جنہوں نے آپ کی عزت پر حملہ کیا تھا مگر مہینہ بھر تک آپ سب کچھ صبر سے برداشت کرتے رہے اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو ان کو شرعی سزا دی گئی جن پر تہمت لگانے اور پھیلانے کا جرم ثابت تھا۔ منافقین در پردہ اس تہمت بازی کے پیچھے جو کچھ چاہتے تھے نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔

۳۔ اس واقعہ میں خیر کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ واقعہ اِفک سورۂ نور کے نازل ہونے کا سبب بنا اور اس کی بدولت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہم اسلامی ہدایات۔ معاشرتی قوانین و احکام اور تمدنی ضوابط حاصل ہوئے جن پر عمل کر کے مسلم معاشرہ کو ہمیشہ کے لئے برائیوں کی پیداوار اور ان کی اشاعت و ترویج سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور اگر پیدا ہو جائیں تو ان کا بروقت تدارک کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس واقعہ سے امت کی پارسا اور نیک بیبیوں کو جن پر کیسی کیسی بے جا تہمتیں لگتی رہتی ہیں کتنا بڑا صبر و تسکین کا سہارا ہاتھ آ گیا

اور جب محترم و معظم رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عفیفہ بیوی پر لوگ اتہام لگانے سے نہ رکے تو پھر اس دنیا میں اور کسی شریف صالح نیکوکار عورت کی عزت و آبرو پر اتہام کیا حقیقت رکھتا ہے۔

۵۔ اس واقعہ میں ایک خیر کا پہلو یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اشرف الانبیاء و افضل المرسلین ہونے کے جو کچھ اللہ تعالیٰ بتاتے اور جب غیب کی باتوں کا علم دیتے وہی اور تب ہی آپ کو علم ہوتا۔ ایک مہینہ تک آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں پریشان خاطر رہے کبھی خادمہ سے پوچھتے تھے۔ کبھی ازواج مطہرات سے۔ کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرماتے۔ اور آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم سے لغزش ہوگئی ہے تو توبہ کرلو اور نہیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ تمہاری بے گناہی اور پاکدامنی ثابت کردے گا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی۔ اور یہ پوچھ گچھ اور مشورہ اور یہ تلقین توبہ کیوں ہوتی؟ البتہ جب وحی خداوندی نے حقیقت معاملہ کی بتادی تو آپ کو معاملہ کی حقیقت کا یقینی علم حاصل ہوگیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تجربے اور مشاہدے کے ذریعہ سے قیامت تک مسلمانوں کو اس غلو اور مبالغے سے بچانے کا انتظام فرمایا جس میں آج بھی کچھ لوگ مبتلا ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ کیا عجب ہے کہ مہینہ بھر تک وحی نہ بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو۔ اول ہی روز اگر وحی آجاتی تو یہ فائدہ عظیمہ حاصل نہ ہوسکتا اور بھی واللہ اعلم کتنے چھوٹے بڑے خیر کے پہلو اس واقعہ میں پوشیدہ تھے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا مثلاً بعض منافقین خوش ہوکر اور خوب مزے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں بعض چھیڑ کر مجلس میں تذکرہ اٹھادیتے اور آپ خود چپکے سنا کرتے بعض سن کر تردد میں پڑجاتے بعض خاموش تھے۔ اور بہت سے سن کر صاف جھٹلادیتے۔ صرف اس پچھلے گروہ یعنی صریح رد کرنے والوں کو پسند فرمایا گیا۔ اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش الزام دیا گیا اور جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا۔ مراد منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبَی تھا۔ جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے کہ یہ ہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاکی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اس کی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اس کے لئے آخرت میں سخت عذاب کی سزا ہوہی گی۔ دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائے گا۔

اب آگے ان مومنین کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جو نادانستہ طور پر منافقین کی اس سازش کا شکار ہوگئے تھے کہ جب تم نے اس ناپاک بات کو سنا تو اپنے مومنین مردوں اور عورتوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کیا اور سنتے ہی فوراً زبان سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس لایعنی بات میں تم مشغول ہوگئے تھے اس پر سخت عذاب واقع ہوتا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! جیسا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین کو ذلیل و خوار فرمایا، اسی طرح اب بھی اس قوم اور ملک میں جو منافقین گھسے ہوئے ہیں کہ جن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ ہے اور جو در پردہ اسلام اور دین کے بدخواہ ہیں۔

یا اللہ! ان کو ذلیل و خوار فرما اور ان کی شرارتوں سے اس ملک کو محفوظ فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

مُّبِيْنٌ ۝۱۲ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ

یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔سو جس صورت میں یہ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۳ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل نہ ہوتا دُنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے

فِیْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۴ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا

اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا۔جبکہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی

لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝۱۵

تم کو مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔

لَوْلَآ کیوں نہ	اِذْ جب	سَمِعْتُمُوْهُ تم نے وہ سُنا	ظَنَّ گمان کیا	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومن عورتوں		
بِاَنْفُسِهِمْ (اپنوں کے) بارہ میں	خَيْرًا نیک	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	هٰذَا یہ	اِفْكٌ بہتان	مُّبِيْنٌ صریح	لَوْلَا کیوں نہ	
جَآءُوْ وہ لائے	عَلَيْهِ اس پر	بِاَرْبَعَةِ چار	شُهَدَآءَ گواہ	فَاِذْ پس جب	لَمْ يَاْتُوْا وہ نہ لائے	بِالشُّهَدَآءِ گواہ	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ
عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	هُمُ الْكٰذِبُوْنَ وہی جھوٹے	وَلَوْلَا اور اگر نہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اسکی رحمت		
فِی الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت	لَمَسَّكُمْ ضرور تم پر پڑتا	فِیْ مَآ اس میں جو	اَفَضْتُمْ تم پڑے	فِيْهِ اس میں		
عَذَابٌ عذاب	عَظِيْمٌ بڑا	اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ جب تم لاتے تھے اسے	بِاَلْسِنَتِكُمْ اپنی زبانوں پر	وَتَقُوْلُوْنَ اور تم کہتے تھے	بِاَفْوَاهِكُمْ اپنے منہ سے		
مَا لَيْسَ جو نہیں	لَكُمْ تمہیں	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ کوئی علم	وَتَحْسَبُوْنَهٗ اور تم اسے گمان کرتے تھے	هَيِّنًا ہلکی بات	وَّهُوَ حالانکہ وہ	
	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	عَظِيْمٌ بہت بڑی بات					

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ سے مضمون واقعہ اِفک کے متعلق بیان ہو رہا ہے یعنی یہ آیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا۔گذشتہ آیت میں اشارۃً یہ ظاہر فرما دیا گیا تھا کہ یہ کام منافقین کی پارٹی کا ہے۔چونکہ اس بہتان تراشی میں بعض مسلمانوں کی بھی زبان کھلنے لگی تھی کسی نے کچھ کہا۔کسی نے صرف سنا اور خاموش رہا۔اس لئے گذشتہ درس میں یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں جس نے جس قدر حصہ تھوڑا یا بہت لیا اسی قدر وہ قابل الزام اور گناہ گار ہوا۔

اب آگے ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ ام المومنین اور اپنے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور

صرف یہی نہیں کہ حسن ظن رکھتے بلکہ زبان سے بھی ایسے بہتان کی تردید وتکذیب کردینی چاہئے تھی اس لئے جو کچھ واقعہ گزرا اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش بھی نہ تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھلم کھلا سواری پر سوار دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں جہاں خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اگر خدانخواستہ خاکم بدہن کوئی بھی بات ہوتی تو اس طرح کھلے بندوں مجمع عام میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر شامل ہوجاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں نے جو افترا پردازی کی ہے وہ محض جھوٹ۔ افترا اور بہتان ہے اور یہ لوگ اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرسکیں۔ اور بدوں کافی ثبوت کے زبان سے ایسی بات بکتے پھریں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن مسلمانوں نے اس واقعہ میں زبان کو بری حرکت دی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں توبہ قبول کرلیتا ہے اور آخرت میں ایمان کی وجہ سے معاف فرمادیتا ہے تو جس بہتان میں لوگوں نے اپنی زبانیں چلائیں اس میں انہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ مضمون ان مسلمانوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا اور سچے مسلمان تھے مگر رواروی میں کچھ کہہ گئے تھے۔ آگے انہی مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد ہے کہ عذاب عظیم کیوں نہ ہوتا جب کہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کررہے تھے اور زبان سے وہ اٹکل پچو باتیں نکال رہے تھے جن کی واقفیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی پھر طرفہ یہ کہ ایسی سخت بات سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی ماں کو متہم کرنا جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے۔ اس کو محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

ان آیات میں یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اپنے کسی دیندار بھائی مسلمان کے متعلق کوئی بری بات سنے تو یقین نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ کسی دیندار مسلمان پر تہمت سن کر خاموش رہنا بھی جرم ہے۔ فوراً تکذیب کرنی لازم ہے بشرطیکہ تہمت کا جھوٹ ہونا عقل اور قرائن کا لحاظ کرتے ہوئے واضح ہو۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مسلمان پر کوئی الزام قائم کرے اور شرعی شہادت نہ پیش کرسکے تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی جھوٹا ہے بغیر سمجھے اور یقین حاصل کئے کوئی بات منہ سے نہ نکالنی چاہئے یعنی ہر بات کو سن کر نقل کردینا ٹھیک نہیں تاوقتیکہ اس کی صحت نہ کرلی جائے۔ خصوصاً فاسق وفاجر یا بدباطن انسانوں کی دی ہوئی خبر وہ بھی جبکہ وہ خبر کسی باعصمت وعفت اور صاحب تقویٰ وخیر کے بارہ میں ہو تو وہ ہرگز قابل توجہ نہیں اور اس کے لئے اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ محض افتراء ہے تاوقتیکہ خبر دینے والا اس پر روشن دلیل اور شرعی حجت نہ قائم کردے۔

بے گناہ پر الزام وتہمت لگانا شریعت اسلامیہ میں بہت بڑا گناہ ہے۔ اور چونکہ اس گناہ کا مرتکب حق العباد میں سے ایک اہم حق ضائع کرتا ہے۔ اس لئے نہ صرف اخلاق کی نگاہ میں بلکہ اجتماعی قانون کی نظر میں بھی بڑا مجرم ہے۔ قرآن عزیز کی نصوص نے بے گناہ پر تہمت لگانے کی سزا کے لئے ۸۰ کوڑے کی سخت سزا اسی لئے تجویز کی ہے تاکہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوسکے کہ وہ ایک پاکباز انسان پر بہتان لگائے یا بغیر شہادت کے اس کی تشہیر کرے۔ بعض مرتبہ اشرار اور خبیث النفس لوگوں کی بے بنیاد باتیں اس درجہ آب ورنگ رکھتی ہیں کہ سادہ لوح مسلمان اور نکوکار انسان بھی مغالطے اور دھوکہ میں آجاتے ہیں اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ سنی سنائی بات پر اس وقت تک ہرگز یقین نہ کرے جب تک کہ اسلامی اصول شہادت کے مطابق شنیدہ خبر کی تصدیق نہ ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ سوئے ظن سے بچو اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ کا مرتکب بنادیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بیش بہا قرآنی ہدایات ونصائح کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائے۔

ابھی آگے بھی اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بعض ہدایات دی جارہی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

اور تم نے جب اس بات کو سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذاللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے۔

الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو اُن کیلئے

اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ

دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک ہے۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل وکرم ہے

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے۔تو تم بھی (اس وعید سے) نہ بچتے۔

وَلَوْلَآ اور کیوں نہ	اِذْ جب	سَمِعْتُمُوْهُ تم نے وہ سنا	قُلْتُمْ تم نے کہا	مَا يَكُوْنُ نہیں ہے	لَنَآ ہمارے لئے	اَنْ نَّتَكَلَّمَ کہ ہم کہیں	
بِهٰذَا ایسی بات	سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے	هٰذَا یہ	بُهْتَانٌ بہتان	عَظِيْمٌ بڑا	يَعِظُكُمُ تمہیں نصیحت کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	اَنْ کہ
تَعُوْدُوْا تم پھر کرو	لِمِثْلِهٖٓ ایسا کام	اَبَدًا کبھی بھی	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان والے	وَيُبَيِّنُ اور بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	
لَكُمُ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ آیتیں احکام	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ بڑا جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	
يُحِبُّوْنَ پسند کرتے ہیں	اَنْ کہ	تَشِيْعَ پھیلے	الْفَاحِشَةُ بے حیائی	فِي الَّذِيْنَ میں جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے مومن	لَهُمْ ان کیلئے	
عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	وَاَنْتُمْ اور تم	
لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَلَوْلَا اور اگر نہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اس کی رحمت	وَاَنَّ اور یہ کہ		
	اللّٰهَ اللہ	رَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان ہے				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو تنبیہ وناصحانہ ملامت کے ساتھ نیک گمانی کا حکم دیا گیا تھا جنہوں نے اس واقعۂ اِفک کے افترا اور بہتان میں اپنی زبانیں کھولی تھیں اور اس جھوٹ بات کے نقل کرنے میں حصہ لیا تھا۔

اب ان آیات میں انہیں مسلمانوں کو دوسرا حکم دیا جا رہا ہے کہ بھلے اور نیک آدمیوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے۔ برے خیالات، گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہئے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہئیں۔ اگر دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہئے۔ مسلمانوں کو تو چاہئے تھا کہ ایسے واہی تباہی کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ

ہم ایسی لغوبات سے اپنی زبان کو نہیں بگاڑتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی کہ خدا کے پیغمبر کی زوجہ مطہرہ کی نسبت کوئی ایسی لغوبات کہیں۔ پھر ہدایت کی جاتی ہے کہ دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہوورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل کی عظمت کو ملحوظ رکھیں اور بدباطن منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ یعنی اصول کے علاوہ تم کو جزئیات اور فروعات کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ ادب۔ اخلاق۔ عقیدہ اور تہذیب سکھاتا ہے۔ جن باتوں سے خرابیاں پیدا ہونے والی ہیں۔ نفاق۔ رنجش اور اخلاق کی بربادی۔ امن اور انتظام کی تباہی پیدا ہونے والی ہے ان سے وہی خوب واقف ہے۔ اس لئے جو احکام تم کو دیئے اور جن باتوں سے تم کو منع کیا ان کے مصالح کو وہ جانتا ہے اس لئے تمام اوامر و نواہی کی پابندی تم پر لازم ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان ہی سے کورا ہو اور جس کی سرشت ہی خراب ہو وہ تو بے ادب، گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے۔ ایسے لوگ تو ناپاک باتیں پھیلانے کی دھن میں ہروقت لگے رہتے ہیں۔

یہاں تک تو نزول براۃ سے قبل تذکرہ کرنے والوں کا ذکر تھا آگے ان کا ذکر ہے جو بعد نزول ان آیات برأت کے بھی باز نہ آویں اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص بے ایمان ہی ہوگا۔ ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے بھی چاہتے ہیں یعنی اس کی کوشش عملی کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس بے حیائی کی بات کا چرچا ہو تو انہیں دنیوی سزا یعنی ۸۰ کوڑوں کی حد شرعی بھی لگے گی اور اُخروی سزا یعنی عذابِ جہنم بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے فتنہ پردازوں کو خوب جانتا ہے گو عام مسلمان نہ جانتے ہوں۔ اور یہ بھی اس کے علم میں ہے کہ کس کا جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے۔ یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نظر ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت سے اور شفقت و مہربانی سے مسلمانوں میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شرعی جاری کر کے پاک کیا۔

ان آیات سے یہ چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ کسی مومن کی آبروریزی اور عزت کو برباد کرنے کی کوشش کرنی حرام ہے۔ اور موجب عذاب الیم ہے۔

۲۔ تہمت تراشی کرنا یا سن کر تصدیق کرنا بھی جرم عظیم ہے۔

۳۔ غیر مومن اور غیر مسلم طبقہ ہر حیلہ بہانہ سے مسلمانوں میں فحش پرستی اور بے حیائی کو رواج دینا چاہتا ہے اور اسلامی کلچر و تہذیب کو برباد کرنے کا خواستگار رہتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ہروقت متنبہ رہنا اور اسلامی قوانین کو مضبوط پکڑنا چاہئے۔ ابھی حق تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ میں احکام و نصائح کا سلسلہ جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سے گذشتہ زندگی میں جو تقصیرات سرزد ہوچکی ہیں اپنی رحمت اور فضل و کرم سے معاف فرمائیں اور آئندہ ہم کو جملہ فحش اور بے حیائی کی باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اکرام مسلم کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔ اور کسی مسلمان کی آبروریزی کے جرم عظیم میں مبتلا ہونے سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰي مِنْكُمْ

بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی (توبہ کر کے) پاک و صاف نہ ہوتا

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝٢١ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے اور جو لوگ تم میں بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں

مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ښ وَلْيَعْفُوْا

وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ اور چاہیئے کہ وہ معاف کر دیں

وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٢٢

اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے	لَا تَتَّبِعُوْا تم نہ پیروی کرو	خُطُوٰتِ قدم	الشَّيْطٰنِ شیطان	وَمَنْ اور جو		
يَّتَّبِعْ پیروی کرتا ہے	خُطُوٰتِ قدم	الشَّيْطٰنِ شیطان	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	يَاْمُرُ حکم دیتا ہے	بِالْفَحْشَاۗءِ بے حیائی کا	وَالْمُنْكَرِ اور بری بات	
وَلَوْلَا اور اگر نہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْكُمْ تم پر	وَرَحْمَتُهٗ اور اسکی رحمت	مَا زَكٰي نہ پاک ہوتا	مِنْكُمْ تم سے	مِّنْ اَحَدٍ کوئی آدمی	
اَبَدًا کبھی بھی	وَّلٰكِنَّ اور لیکن	اللّٰهَ اللہ	يُزَكِّيْ پاک کرتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ جسے وہ چاہتا ہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا
وَلَا يَاْتَلِ اور قسم نہ کھائیں	اُولُوا الْفَضْلِ فضیلت والے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالسَّعَةِ اور وسعت والے	اَنْ يُّؤْتُوْٓا کہ (نہ) دیں			
اُولِي الْقُرْبٰى قرابت دار	وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں	وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور ہجرت کرنیوالے	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں				
وَلْيَعْفُوْا اور چاہیئے کہ وہ معاف کر دیں	وَلْيَصْفَحُوْا اور وہ درگزر کریں	اَلَا تُحِبُّوْنَ کیا تم نہیں چاہتے؟	اَنْ کہ	يَّغْفِرَ اللّٰهُ اللہ بخش دے			
	لَكُمْ تمہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ان مسلمانوں کو خطاب فرما کر اللہ تعالیٰ کی نصائح و احکام سنائے گئے تھے جو کسی نہ کسی درجہ میں منافقین کے اس اٹھائے ہوئے طوفانِ تہمت میں شریک ہو گئے تھے اور ان کو بتلایا گیا تھا کہ اگر اللہ کا فضل و کرم اور لطف و رحم نہ ہوتا تو تم بھی اس وقت قہر الٰہی سے نہ بچتے مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی اور بعض کو حد شرعی سے پاک کر دیا۔ اب آگے ان آیات میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہا کریں مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ ان ملعونوں کا کام تو یہی ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بھرے میں آتے ہو۔ دیکھ لو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ہر قول و فعل اور طریق زندگانی میں شیطان کی پیروی سے اجتناب ضروری ہے۔ شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا مگر یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر

بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو بتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی رواروی یا بھولے پن سے شریک ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت مسطح تھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انہوں نے جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ہجرت بھی کی تھی۔ مخلص مسلمان تھے لیکن اپنے بھولے پن کے سبب سے منافقوں کے پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے تھے۔ چونکہ مفلس تھے اس لئے قصہ افک سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے تھے۔ جب یہ قصہ افک ختم ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی امداد نہ کروں گا بعض دوسرے صحابہ نے بھی قسم کھائی کہ جس نے اس بہتان سے کچھ بھی لگاؤ رکھا ہے ہم اس سے تعلق اور رشتہ داری قائم نہ رکھیں گے۔ اس پر مسلمانوں کو مسکین مہاجر قرابتداروں سے سلوک منقطع نہ کرنے کی ہدایت کی گئی اور عفو و درگزر کا حکم دیا گیا اور حکم ہوا کہ تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ انہیں زیبا یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور فی سبیل اللہ وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بلند اخلاق نیک کرداروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھائی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں کی خطا سے درگزر کرو۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری تقصیرات سے درگزر کرے گا۔ تم میں سے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا قصوروار نہیں پھر کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اللہ تمہاری گرفت کرے اور قصور معاف نہ کرے۔ تم یہ بات ہرگز پسند نہ کرو گے تو جب تم کو خود اپنے قصور کی گرفت پسند نہیں تو لازمی طور پر آپس میں بھی ایک دوسرے کے قصور سے درگزر کرنی چاہئے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے تو فوراً بول اٹھے بلیٰ یا ربنا انا نحب۔ بیشک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں یہ کہہ کر مسطح کی جو امداد کرتے تھے جاری فرمادی اور قسم کھائی کہ واللہ مسطح کا خرچ کبھی بند نہ کروں گا بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے امداد دگنی کر دی۔ سبحان اللہ! کیا عجب جذبات تھے اور کیا عجیب احساسات تھے ان حضرات کے روح کے گوشہ گوشہ میں دین کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ کس طرح نفس اور جذبات نفس کو قابو کیا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو شخص تہمت تراشی کے چرچہ میں شرکت کی وجہ سے مبغوض تھا آن کی آن میں اس کو دوست اور محبوب بنالیا جاتا ہے اور تمام گذشتہ قصوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اسی کا نام ہے الحب للہ والبغض فی اللہ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی صریح دلیل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ حق تعالیٰ خود ان کو اولوا الفضل یعنی صاحب فضل فرمائے۔

حضرت مسطح کا وظیفہ اگرچہ ان کی غلطی اور خطا کی بنا پر بند کر لینا جائز تھا مگر مقام صدیقیت کا مقتضی یہی تھا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ اس لئے اس آیت کو نازل کر کے حق تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ فرمائی اور بحق بدریت حضرت مسطح کے حق میں سفارش فرمائی کہ اے ابوبکر! تم اہل فضل میں سے ہو اور مسطح اہل بدر میں سے ہے لہٰذا تم اس کی امداد و اعانت میں کمی نہ کرنا اور مسطح سے جو غلطی ہو گئی ہے اس کو معاف کر دینا چاہئے اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں کو معاف کرے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح حق تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل فرمائی کہ نہ صرف حضرت مسطح کی غلطی کو معاف کر دیا بلکہ گذشتہ کے اعتبار سے امداد و اعانت میں دگنا وظیفہ کر دیا۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے کیا اخلاق کریمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں چودہ طریقہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اس ایک آیت سے ثابت کی ہے۔

ان آیات میں باہم کدورت اور کبیدگی دور کرنے کے لئے حلم اور عفو سے کام لینے کی ہدایت فرمائی اور ترغیب کے لئے صراحت فرمائی کہ آپس کے تعلقات کو قائم رکھنا اور خطاواروں کے جرم سے درگزر کرنا مغفرت الٰہیہ کے حصول کا باعث ہے۔ اب آگے اسی سلسلہ میں منافقین کو وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ

جولوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور اُن کو

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۲۳ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲۴

(آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز اُن کے خلاف اُن کی زبانیں گواہی دیں گی اور اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کرتے تھے۔

یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ۝۲۵ اَلْخَبِیْثٰتُ

اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجبی بدلہ پورا پورا دیگا اور (اُس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنیوالا (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے۔ گندی عورتیں

لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ

گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھرے عورتوں کے لائق ہوتے ہیں۔

مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝۲۶

یہ اس بات سے پاک ہیں، جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں۔ ان (حضرات) کیلئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ جولوگ تہمت لگاتے ہیں	الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن	الْغٰفِلٰتِ بھولی بھالی انجان	الْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتیں	لُعِنُوْا لعنت ہے ان پر		
فِی الدُّنْیَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	عَظِیْمٌ بڑا	یَّوْمَ دن	تَشْهَدُ گواہی دیں گی	عَلَیْهِمْ ان پر خلاف
اَلْسِنَتُهُمْ انکی زبانیں	وَاَیْدِیْهِمْ اور اُن کے ہاتھ	وَاَرْجُلُهُمْ اور انکے پاؤں	بِمَا انکی جو	كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	یَوْمَئِذٍ اس دن		
یُّوَفِّیْهِمُ پورا دے گا انہیں	اللّٰهُ اللہ	دِیْنَهُمُ ان کا بدلہ	الْحَقَّ سچ ٹھیک ٹھیک	وَیَعْلَمُوْنَ اور وہ جان لیں گے	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہی
الْحَقُّ برحق	الْمُبِیْنُ ظاہر کرنیوالا	اَلْخَبِیْثٰتُ ناپاک گندی عورتیں	لِلْخَبِیْثِیْنَ گندے مردوں کیلئے	وَالْخَبِیْثُوْنَ اور گندے مرد	لِلْخَبِیْثٰتِ گندی عورتوں کیلئے		
وَالطَّیِّبٰتُ اور پاک عورتیں	لِلطَّیِّبِیْنَ پاک مردوں کیلئے	وَالطَّیِّبُوْنَ اور پاک مرد	لِلطَّیِّبٰتِ پاک عورتوں کیلئے	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	مُبَرَّءُوْنَ مبرا ہیں		
مِمَّا اس سے جو	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ مغفرت	وَّرِزْقٌ اور روزی	كَرِیْمٌ عزت کی		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں واقعۂ اِفک کے سلسلے میں مسلمانوں کو مختلف احکام وہدایات دی گئی تھیں۔ اخیر میں تلقین فرمائی گئی تھی کہ جس طرح تم چاہتے ہو کہ ہماری تقصیریں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں تمہیں بھی چاہئے کہ دوسروں کی خطا اور قصوروں سے درگزر کیا کرو۔

اب تہمت لگانے والوں پر وعید بیان کی جاتی ہے اور مکرر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی پر دلیل دے کر اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بعد نزول ان آیات کے تہمت لگاتے ہیں تو ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت خدا کے مستحق ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو ایسی مطہرات کو متہم کریں کافر اور منافق ہی ہوسکتے ہیں۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر۔ مکذب

قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔تو یہاں اتہام رکھنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی کہ ان پر دنیا اور آخرت دونوں کے اندر خدا کی مار پڑے گی دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سخت عذاب جہنم ہوگا اور کوئی اس گمان میں نہ رہے کہ قیامت کے دن وہ مکر سکتا ہے خود ان کی زبان اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔مجرم منہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر ایک عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا۔یوم قیامت میں اللہ تعالیٰ انہیں پوری سزا دے گا اور وہ یقین کرلیں گے کہ اللہ عزوجل واقعی موجود ہے۔برحق ہے۔اور سارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب جانتا ہے۔اور ہر عمل کی اس کے بالکل مناسب سزا دے گا۔

اب آگے ایک قاعدہ کلیہ بیان کردیا کہ نیک مردوں کو نیک عورتوں سے اور بدکار مردوں کو بدکار عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے۔اسی طرح نیک عورتوں کو نیک مردوں سے اور بدعورتوں کو بدمردوں سے انس ہوتا ہے اور چونکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام طیب، طاہر اور مجسم طہارت ہیں۔اس لئے آپ کو تعلق بھی پاک اور طیب عورت ہی سے ہوگا۔حاصل یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکدامن۔نکوکار ہیں۔طبعاً اور فطرۃً پاکباز ہیں۔تو جن پر یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ اس سے بالکل بری ہیں کہ جو یہ منافق بکتے پھرتے ہیں۔ان حضرات کے لئے آخرت میں مغفرت اور عزت کی روزی یعنی جنت ہے۔

یہاں جو عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر یہ جوڑ رکھا ہے کہ گندی اور بدکار عورتیں بدکار مردوں کی طرف اور گندے اور بدکار مرد گندی بدکار عورتوں کی طرف رغبت کیا کرتے ہیں۔اسی طرح پاک صاف عورتوں کی رغبت پاک صاف مردوں کی طرف ہوتی ہے اور پاک صاف مردوں کی رغبت پاک صاف عورتوں کی طرف ہوتی ہے۔تو اس عادت کلیہ اور ضابطہ سے واضح ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں پاکی وصفائی ظاہری وباطنی میں مثالی شخصیت ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کے سردار ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج مطہرات بھی پاکی و صفائی، ظاہری و اخلاقی برتری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مناسب شان عطا فرمائی ہیں۔اور حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیبیوں کے بارہ میں جو قرآن کریم میں ان کا کافرہ ہونا مذکور ہے تو ان کے متعلق بھی یہ ثابت ہے کہ وہ کافر ہونے کے باوجود فسق وفجور میں مبتلا نہ تھیں۔تو معلوم ہوا کہ کسی نبی کی بیوی کافر ہو جائے اس کا تو امکان ہے مگر بدکار فاحشہ ہو جائے یہ ممکن نہیں۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو عورتوں میں ممتاز ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے علاوہ کسی دوسری عورت کو نصیب نہیں ہوئیں اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور تحدیث بالنعمۃ ان خصوصیات کو فخر کے ساتھ بیان فرمایا کرتی تھیں۔

۱۔پہلی خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت جبرئیل امین ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا یہ تمہاری زوجہ ہے۔(رواہ الترمذی)

۲۔دوسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔

۳۔تیسری خصوصیت یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات آپ کی گود میں ہوئی۔

۴۔چوتھی یہ کہ بیت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے۔

۵۔پانچویں یہ کہ آپ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوئی تھی

جبکہ آپ حضرت صدیقہ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے تھے۔ دوسری کسی بی بی کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔

۶۔چھٹی یہ کہ آسمان سے آپ کی برأت نازل ہوئی۔

۷۔ساتویں یہ کہ وہ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور صدیقہ ہیں اور ان میں سے ہیں جن سے دنیا ہی میں مغفرت اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے۔

الغرض سورۃ کے ابتدائی رکوع میں جو احکام اور شرعی سزاؤں کا بیان ہوا تھا وہ اس لئے تھے کہ اگر معاشرہ میں برائی رونما ہو جائے اور کسی سے اس جرم کا ارتکاب ہو جائے تو اس کا تدارک کیسے کیا جائے۔اس کے بعد دو رکوع حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے متعلق بیان ہوئے۔اور یہاں ان آیات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت ونزاہت کا بیان ختم ہوا اور یہ بیان اس شان سے ختم فرمایا گیا کہ اب اس کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔قرآن کریم کی آیات سے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عنداللہ قدرومنزلت ثابت ہوئی وہ روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔اور حق تعالیٰ جل شانہ کی اس شہادت کے بعد بھی اگر کوئی بدباطن خبیث حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے تو بالاتفاق علمائے امت وہ کافر ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والے کا وہی حکم ہے جو حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام پر تہمت لگانے والے کا ہے۔

اب اس کے بعد وہ احکام دیئے جارہے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائیاں اور بدکاریاں پیدا ہی نہ ہونے پائیں۔ان ہدایات واحکامات کا سلسلہ اگلی آیات سے شروع ہوتا ہے۔جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآنی ہدایات اور احکامات کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔جن برائیوں سے قرآن پاک نے روکا ہے ان سے ہمیں کامل طور پر رکنے اور جن بھلائیوں کی قرآن پاک نے تلقین فرمائی ہے۔ان بھلائیوں کو حاصل کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔یوم آخرت کی رسوائیوں اور وہاں کے عذابوں سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچادیں اور اپنی مغفرت اور عزت کی روزی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (اُن سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور اُن کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہی

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ

تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر اُن گھروں میں تم کو کوئی نہ معلوم ہو تو (بھی) اُن گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہہ دیا جائے

لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

کہ (اسوقت) لَوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے۔ تم کو ایسے مکانات میں چلے جانے کا

أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

گناہ نہ ہوگا جن میں کوئی نہ رہتا ہو اُن میں تمہاری کچھ برت ہو۔ اور تم جو کچھ علانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ جو لوگ	آمَنُوا ایمان لائے	لَا تَدْخُلُوا تم نہ داخل ہو	بُيُوتًا گھر	غَيْرَ بُيُوتِكُمْ اپنے گھروں کے سوا	حَتَّىٰ یہانتک کہ	
تَسْتَأْنِسُوا تم اجازت لے لو	وَتُسَلِّمُوا اور تم سلام کرلو	عَلَىٰ پر۔کو	أَهْلِهَا ان کے رہنے والے	ذَٰلِكُمْ یہ	خَيْرٌ بہتر ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	
لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَذَكَّرُونَ تم نصیحت پکڑو	فَإِنْ پھر اگر	لَمْ تَجِدُوا تم نہ پاؤ	فِيهَا اس میں	أَحَدًا کسی کو	فَلَا تَدْخُلُوهَا تو تم نہ داخل ہو اس میں	
حَتَّىٰ یہانتک کہ	يُؤْذَنَ اجازت دی جائے	لَكُمْ تمہیں	وَإِنْ اور اگر	قِيلَ لَكُمْ تمہیں کہا جائے	ارْجِعُوا تم لوٹ جاؤ	فَارْجِعُوا تو تم لوٹ جایا کرو	
هُوَ یہی	أَزْكَىٰ زیادہ پاکیزہ	لَكُمْ تمہارے لئے	وَاللَّهُ اور اللہ	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو	عَلِيمٌ جاننے والا	لَيْسَ نہیں
عَلَيْكُمْ تم پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	أَنْ اگر	تَدْخُلُوا تم داخل ہو	بُيُوتًا ان گھروں میں	غَيْرَ مَسْكُونَةٍ جہاں کسی کی سکونت نہیں	فِيهَا جن میں	
مَتَاعٌ کوئی چیز	لَكُمْ تمہاری	وَاللَّهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا تُبْدُونَ جو تم ظاہر کرتے ہو	وَمَا اور جو	تَكْتُمُونَ تم چھپاتے ہو	

تفسیر وتشریح:۔ اس سورۂ نور میں شروع میں حد زنا۔ سزائے تہمت۔ احکام لعان وغیرہ بیان ہوئے تھے۔ اب یہاں سے وہ ہدایات واحکامات بیان فرمائے جاتے ہیں کہ جس سے بے حیائی اور فتنۂ زنا وغیرہ پیدا ہی نہ ہو۔ کسی خرابی اور برائی کے انسداد کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے۔ جب اس کے تمام اسباب وذرائع وسائل کی بیخ کنی کردی جائے۔ مثلاً شراب خوری سے باز رکھنا اسی وقت کامل طور پر ممکن ہے جب شراب کشی کی ممانعت کردی جائے۔ شراب خوروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے روک دیا جائے۔ شراب پینے کی سخت سزا مقرر کردی جائے۔ اسی لئے حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بنانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بنوانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کے بیچنے والے پر لعنت کی ہے۔ خریدنے والے پر لعنت کی ہے۔ لاد کر لے جانے والے پر لعنت کی ہے جس کے پاس لے جائی جائے اس پر لعنت کی ہے۔ اس کے پلانے والے پر لعنت کی ہے۔ اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی ہے۔ گویا جتنے ذرائع ووسائل شراب خوری کے ہوسکتے ہیں سب کو ملعون وممنوع قرار دیا۔ اسی طرح زنا کے تمام مبادی ومقدمات کو بھی مثل زنا قرار دے کر ان

کی ممانعت فرمائی گئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے کہ نامحرم عورت کو بری نیت سے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔اس سے باتیں کرنا زبان کا زنا ہے۔اس کی باتوں کو سننا کان کا زنا ہے۔اس کی طرف قلب کا میلان بد دل کا زنا ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا ہاتھ کا زنا ہے۔اس کی طرف چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے۔اور پھر جو فعل بد میں مبتلا ہو تو وہ اصل زنا ہے۔تو زنا بھی ایک اخلاقی و معاشرتی تباہی ہے۔اس سے باز رکھنے کی تکمیل کے لئے پہلے اس کی سزا کو بیان فرمادیا۔اب یہاں سے زنا اور بے حیائی میں مبتلا کرنے والے اسباب اور موجبات کی روک تھام کے لئے ہدایات وقوانین بیان فرمائے جاتے ہیں۔

اسلام چونکہ حکیمانہ اور مصلحانہ دین ہے۔ تمام اخلاقی معاشرتی اور اجتماعی اصلاحات کے مکمل اور جامع قوانین کی تعلیم اس نے دی ہے۔ پہلے زنا۔ تہمت۔ بدگمانی وغیرہ کی سخت ممانعت فرمائی اب جو چیزیں بدگمانی۔تہمت اور زنا کے اسباب ہیں ان سے بھی روکا جاتا ہے۔منجملہ ان اسباب کے کسی کے گھر میں بغیر اذن واطلاع کے چلا جانا بھی ہے۔اس لئے پہلی ہدایت یہاں یہ دی گئی کہ خاص اپنے رہنے کا جو گھر ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یونہی بے خبر نہ گھس جائے۔کیا جانے صاحب خانہ کس حال میں ہو اور اس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دے کر اجازت حاصل کرے۔

حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ تک سلام کرے اور اجازت داخل ہونے کی لے اگر تین بار کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔اجازت طلب کرنے میں بے جا اصرار کرنا یا اجازت نہ ملنے کی صورت میں دروازے پر جم کر کھڑے ہو جانا جائز نہیں ہے۔اگر تین دفعہ کے استیذان کے بعد صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے یا وہ ملنے سے انکار کردے تو واپس چلے جانا چاہئے۔

آگے ایک دوسری صورت بیان ہوتی ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں ہے تب بھی دوسرے کے گھر میں بدوں مالک ومختار کی اجازت کے مت جاؤ۔یعنی کسی کے خالی گھر میں بھی بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر صاحب خانہ نے خود اس بات کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً دی ہو تو اس اجازت کے موافق جانے میں کوئی حرج نہیں مثلاً صاحب خانہ نے آپ سے یہ کہہ دیا ہو کہ اگر میں موجود نہ ہوں تو آپ میرے کمرہ میں آکر بیٹھ جائیں یا صاحب خانہ کسی اور جگہ موجود ہے اور آپ کے آنے کی اطلاع پر وہ کہلا بھیجے کہ آپ بیٹھئے میں ابھی آتا ہوں تو یہ اجازت ہی کی شکل ہے اور اس صورت میں مکان میں داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تیسری ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس ہو جاؤ۔ اور اس پر برا نہ ماننا چاہئے۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کررہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ ڈالو کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے کو ملاقات کرنے پر مجبور کرے۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے اور دل میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔ آگے تاکید کے لئے فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں یعنی جیسا کچھ تم کروگے اور جس نیت سے کروگے حق تعالیٰ اس کے مناسب جزا دے گا۔

پھر چوتھی ہدایت دی جاتی ہے کہ جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا۔ نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد۔ مدرسہ۔ سرائے۔ مسافر خانہ۔ ہوٹل۔ دکانیں وغیرہ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو اس کو چندے برتنے کی ضرورت ہے تو بیشک وہاں

جاسکتے ہو اس کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام چھپے اور کھلے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ وفساد کے دروازوں کو بند کرنا ہے۔مؤمن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر ان پر عمل کرے۔

اگر چہ یہاں ان آیات میں خطاب مردوں کو ہے مگر عورتوں کا حکم بھی یہی ہے مردانہ میں بھی اور زنانہ میں بھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت لینے کا حکم صرف دوسروں کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے وقت اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے سوا ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ کیا ہر بار جب میں ان کے پاس جاؤں تو اجازت مانگوں۔آپ نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟ یعنی اجازت نہ لینے میں یہ احتمال ہے کہ ہوسکتا ہے کسی وقت وہ ایسی حالت میں ہو کہ تم کو دیکھنا پسند نہ ہو اور تم یکا یک پہنچ جاؤ۔ احادیث میں ہے کہ اگر گھر میں صرف بی بی ہے تو بھی پردیس یا سفر سے واپسی پر اچانک گھر میں نہ گھس جائے۔ کچھ پہلے سے اطلاع کردے یا خبر بھجوادے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں دوسرے کے گھر میں جھانکنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کچھ گناہ نہیں۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے۔

"افسوس کہ شریعتِ اسلام نے جس قدر اس معاملہ کا اہتمام فرمایا کہ قرآن حکیم میں اس کے مفصل احکام نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس کی بڑی تاکید فرمائی۔ اتنا ہی مسلمان اس سے غافل ہوگئے۔ لکھے پڑھے نیک لوگ بھی نہ اس کو کوئی گناہ سمجھتے ہیں۔ نہ اس پر عمل کی فکر کرتے ہیں۔ دنیا کی دوسری مہذب قوموں نے اس کو اختیار کر کے اپنے معاشرہ کو درست کرلیا مگر مسلمان ہی اس میں سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ اسلامی احکام میں سب سے پہلے سستی اسی حکم میں شروع ہوئی۔ بہر حال استیذان قرآن کریم کا وہ واجب التعمیل حکم ہے کہ اس میں ذرا سی سستی اور تبدیلی کو بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکار آیتِ قرآن کے شدید الفاظ سے تعبیر فرما رہے ہیں۔ اور اب تو لوگوں نے واقعی ان احکام کو ایسا نظر انداز کردیا ہے کہ گویا ان کے نزدیک یہ قرآن کے احکام ہی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہر انسان کو جو اس کے رہنے کی جگہ عطا فرمائی خواہ مالکانہ ہو یا کرایہ وغیرہ پر بہر حال اس کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض سکون و راحت ہے۔ قرآن عزیز نے جہاں اپنی اس نعمت گرانمایہ کا ذکر فرمایا ہے اس میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا **واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا** یعنی اللہ نے تمہارے گھروں سے تمہارے لئے سکون و راحت کا سامان دیا۔ اور یہ سکون و راحت جبھی باقی رہ سکتا ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام اور آرام کرسکے۔ اس کی آزادی میں خلل ڈالنا گھر کی اصل مصلحت کو فوت کرنا ہے جو بڑی ایذاء اور تکلیف ہے۔ اسلام نے کسی کو بھی ناحق تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا ہے۔ استیذان کے احکام میں ایک بڑی مصلحت لوگوں کی آزادی میں خلل ڈالنے اور انکی ایذا رسانی

سے بچنا ہے جو ہر شریف انسان کا عقلی فریضہ بھی ہے۔ دوسری مصلحت خود اس شخص کی ہے جو کسی کی ملاقات کے لئے اس کے پاس گیا ہے کہ جب وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدر و منزلت سے سنے گا۔ اور اگر اس کی کوئی حاجت ہے تو اس کے پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ وحشیانہ طرز سے کسی شخص پر بغیر اس کی اجازت کے مسلط ہو گیا تو مخاطب اس کو ایک بلائے ناگہانی سمجھ کر دفع الوقتی سے کام لے گا۔ خیر خواہی کا داعیہ اگر ہوا بھی تو مضمحل ہو جائے گا اور اس کو ایذاء مسلم کا گناہ الگ ہوگا۔

تیسری مصلحت فواحش اور بے حیائی کا انسداد ہے کہ بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہو جانے سے یہ بھی احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے اور شیطان دل میں کوئی مرض پیدا کر دے اور اسی مصلحت سے احکام استیذان کو قرآن کریم میں حد زنا، حد قذف وغیرہ احکام کے متصل لایا گیا ہے۔

چوتھی مصلحت یہ ہے کہ انسان بعض اوقات اپنے گھر کی تنہائی میں کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے جس پر دوسروں کو مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے گھر میں آ جائے تو وہ جس چیز کو دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا اس پر مطلع ہو جائے گا کسی کے پوشیدہ راز کو زبردستی معلوم کرنے کی فکر بھی گناہ ہے اور دوسروں کے لئے موجب ایذا ہے۔" (معارف القرآن جلد ششم)

اس سلسلہ میں مزید ہدایات و احکام ابھی اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ان جملہ قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق گزارنے کی توفیق نصیب فرمادیں اور ہر طرح کے فتنہ و فساد ظاہری و باطنی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

یا اللہ جملہ ممنوعات شریعہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ہماری حکومت کو صحیح معنی میں اسلامی حکومت بنادیجئے جو اس امر میں کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمادیں اور ان کی کوششوں کو بارآور فرمائیں۔ اور جو منافقین، بدباطن در پردہ اسلام کے بدخواہ ہیں ان کے فتنہ سے اس سرزمین کو پاک فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اُن کیلئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو

بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔

قُلْ آپ فرمادیں	لِّلْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں کو	یَغُضُّوْا وہ نیچی رکھیں	مِنْ سے	اَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہیں	وَیَحْفَظُوْا اور وہ حفاظت کریں
فُرُوْجَهُمْ اپنی شرمگاہیں	ذٰلِكَ یہ	اَزْكٰى زیادہ ستھرا	لَهُمْ ان کیلئے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	خَبِیْرٌ باخبر ہے
بِمَا اس سے جو	یَصْنَعُوْنَ وہ کرتے ہیں				

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں برائیوں اور بے حیائیوں کے انسداد کے سلسلہ میں یہ حکم ہوا تھا کہ بغیر اجازت دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا جائے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکامات مردوں کو اس آیت میں دیئے جاتے ہیں۔

اول مسلمان مردوں کو ہدایت کی گئی کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں یعنی جس طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں۔ اس کو شہوت سے نہ دیکھیں۔ بدنظری سے عموماً فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ ناجائز نظر دیباچۂ زنا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا کہ بدنظری سے مرد اپنے کو بچائیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس کی طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچے رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار اور ارادے سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ جو بیساختہ دفعتہً نظر پڑتی ہے از راہ شہوت ونفسانیت نہیں ہوتی اس لئے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ دوبارہ قصداً دیکھنا البتہ گناہ ہوگا۔

دوسری ہدایت مردوں کو یہ دی گئی کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی حرامکاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں سوائے ان مواقع کے جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم چھ باتوں کے ضامن ہو جاؤ اور ان کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ جب بات کرو تو ہمیشہ سچ بولو۔

۲۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔

۳۔ جب تم کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔

۴۔ حرامکاری سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۵۔ جن چیزوں کی طرف نظر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ان کی طرف سے آنکھیں بند کرو یعنی ان پر نظر نہ پڑے۔

۶۔ جہاں ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ہاتھ روکو یعنی ناحق کسی کو نہ مارو۔ نہ ستاؤ نہ ہاتھ سے ایذا دو۔ نہ کوئی چیز چھینو وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے کا حکم ہے۔ مگر اس جگہ کوئی تفصیل نہیں کہ کس عورت کو نہ دیکھا جائے اور کس سے شرمگاہ کو محفوظ رکھا جائے اور چونکہ تمام عورتوں کو نہ دیکھنا اور سب سے الگ رہنے کا حکم تو ہو ہی نہیں سکتا اس لئے علمائے محققین نے قرآن کی دوسری آیات اور احادیث کی ہدایات کے موافق اس کی تشریح کی ہے۔ اور اس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ایک مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے۔ ایک دفعہ اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔لیکن یہ معاف نہیں کہ آدمی نے جہاں کشش محسوس کی اور وہاں پھر نظر دوڑائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بدنظری کو آنکھوں کا زنا اور بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ ناجائز طور پر دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔اس کی آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے۔ ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ اور پاؤں کا زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔

۲۔ چونکہ غیر محرم پر ناجائز طور پر نظر ڈالنی حرام ہے اس لئے مومن پر لازم ہے کہ ایسے مقامات اور مواقع پر بھی نہ جائے جہاں نظر بد سے حفاظت مشکل ہے۔

۳۔اجنبی عورت کا چہرہ اور ہاتھ بضرورت دیکھنا جائز ہے۔ باقی اعضا پر نظر کرنی حرام ہے اور بغیر ضرورت اجنبی عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی دیکھنا حرام ہے۔ حقیقی ضرورت کی صورتیں مثلاً یہ ہو سکتی ہیں کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔اس غرض کے لئے عورت کو دیکھ لینے کی اجازت ہے۔ اور نہ صرف اجازت بلکہ حدیث میں اسکی ترغیب دی گئی ہے۔ بضرورت دیکھنے کی دوسری صورتیں یہ بھی ہیں علاج کے لئے طبیب یا ڈاکٹر کا مریضہ کو دیکھنا۔

عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا۔

یا تفتیش جرائم کے سلسلہ میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا۔

۴۔علمائے سلف نے باجماع لکھا ہے کہ امرد لڑکوں کا حکم بھی عورتوں کی طرح ہے کسی لڑکے کو نظر جما کر بدنیتی سے دیکھنا حرام ہے۔

۵۔اگر اجنبی عورت نہ ہو بلکہ محرم ہو یعنی ایسی عورت جس سے شرعاً نکاح جائز نہیں تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف وہی اعضا دیکھنے درست ہیں جو کام کاج میں کھل جاتے ہیں مثلاً ہاتھ بازو گردن۔ سر پاؤں وغیرہ۔

۶۔ باہم مردوں کو بھی ایک دوسرے کے ستر پر بغیر ضرورت خاص نظر ڈالنا حرام ہے۔ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ مرد کے لئے ستر ہے۔مگر افسوس ہے کہ جدید فرنگی تہذیب کے ماتحت اب تو اکثر مسلمان اس کو کوئی گناہ اور جرم ہی نہیں سمجھتے۔اور عام دین سے بے بہرہ مسلمانوں کا تو یہ کہنا۔ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ بعض نمازی جو بوڑھے بھی ہو گئے ہیں وہ بھی اکثر مسجد کے سامنے گراؤنڈ میں ہاکی یا فٹ بال کے میچ بڑے شوق سے کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔جبکہ کھلاڑیوں کے ستر پر جانگیہ پہننے کی وجہ سے نظر بھی پڑتی ہے جس پر بغیر شرعی ضرورت کے نظر ڈالنا حرام ہے۔ مرد کے لئے ستر کو یعنی ناف سے گھٹنوں تک ہر وقت مستور رکھنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ مرد کے لئے تمام بدن کا کھلا رکھنا جائز ہے۔

یہاں آیت میں مردوں کو غض بصر اور حفاظت فروج یعنی نگاہوں کو نیچی رکھنا اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔اس کے بعد تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ ان امور میں تمہارے لئے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کی بات ہے اور اس کے خلاف میں آلودگی ہے اور انسان کی نیت کا حال۔ آنکھ کی چوری اور دل کا بھید سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے لہٰذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دے گا۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مسلمان مردوں کے لئے احکام بیان ہوئے آگے عورتوں کے لئے احکام ہیں جو مردوں کی بہ نسبت زیادہ تفصیل سے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! سینما، تھیٹر، بائیسکوپ، وی سی آر وغیرہ جو فحاشی اور فسق و فجور کے اڈے ہیں اور جہاں پر بدنظری اور بدنگاہی سے بچنا مشکل ہے ان خرافات سے ہمارے اسلامی ملک کو پاک فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

2

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

اور مسلمان عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

یا اپنی بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا اُن مردوں پر جو طفیلی ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا

یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی ناواقف ہوں اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔

يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

وَقُلْ اور فرما دیں	لِلْمُؤْمِنٰتِ مومن عورتوں کو	يَغْضُضْنَ وہ نیچی رکھیں	مِنْ سے	اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہیں	وَيَحْفَظْنَ اور وہ حفاظت کریں	
فُرُوْجَهُنَّ اپنی شرمگاہیں	وَلَا يُبْدِيْنَ اور وہ ظاہر نہ کریں	زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت	اِلَّا مگر	مَا جو	ظَهَرَ مِنْهَا اس میں سے ظاہر ہوا	
وَلْيَضْرِبْنَ اور ڈالے رہیں	بِخُمُرِهِنَّ اپنی اوڑھنیاں	عَلٰى پر	جُيُوْبِهِنَّ اپنے سینے (گریبان)	وَلَا يُبْدِيْنَ اور وہ ظاہر نہ کریں		
زِيْنَتَهُنَّ اپنی زینت	اِلَّا سوائے	لِبُعُوْلَتِهِنَّ اپنے خاوندوں پر	اَوْ یا	اٰبَآئِهِنَّ اپنے باپ	اَوْ یا	اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اپنے شوہروں کے باپ (خسر)
اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ یا اپنے بیٹے	اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے شوہروں کے بیٹے	اَوْ اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائی	اَوْ یا	بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اپنے بھائی کے بیٹے (بھتیجے)		
اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یا اپنی بہنوں کے بیٹے بھانجے	اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی (مسلمان) عورتیں	اَوْ مَا مَلَكَتْ یا جن کے مالک ہوئے اَيْمَانُهُنَّ انکے دائیں ہاتھ (کنیزیں)				
اَوِ التّٰبِعِيْنَ یا خدمتگار مرد	غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ نہ غرض رکھنے والے	مِنَ سے	الرِّجَالِ مرد	اَوِ الطِّفْلِ یا لڑکے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	
لَمْ يَظْهَرُوْا وہ واقف نہیں ہوئے	عَلٰى پر	عَوْرٰتِ النِّسَآءِ عورتوں کے پردے	وَلَا يَضْرِبْنَ اور وہ نہ ماریں	بِاَرْجُلِهِنَّ اپنے پاؤں		
لِيُعْلَمَ کہ جان "پہچان" لیا جائے	مَا يُخْفِيْنَ جو چھپائے ہوئے ہیں	مِنْ سے	زِيْنَتِهِنَّ اپنی زینت	وَتُوْبُوْٓا اور تم توبہ کرو		
اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف "آگے"	جَمِيْعًا سب	اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ اے ایمان والو	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ فلاح دوجہان کی کامیابی پاؤ		

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں مسلمان مردوں کو بے حیائی اور اخلاقی آلودگی سے بچنے کے لئے حکم ہوا تھا کہ جب نامحرم عورتوں کا

سامنا ہو تو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ آگے اس آیت میں اسی طرح کا حکم مسلمان عورتوں کو ہوتا ہے کہ انہیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں اور اپنے چھپے ہوئے اعضا کی حفاظت کرنی چاہئے مزید عورتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کو اپنی پیدائشی زیبائش یا لباس اور زیور کی آرائش کا اظہار کسی کے سامنے جائز نہیں بجز ان محارم اور رشتہ داروں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کا چھپانا دشوار ہے اور وہ مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے عموماً کھلا ہی رکھنا پڑتا ہے تو اس کے کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ ہتھیلیاں اور قدم یہ اعضا چھپانے سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر ان کے چھپانے اور ڈھانکنے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ تو جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو ان کے متعلقات۔ مثلاً انگوٹھی۔ چھلا۔ مہندی۔ یا کاجل۔ سرمہ وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ اس کے کھلا رکھنے کی اجازت عورتوں کو بضرورت دی گئی ہے۔ نامحرم مردوں کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ ان اعضاء کو دیکھا کریں۔ مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم پہلے ہی سنا دیا گیا۔ اور پھر کسی عضو کے کھولنے کی اجازت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو دیکھنا بھی جائز ہو اور یہ واضح رہے کہ یہاں اس آیت میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے خواہ عورت اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر۔ باقی حجاب یعنی پردہ کا مسئلہ کہ شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی اور کس طرح اس کی تفصیل انشاء اللہ سورۂ احزاب بائیسویں پارہ میں آئے گی۔ (فوائد حضرت علامہ عثمانیؒ)

آگے عورتوں کو سر اور سینہ ڈھکنے کے اہتمام کی ہدایت کی جاتی ہے اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بتلائی جاتی ہے۔

ایامِ جاہلیت میں عورتیں اپنے دوپٹہ یا اوڑھنی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے حکم دیا کہ اوڑھنی یا دوپٹہ کو سر پر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح ڈھکے رہیں۔ اس کے بعد عام اعضاء کے لئے ہدایت ہے کہ ان کی بناوٹ اور زیبائش کسی پر ظاہر نہ کریں اور کسی کے سامنے نہ کھولیں بجز اپنے شوہر یا باپ یا سسر یا بیٹا یا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا بھتیجہ یا بھانجہ کے یا دوسری نیک چلن مسلمان عورتوں کے جو اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر رہتے ہیں اور ان کو بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے بچوں پر جو ابھی عورتوں کے پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔ ان سب کے سامنے زینت کے مواقع کا ظاہر کرنا جائز ہے۔ آگے مزید ایک حکم ہے کہ پردے کا یہاں تک اہتمام رکھیں کہ چلنے میں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ زیور کی جھنکار سنائی دے اور ڈھکی ہوئی زیب و زینت آواز سے ظاہر ہو جائے یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے غیروں کو ادھر میلان اور توجہ ہو۔ اور پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

اب غور کیجئے کہ حیا اور عفت کا کس درجہ اہتمام شریعت مطہرہ میں ہے اور فتنہ کے کیسے کیسے دروازوں اور چھپے ہوئے سوراخوں کو ہماری شریعت نے بند کیا ہے۔ ایک طرف تو یہ احتیاطیں اور پابندیاں ہیں اور ان کے مقابل اب موجودہ حالت پر نظر ڈالئے

کہ جہاں مرد وعورت کے مشترک ناچ وگانے تک کی آزادیاں ہیں۔ جس کے نتائج بھی پھر بالکل ظاہر ہیں۔ اور پھر ہم شور مچائیں اور ہائے واویلا کریں کہ معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔ جرائم بڑھ رہے ہیں۔ عفت وعصمت بچانی مشکل ہو رہی ہے اغوا اور زنا کی وارداتیں عام ہوتی جاتی ہیں۔ حرامی بچوں کی پیدائش اور ان کو سڑکوں اور کوڑیوں پر پھینکے جانے کے واقعات بھی ہوتے جارہے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی یہود ونصاریٰ کے اتباع کی یہی حالت رہی اور دین وقرآن سے یہی انحراف رہا تو پھر اور جو کچھ بدحالی اور فسق وفجور کی زیادتی، جرائم کی کثرت اور برائیوں کی پیدا اور دن دگنی رات چوگنی اور دین ودنیا کی تباہی ہونی ہے اس کا انتظار کریں اور اگر ملک کو اور قوم کو اس سے بچنے اور سنبھالنے کی ضرورت ہے تو اتباع قرآن اور اتباع دین کے سوا چارہ اور علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

اس آیت کے آخری جملہ میں یعنی **وتوبوآ الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون ○** اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اگر چہ حق تعالیٰ کا خطاب تمام روئے زمین کے مسلمانوں سے ہے مگر میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی جملہ کو اہل پاکستان کو مخاطب کر کے خاص طور پر سنایا جبکہ پاکستانی ایک بدترین ذلت میں گرفتار تھے یعنی مشرقی پاکستان کو جبکہ کفار ہند نے فوجی حملہ کر کے ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو فتح کر لیا تھا اور قریب ایک لاکھ پاکستانی فوج گرفتار ہو کر کفار کے قید میں تھی اور ان کا آدھے سے زیادہ ملک کفار کے چنگل میں چلا گیا تھا۔ اس وقت ایک بزرگ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر پاکستانیوں کو اسی قرآنی جملہ سے مخاطب فرما کر ایک خاص تنبیہ وہدایت فرمائی تھی جس کو کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ (مہتمم جامعہ عربیہ اسلامیہ۔ نیو ٹاؤن کراچی) نے اپنے ماہنامہ رسالہ بینات۔ کراچی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۷۲ء میں ''بصائر وعبر'' کے تحت شائع فرمایا تھا۔ جس کو میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

یہ خواب کسی بزرگ نے لاہور سے لکھ کر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا تھا اور ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جبکہ ڈھاکہ میں ہندوستانی فوجیں فاتح بن کر داخل ہوئی تھیں اور ایک لاکھ پاکستانیوں کو ذلت کے ساتھ قیدی بنالیا تھا۔ اس کے چند یوم بعد یعنی ۹۔۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کی درمیانی شب میں یہ خواب دیکھا گیا تھا۔ حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ ''بینات'' مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''کچھ دن ہوئے لاہور سے ایک صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ ہم اس مکتوب اور اس کے ساتھ منسلک خواب کو بصائر وعبر کی مناسبت سے یہاں پیش کرتے ہیں۔

''............السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۹۔۱۰ جنوری کی درمیانی شب کو میں نے ایک خواب دیکھا جس کی کاپی جناب کو روانہ کر رہا ہوں۔ اس خواب میں میں نے کچھ علماء کو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں بیٹھے دیکھا ہے۔ جس میں ایک آپ بھی ہیں پہلی صف میں مولانا مفتی محمد حسنؒ۔ مولانا محمد یوسف دہلویؒ۔ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ۔ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاریؒ اور جناب (مولانا محمد یوسف بنوریؒ) تشریف فرما ہیں......اب اس خواب کے بعد جو یہاں نقل کیا جارہا ہے طبیعت خاصی پریشان ہے۔ سوچتا ہوں کہ اس پیغام کا حق کیسے ادا ہو۔ امید ہے آپ کوئی تسلی بخش جواب دیں گے۔ والسلام''

خواب اور پیغام

''جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں مشرق کی

جانب رخ کئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوں اور ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے ہیں، علماء کا ایک گروہ بھی حاضر خدمت ہے، ایک عالم دین کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کر رہے ہیں، واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں! "پھر یا رسول اللہ! ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں۔" تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔

کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم علماء کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔ "اس حادثۂ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں، مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انوار سرخ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"تمہیں معلوم ہے تمہاری اس مملکت میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا، میرے صحابہ کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک واہانت کی گئی۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے جماعت علماء! امت کو میرا پیغام پہنچا دو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم اور تکبر نہیں چھوڑیں گے۔ اغنیاء جب تک بخل، حق تلفی اور بے حیائی ترک نہیں کریں گے۔ علماء جب تک کتمانِ حق۔ حرصِ دنیا اور ریاکاری وخودنمائی سے باز نہیں آئیں گے۔ عورتیں جب تک بدکاری، ناچ رنگ، فحش گانے، شوہروں کی نافرمانی اور عریانی و بے پردگی نہیں چھوڑیں گی اور پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری اور اعمال شرک سے توبہ نہیں کرے گی خوب یاد رکھو اس وقت تک عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم مجھے ان باتوں کے ترک کر دینے کی ضمانت دو، میں تمہیں دنیا وآخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں۔ لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو خوب یاد رکھو عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورت نفاق آنے والا ہے، جس سے تم کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔" (العیاذ باللہ۔ العیاذ باللہ)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خآصة واعلموآ ان الله شديد العقاب (پ۹۔ سورۂ انفال)

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (بیان القرآن)

اس آیت کے سنتے ہی ہم سب پر گریہ طاری ہو گیا، ہم رو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے۔

وتوبوآ الى الله جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون (پ۱۸۔ سورۂ النور آیت ۳۱)

اور اے مسلمانو! تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہو گئی ہو تو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ" (بیان القرآن)

حضرت مولانا بنوریؒ فرماتے ہیں کہ "اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔" "عذاب بصورت نفاق" کی تعبیر صوبائی عصبیت اور گروہی مفادات کا وہ طوفان ہے جو ملک کے درودیوار سے ٹکرا رہا ہے، جس میں علماء وصلحاء اور عوام و حکام سب بہے جا رہے

ہیں، اور جسے برپا کرنے میں اوپر سے نیچے تمام نفاق پیشہ عناصر اپنی پوری قوتیں صرف کررہے ہیں، پورا ملک ''آتش نفاق'' کے مہیب شعلوں کی لپیٹ میں ہے جس پر توبہ واستغفار، تضرع و ابتہال اور دعوت الی اللہ کے ذریعہ آج تو قابو پایا جاسکتا ہے۔ مگر کچھ دن بعد یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی۔ اور پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کیا حالات ہوں گے، کون رہے گا، اور کس کی حکومت ہوگی اور کون محکوموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں، اور پوری امت کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔''

یہ خواب کا تذکرہ تو یہاں ضمناً درمیان میں آگیا جس سے اللہ تعالیٰ ہم کو تنبیہ وہدایت نصیب فرمائیں۔

اصل مضمون کے متعلق یہاں آیت میں عورت کے لئے آٹھ قسم کے مردوں کا اور چار دوسری اقسام کا پردہ سے استثناء کیا گیا ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے شوہر ہے جس سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں۔ دوسرے اپنے باپ ہیں جس میں دادا پردادا، نانا پرنانا سب شامل ہیں، تیسرے خسر یعنی شوہر کا باپ ہے، اس میں خسر کے باپ دادا، نانا سب شامل ہیں۔ چوتھے اپنے لڑکے جو اپنی اولاد میں ہیں۔ اس میں پوتے نواسے شامل ہیں۔ پانچویں شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے بیٹے، پوتے، چھٹے اپنے بھائی۔ اس میں حقیقی بھائی بھی شامل ہیں اور باپ شریک اور ماں شریک بھائی بھی، لیکن ماموں، خالہ یا چچا، تایا اور پھوپھی کے لڑکے جن کو عام عرف میں بھائی کہا جاتا ہے وہ اس میں داخل نہیں وہ غیر محرم ہیں۔ ساتویں بھائیوں کے لڑکے۔ یہاں بھی صرف حقیقی یا ماں شریک یا باپ شریک بھائی کے لڑکے مراد ہیں۔ دوسرے عرفی بھائیوں یعنی ماموں، خالہ، چچا، تایا اور پھوپی زاد بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں ہیں۔ آٹھویں بہنوں کے لڑکے، اس میں بھی حقیقی اور ماں شریک یا باپ شریک بہنوں کے لڑکے مراد ہیں۔ ماموں زاد چچا زاد وغیرہ بہنوں کے لڑکے داخل نہیں۔ یہ آٹھ قسم تو مردوں کی ہیں جو احکام حجاب اور پردہ سے مستثنٰی ہیں مگر یہ واضح رہے کہ ستر عورت سے استثناء نہیں۔ عورت کا جو بدن ستر میں داخل ہے جس کا کھولنا نماز میں بھی جائز نہیں اس کا دیکھنا محارم یعنی باپ، بیٹے، بھائی، وغیرہ کو بھی جائز نہیں۔

چار دوسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں ان میں ایک نسآئِهِن کو فرمایا گیا یعنی اپنی عورتیں جس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں کہ ان کے سامنے بھی وہ تمام اعضاء کھولنا جائز ہے جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جاسکتے ہیں اس لئے جو اعضاء ایک عورت اپنے باپ بیٹوں کے سامنے نہیں کھول سکتی ان کا کھولنا کسی مسلمان عورت کے سامنے بھی جائز نہیں۔ علاج معالجہ کی ضرورتیں مستثنٰی ہیں۔ مسلمان عورتوں کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ کافر مشرک عورتوں سے بھی پردہ ہے۔ مگر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں یہاں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ کیونکہ احادیث میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں کافر عورتوں کا ازواج مطہراتؓ کے پاس جانا ثابت ہے اس لئے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض ائمہ نے کافر عورتوں کو مثل غیر محرم مردوں کے قرار دیا ہے بعض نے اس معاملہ میں مسلمان اور کافر دونوں قسم کی عورتوں کا ایک ہی حکم رکھا ہے کہ ان سے پردہ نہیں۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ لفظ نساء ھن میں تو سبھی عورتیں مسلم اور کافر داخل ہیں اور سلف صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہیں۔ تفسیر روح المعانی میں مفتی بغداد حضرت علامہ آلوسیؒ نے اسی قول کو اختیار فرما کر کہا ہے کہ

یہی قول آج کل لوگوں کے مناسب حال ہے کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں کا کافر عورتوں سے پردہ تقریباً ناممکن ہوگیا ہے۔

دوسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او ما ملکت ایمانھن ہے یعنی وہ جو ان عورتوں کے مملوک ہوں اس میں بظاہر شرعی غلام اور لونڈیاں دونوں داخل معلوم ہوتی ہیں لیکن اکثر ائمہ فقہاء کے نزدیک اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے مراد صرف لونڈیاں ہیں۔ غلام مرد اس میں داخل نہیں۔

تیسری قسم جن سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال ہے اس سے مراد وہ بدحواس قسم کے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی طرف کوئی رغبت اور دلچسپی نہ ہو اور جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر رہتے ہوں۔ اس کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس وقت اس قسم کے کچھ بدحواس مرد ایسے ہی تھے جو طفیلی بن کر کھانے پینے کے لئے گھروں میں آتے جاتے تھے۔

چوتھی قسم جس سے عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں وہ او الطفل الذین لم یظھروا علی عورٰت النسآء ہے یعنی ایسے نابالغ بچے جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات و صفات و حرکات و سکنات سے بالکل بے خبر ہوں اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی لیتا ہو اور قریب البلوغ ہو اس سے پردہ واجب ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عورت کو سوائے چند مخصوص مواقع کے زینت کا اظہار ممنوع ہے اور موجب فتنہ ہے۔ اسی طرح زینت یعنی زیور وغیرہ کی آواز کے اظہار کی بھی ممانعت فرمائی جو موجب فتنہ ہے اور ظاہر ہے کہ خود عورت کی آواز زیور کی آواز سے زیادہ موجب فتنہ ہے۔ لہٰذا عورت کی آواز زینت کی آواز سے زیادہ حرام ہوگی جیسا کہ سورۂ احزاب میں اس بارہ میں نص صریح ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اجنبی عورت کا تو قرآن سننا بھی حرام ہے اور عورت کی اذان و اقامت بالاجماع ناجائز ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے جس کا پردہ واجب ہے۔ جب عورت کی اذان و اقامت ناجائز ہے تو جلسۂ عام میں عورت کا کھلے منہ آنا اور تقریر کرنا اور مردوں کی پارٹیوں میں کھلے منہ زیب و زینت سے شرکت کرنا اور اپنی تصویر اتروانا اور پھر اس کا اخباروں میں چھپوانا بلاشبہ حرام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو پکا اور سچا اسلام نصیب فرمائیں۔ اور قرآن و سنت کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی کوتاہیوں اور تقصیرات پر سچی توبہ اور رجوع الی اللہ کی ہدایت نصیب فرمائیں کہ اسی میں ہماری دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی ہے۔

ابھی مزید ہدایات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! جس قوم سے اور امت کے جن افراد سے رحمۃ اللعالمین، نبی کریم، سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ناخوش ہوں تو ان کو دین و دنیا کی صلاح و فلاح کیسے نصیب ہوسکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تنبیہات پر کان نہ دھرنے والے آپ کی ناراضگی اور عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ یا اللہ! ہماری بدحالی اب انتہائی قابل رحم و کرم ہے۔ نبی الرحمۃ کے طفیل میں اب امت مسلمہ پر رحم فرما کر ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے فرمادے۔ ہمارے علماء و صلحاء حکام اور عوام۔ مردوں اور عورتوں سب ہی کو اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت عطا فرمادے اور آپ کے اتباع کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ

اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم اُن کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اس کا بھی۔ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اُن کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۞ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى

اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کا مقدور نہیں اُن کو چاہیے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کر لیں)

وَاَنْكِحُوا اور تم نکاح کرو	الْاَيَامٰى بیوہ عورتیں	مِنْكُمْ اپنے میں سے اپنی	وَالصّٰلِحِيْنَ اور نیک	مِنْ سے	عِبَادِكُمْ اپنے غلام
وَاِمَآئِكُمْ اور اپنی کنیزیں	اِنْ يَّكُوْنُوْا اگر وہ ہوں	فُقَرَآءَ تنگدست	يُغْنِهِمُ انہیں غنی کر دیگا	اللّٰهُ اللہ	مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے	وَاللّٰهُ اور اللہ
وَاسِعٌ وسعت والا	عَلِيْمٌ علم والا	وَلْيَسْتَعْفِفِ اور چاہیے کہ بچے رہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے	نِكَاحًا نکاح
	حَتّٰى یہانتک کہ	يُغْنِيَهُمُ انہیں غنی کر دے	اللّٰهُ اللہ	مِنْ فَضْلِهٖ اپنے فضل سے	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو متعدد احکام حیا۔ عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے دیئے گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں مزید احکام اس آیت میں دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ بے نکاح اور مجرد رہنے میں عفت وعصمت کو بڑا خطرہ ہے اس لئے یہاں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ یا رنڈوے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا جائے۔

حدیث میں بھی نکاح کی بڑی فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''کہ اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو۔ نماز فرض کا جب وقت آ جائے۔ جنازہ جب موجود ہو۔ اور رانڈ عورت جب اس کا کفول جائے۔'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ ''کہ جو میری فطرت چاہے وہ میری سنت اختیار کرے اور میری سنت نکاح ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ ''کہ جس کے پاس نکاح کے لئے مال ہو اور وہ نکاح نہ کرے تو ہم میں سے نہیں ہے۔'' ایک اور صحیح حدیث میں ارشاد ہے۔ ''لوگو ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن میں کثیر النسل ہونے کی قابلیت ہو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کروں گا''

اب ذرا غور کیجئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ نسل بڑھاؤ تا کہ امت مسلمہ کی کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کا موقع حاصل ہو اور امتی یہود ونصاریٰ کے مشورہ اور حکم پر یہ کہیں کہ ملک اور قوم میں منصوبہ بندی کا پرچار کرو تا کہ بچے کم پیدا ہوں اور جب بچے کم پیدا ہوں گے تو کھانے والے کم ہوں گے اور اناج کی اس طرح فراوانی ہو گی اور ملک کو ترقی حاصل ہو گی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اے گروہ جوانان! تم میں سے جس میں نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے حرام نظر کی بندش اور شرمگاہ کی حفاظت بخوبی ہو جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ جب تم سے وہ شخص جس کے دین اور خلق کو تم پسند کرتے ہو نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کر دو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔ بہر حال قرآن و حدیث دونوں میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور اکثر علماء کے نزدیک نکاح سنتِ مؤکدہ اور قریب بوجوب ہے لیکن قدرت اور طاقت شرط ہے اور اگر مغلوب الشہوت ہو کر زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو واجب ہے۔

تو یہاں آیت میں جو بھی بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت اور خواہ ابھی نکاح نہ ہوا ہو یا بیوی کی وفات یا طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو۔ اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں تو ہدایت ہے کہ تم ان کا نکاح کر دیا کرو۔

گذشتہ زمانہ میں غلام اور لونڈیوں کا دستور تھا اس لئے آگے ان کے لئے بھی ہدایت ہے کہ تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو نکاح کے لائق ہوں یعنی حقوق زوجیت کو ادا کر سکے اس کا بھی نکاح کر دیا کرو۔ بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ ان کا نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا؟ جیسے منصوبہ بندی والے کہتے ہیں کہ بچے زیادہ ہو گئے اور آبادی بڑھ گئی تو کھانے کو کہاں سے آئے گا؟ انہیں بتلایا جاتا ہے کہ ایسے موہوم خطرات سے نکاح سے مت رکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اس کو تو وہ سچ جانے گا اور اس پر یقین کرے گا جس کا سچا ایمان خدا کی ذات اور اس کی کتاب پر ہو۔ کیا معلوم کہ خدا چاہے تو ان بیوی بچوں ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کر دے۔ تو نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر وافلاس لاتا ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ الغرض روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں پھر یہ خیال نکاح سے کیوں مانع ہو۔ اس لئے صاف ارشاد ہوا کہ اگر بے نکاح مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اگر چاہے گا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے جس کو چاہے غنی کر دے اور سب کا حال خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جس کو غنا کا اہل جانے غنی کر دے اور جس کو فقر کا اہل جانے فقیر کر دے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لا سکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے، چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اسی ضبطِ نفس اور عفیف رہنے کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو غنی کر دے اور نکاح کے مواقع مہیا فرما دے۔ گویا ایسے مرد اور عورتوں کو کہ جن کے نکاح کی صورت بن ہی نہ پڑے ہدایت فرمائی گئی کہ اپنی پاک دامنی کو ضائع نہ کریں۔ کوشش کے ساتھ عفت کو برقرار رکھیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے موانع کو دور کر کے کام پورا نہ کر دے یعنی اگر بالفعل نکاح کی کوئی صورت نمودار نہیں ہوتی تو یہ نہ یقین کر لینا کہ کبھی نکاح ہو ہی نہ سکے گا۔ اس لئے حرام کی نیت نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو موانع دور کر دیں گے اور اپنے فضل سے کام پورا کر دیں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کا بھی نکاح ہو جائے گا اللہ اس کو غنی اور مالدار بنا دے گا بلکہ مدعا یہ ہے کہ جب دوسرے حالات موافق میسر ہوں تو محض فقر وافلاس کو مانع نکاح قرار نہ دو۔ اس میں لڑکی والوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ نیک اور شریف آدمی اگر ان کے ہاں پیغام دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کر دیں۔ لڑکے والوں کو بھی تلقین ہے کہ کسی بالغ نوجوان کو محض اس لئے نہ بٹھا رکھیں کہ ابھی زیادہ کمائی نہیں کر رہا ہے۔ اور نوجوانوں کو بھی نصیحت ہے کہ زیادہ غنا اور مالداری

کے انتظار میں اپنی شادی کو خواہ مخواہ نہ ٹالتے رہیں۔ تھوڑی آمدنی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر نکاح شادی کر لینا چاہئے۔ مستقبل میں کس کے لئے کیا لکھا ہے اسے کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ برے حالات اچھے حالات میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور اچھے حالات بھی برے حالات میں بدل سکتے ہیں۔ یہ سب مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ جسے چاہے غنی کر سکتا ہے۔ خوشحالی سے نواز سکتا ہے۔ اس کے ہاں کوئی تنگی اور کمی تو ہے نہیں۔ مگر اب اس وقت ہماری کم فہمی نے مسائل معاش کو ربوبیت الٰہی کے عام قانون سے عملاً خارج سمجھ رکھا ہے۔ اسی لئے ضبط تولید اور منصوبہ بندی اور اولاد نہ پیدا ہونے اور آبادی نہ بڑھانے کی مہمل سکیمیں بروئے کار لائی جا رہی ہیں اور ملک سے فقر و افلاس کو دور کرنے اور غنا حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھی جا رہی ہیں۔ قران پاک نے بار بار اس کم فہمی کو دور کیا ہے اور اس گمراہ خیال پر ضرب لگائی ہے اور بار بار اعلان کیا ہے کہ جسمانیات و روحانیات کے سارے دوسرے مسائل کی طرح معاشیات بھی اسی خالق اکبر رب العالمین کی مشیت کے تابع ہے اور رزق اور روزی کی تقسیم اسی رزاق کے دست قدرت میں ہے۔

تو خلاصہ اور حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں اور مردوں کے بن بیاہے بیٹھے رہنے کا طریقہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ غیر شادی شدہ لوگوں کے نکاح کئے جائیں، حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں کو جن کا وجود اب دنیا میں قریب قریب مفقود ہے۔ ان کو بھی بن بیاہا نہ رکھا جائے۔ اور فقر و غنا کو، افلاس اور خوشحالی کو نکاح اور عدم نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ حیا اور عفت اور عصمت کی حفاظت کے لئے جہاں اور احکام و ہدایات گذشتہ آیات میں دیئے گئے ہیں وہیں نکاح کی بھی ترغیب، تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے۔ معاشرہ میں حیا اور عفت پیدا ہونے اور اس کے قائم رکھنے میں باندی اور غلاموں سے متعلق بعض احکام اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور قران پاک کے احکامات پر ایمان و یقین کامل نصیب فرمائیں، قرآن کریم نے جن باتوں کو پسندیدہ قرار دیا ہے وہ ہمیں بھی محبوب ہوں اور جن امور کو ناجائز قرار دیا ہے وہ مبغوض ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعتِ مطہرہ کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خلاف شرع باتوں کو اپنانے سے کامل گریز نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس ملک سے جو غیر شرع قوانین رائج ہیں ان کے یکسر مٹنے اور قرآن کے احکام نافذ ہونے کی صورت غیب سے ظاہر فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ

اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو (بہتر ہے کہ) اُن کو مکاتب بنا دیا کرو اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ۔ اور اللہ کے

مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا

(دیئے ہوئے) اُس مال میں سے اُن کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے۔ اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں

عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۳۳ وَلَقَدْ

محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے۔ اور جو شخص اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُن کے مجبور کئے جانے کے بعد (اُن کیلئے) بخشنے والا مہربان ہے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۳۴

اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن کی بعض حکایات بھی اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	يَبْتَغُوْنَ چاہتے ہوں	الْكِتٰبَ مکاتبت	مِمَّا ان میں سے جو	مَلَكَتْ مالک ہوں	اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ (غلام)	
فَكَاتِبُوْهُمْ تو تم ان سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) کرلو	اِنْ عَلِمْتُمْ اگر تم جانو (پاؤ)	فِيْهِمْ ان میں	خَيْرًا بہتری	وَّاٰتُوْهُمْ اور تم ان کو دو		
مِّنْ سے	مَّالِ اللّٰهِ اللہ کا مال	الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ جو اس نے تمہیں دیا	وَلَا تُكْرِهُوْا اور تم نہ مجبور کرو	فَتَيٰتِكُمْ اپنی کنیزیں	عَلَى الْبِغَاۗءِ بدکاری پر	
اِنْ اَرَدْنَ اگر وہ چاہیں	تَحَصُّنًا پاکدامن رہنا	لِّتَبْتَغُوْا تا کہ تم حاصل کرلو	عَرَضَ سامان	الْحَيٰوةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَمَنْ اور جو
يُّكْرِهْهُّنَّ انہیں مجبور کرے گا	فَاِنَّ تو بیشک	اللّٰهَ اللہ	مِنْۢ بَعْدِ بعد	اِكْرَاهِهِنَّ ان کے مجبوری	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان
وَلَقَدْ اور تحقیق	اَنْزَلْنَآ ہم نے نازل کئے	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	اٰيٰتٍ احکام	مُّبَيِّنٰتٍ واضح	وَّمَثَلًا اور مثالیں	مِّنَ سے
	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	خَلَوْا گزرے	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	وَمَوْعِظَةً اور نصیحت	لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	

تفسیر وتشریح:۔ اس رکوع کے شروع سے برابر ان احکام و ہدایات کا سلسلہ چل رہا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائی، بے حیائی، بدکاری وغیرہ پیدا ہی نہ ہوں اور معاشرتی و تمدنی طور طریقوں کی پوری طرح اصلاح ہو کر شرم وحیا۔ عفت و پاکدامنی والے اخلاق رونما ہوں۔ یہ احکامات وہدایات ان آیات پر یہاں ختم ہو رہے ہیں۔ گذشتہ آیات میں نکاح کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ہدایت دی گئی تھی کہ نہ صرف آزاد بلکہ جو لونڈی اور غلام بھی اس لائق ہوں کہ حقوقِ زوجیت ادا کر سکیں تو ان کا بھی نکاح کر دیا کرو تا کہ بدکاری و بے حیائی سے وہ بھی دور رہیں۔

اب آگے اس آیت میں غلام و باندیوں سے مکاتبت کا حکم بیان فرمایا جاتا ہے اور زمانۂ جاہلیت کی قبیح رسم جو بدکاری کی لونڈیوں میں پائی جاتی تھی اس کی ممانعت فرمائی جاتی ہے۔ پہلے حکم غلام یا باندیوں کے متعلق مکاتبت کا دیا جاتا ہے۔ مکاتبت کے لفظی معنی ہیں لکھا پڑھی کے مگر اصلاح شریعت میں یہ لفظ غلام اور آقا کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے جس میں غلام آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دے دوں گا تو آزاد ہو جاؤں گا اور مالک اسے منظور کرلے۔ اور یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا لیکن کمائی۔ پیشہ یا تجارت وغیرہ کے باب میں خود مختار

ہوجائے گا۔ پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو غلام آزاد ہوجائے گا۔ نہ پوری ہوسکنے کی حالت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت کو فسخ کرالے ورنہ قاضی یا حاکم فسخ کرادے گا۔

اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لئے جو صورتیں رکھی گئی ہیں یہ مکاتبت ان میں سے ایک اہم صورت ہے۔ یہ معاہدہ ہوجانے کے بعد آقا کو یہ حق نہیں رہتا کہ غلام کی آزادی میں بے جا رکاوٹیں ڈالے۔ مدت مقررہ کے اندر جب بھی غلام اپنے ذمہ کی رقم ادا کردے گا وہ آزاد ہوجائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک غلام نے اپنی مالکہ سے مکاتبت کی اور مدت مقررہ سے پہلے ہی مال کتابت جمع کر کے مالکہ کے پاس لے گیا۔ مالکہ نے کہا کہ میں یکمشت رقم نہ لوں گی بلکہ سال بسال اور ماہ بماہ قسطوں کی شکل میں لوں گی۔ غلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ رقم بیت المال میں داخل کردے اور جا تو آزاد ہے۔ پھر مالکہ کو کہلا بھیجا کہ تیری رقم یہاں جمع ہوچکی ہے۔ اب تو چاہے یکمشت لے لے ورنہ ہم تجھے سال بسال اور ماہ بماہ دیتے رہیں گے۔ سبحان اللہ! یہ تھی اسلامی حکومت۔ اس زمانہ میں غلام اور باندیوں کا وجود دنیا کے اکثر ملکوں میں نہیں۔ قدیم زمانہ میں جب اسلام آیا تو عرب اور بیرون عرب سب جگہ غلام و کنیز بکثرت پائے جاتے تھے۔ اسلام نے غلاموں کی آزادی کی تلقین و ترغیب دی جس کی ایک صورت مکاتبت ہے جس کا ذکر یہاں آیت میں فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ کسی کا غلام یا باندی مکاتبت کے ذریعہ آزادی چاہے تو مالک و آقا کو یہ معاملہ قبول کرلینا چاہئے جبکہ وہ یہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہوگی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بدمعاشیاں کرتا نہ پھرے گا اگر یہ اطمینان ہوتو بے شک اس کو آزادی کا موقع دینا چاہئے۔ تاکہ وہ آزاد ہوکر اپنی فلاح کے میدان میں ترقی کرسکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو باختیار خود نکاح کرلے اور عفت و پاکدامنی کی زندگی بسر کرے۔ آگے دولت مند مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے باندی اور غلام کی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات سے تاکہ وہ جلدی آزادی حاصل کرسکیں اور اگر مالک و آقا خود کتابت کا کوئی حصہ معاف کردے تو یہ بھی بڑی امداد ہے۔

عرب میں جاہلیت کے بدترین رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ وہ اپنی لونڈیوں کو زنا کاری کے لئے مجبور کرتے تھے تاکہ وہ رقم حاصل کرکے اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آکر صرف نکاح کے معروف طریقہ کو جائز قرار دیا اور باقی تمام صورتیں زنا میں شمار ہوکر جرم ہوگئیں۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کرچکے تھے اس کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کراکر روپیہ حاصل کرتا تھا ان میں سے بعض مسلمان ہوگئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ عبداللہ بن اُبی نے ان پر تشدد کیا۔ انہوں نے جاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی انہوں نے معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کہ لونڈی اس ظالم کے قبضہ سے نکال لی جائے۔ یہی زمانہ تھا کہ جب بارگاہ خداوندی سے یہ آیت نازل ہوئی جس میں لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی اس آیت کے منشاء کے مطابق بدکاری کی ان تمام صورتوں کو مذہباً ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دے دیا۔

شروع سورت سے تمام احکامات کو تفصیل وار بیان کردینے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ

واضح اور روشن آیات تمہارے سامنے بیان فرمادیں۔ خدا سے ڈر کر سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کو جس طرح تعلیم دی جاتی ہے وہ تو ہم نے دے دی ہے۔ اب اگر تم اس تعلیم کے خلاف چلوگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان قوموں کا سا انجام دیکھنا چاہتے ہو جن کی عبرتناک مثالیں اس قرآن میں ہم تمہارے سامنے پیش کر چکے ہیں۔

اس سورۃ میں یہاں تک نفس کو رذائل اور خباثت سے پاک کرنے اور پاک رکھنے کے لئے دس خاص احکام بیان فرمائے گئے۔

۱۔ پہلا حکم حدِ زنا کے متعلق۔

۲۔ دوسرا حکم نکاح زانی وزانیہ کے متعلق۔

۳۔ تیسرا حکم حدِ قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت بغیر ثبوت کے لگانے کی سزا کے متعلق۔

۴۔ چوتھا حکم لعان یعنی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے متعلق۔

۵۔ پانچواں حکم استیذان یعنی کسی کے گھر میں بغیر اطلاع اور بغیر اجازت داخل ہونے کی ممانعت کے متعلق۔

۶۔ چھٹا حکم مردوں اور عورتوں کو اپنی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کے متعلق۔

۷۔ ساتواں حکم غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کو نکاح کے متعلق۔

۸۔ آٹھواں حکم صبر اور ضبطِ نفس کا جن کو فی الحال اسباب نکاح میسر نہ ہو۔

۹۔ نواں حکم غلاموں اور باندیوں کو مکاتب بنانے کے متعلق۔

۱۰۔ دسواں حکم باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی ممانعت کے متعلق۔

ان کے خاتمہ پر حق تعالیٰ بندوں پر اظہار احسان فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمہاری ہدایت ونصیحت کے لئے یہ احکام نازل کئے تاکہ تم گندگیوں اور خبائث سے پاک رہو اور تمہارے دل منور اور روشن ہوجائیں اور تم عفیف اور پاک دامن بن جاؤ اور دین ودنیا کی فلاح کے مستحق بن جاؤ۔ غور کیجئے کہ خاتمہ احکام پر اس سے زیادہ مؤثر تنبیہ کے الفاظ اور کیا ہوسکتے ہیں کہ اگر تم ان کے خلاف چلوگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان قوموں کا سا انجام دیکھنا چاہتے ہو جن کے عبرتناک واقعات قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور جن کو احکام الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی کیسی سزائیں ملیں کہ نہ نور ہدایت میسر ہوا، نہ راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔ آگے اسی نور ہدایت کا ذکر ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اس ملک اور قوم اور تمام امت مسلمہ کو اتباع قرآن کی دولت عطا فرمائیں۔

یااللہ! جیسا آپ نے اپنے کرم سے ابتداء میں مسلمانوں کو نور ہدایت سے نوازا اب بھی امت مسلمہ کو نور ہدایت سے نواز دے۔

اور امت مسلمہ کو راہِ ہدایت پر چلنا نصیب فرمادے اور ان میں حیاء شرم، پاکدامنی عفت وعصمت کے اخلاق رونما فرمادے۔

یااللہ! اپنا وہ خوف وخشیت ہم کو عطا فرمادے کہ جو ہم آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آپ کے قرآن پاک کے متبع ہوجائیں اور آپ کے نبی الرحمۃ کے پکے اور سچے امتی ہوجائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے نور (ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک قندیل میں ہے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو۔ وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون ہے جو نہ پورب رُخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اُس کا تیل اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اُٹھے گا (اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو) نُورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جسکو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ

اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کیلئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

اَللّٰهُ اللہ	نُوْرُ نور	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	مَثَلُ مثال	نُوْرِهٖ اس کا نور	كَمِشْكٰوةٍ جیسے ایک طاق	فِيْهَا اس میں
مِصْبَاحٌ ایک چراغ	اَلْمِصْبَاحُ چراغ	فِيْ زُجَاجَةٍ ایک شیشہ میں	اَلزُّجَاجَةُ وہ شیشہ	كَاَنَّهَا گویا وہ	كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ایک ستارہ چمکدار		
يُّوْقَدُ روشن کیا جاتا ہے	مِنْ سے	شَجَرَةٍ درخت	مُّبٰرَكَةٍ مبارک	زَيْتُوْنَةٍ زیتون	لَّا شَرْقِيَّةٍ نہ مشرق کا	وَّلَا غَرْبِيَّةٍ اور نہ مغرب کا	
يَكَادُ قریب ہے	زَيْتُهَا اس کا تیل	يُضِيْٓءُ روشن ہو جائے	وَلَوْ خواہ	لَمْ تَمْسَسْهُ اسے نہ چھوئے	نَارٌ آگ	نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ روشنی پر روشنی	
يَهْدِي اللّٰهُ رہنمائی کرتا ہے اللہ	لِنُوْرِهٖ اپنے نور کی طرف	مَنْ يَّشَآءُ وہ جس کو چاہتا ہے	وَيَضْرِبُ اور بیان کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الْاَمْثَالَ مثالیں		
	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ پورے رکوع میں معاشرہ کو فحش باتوں سے پاک صاف رکھنے اور بدکاری و بے حیائی کی باتوں سے بچنے کے احکامات و ہدایات دے کر گذشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت صاف اور روشن احکام نازل کئے ہیں۔ ان میں انسان کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے اور ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی ان احکام پر عمل نہ کرے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں برا ہوگا اور اس بات کو پچھلی قوموں کا ذکر فرما کر واضح کر دیا گیا تھا کہ ان کو احکامِ الٰہی سے منہ موڑنے اور برے کاموں میں پھنسے رہنے کی کیسی سزائیں ملیں۔ باقی نور ہدایت ہے تو اللہ ہی کے قبضہ میں وہی جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اسی مضمون کی تائید اس آیت سے ایک مثال دے کر بیان فرمائی جاتی ہے۔

اس آیت میں اور اس میں بھی ایک چھوٹا سا جملہ اللہ نور السمٰوٰت والارض بڑا دقیق ہے اور اس پر علمائے مفسرین نے بڑی طویل فلسفیانہ تقریریں اور عالمانہ تحریریں سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ نور سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس کی حقیقت و کیفیت کیا ہے؟ اور اس مثال میں مشکوٰۃ یعنی طاق اور چراغ اور قندیل سے کون اور کس طرح مراد ہے؟ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں پوری ایک کتاب مشکوٰۃ الانوار کے نام سے لکھی ہے اس میں امام صاحب نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتہً آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس پر اس لفظ کا اطلاق حقیقتہً ہے نہ کہ مجازاً جبکہ بعض مفسرین اور علمائے اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ نور کا

اطلاق خدا تعالیٰ پر حقیقتہً نہیں ہوسکتا بلکہ مجازاً ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ایسی ہی حق تعالیٰ کی صفت نور بھی ہے۔ بعض مفسرین نے تو بہت کچھ لکھ کر اخیر میں کہا کہ یہ پوری آیت ایسی دقیق ہے کہ عقل بشری کما حقہ اس کی تفسیر سمجھنے سے قاصر ہے۔ بہر حال اس آیت کا اردو ترجمہ جو یہاں اختیار کیا گیا ہے وہ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے اور حضرتؒ ہی کی فرمائی ہوئی تفسیر کو یہاں اختیار کیا گیا ہے جو جمہور اہل کلام کے مطابق ہے جن کے نزدیک نور سے مراد یہاں نور ہدایت ہے یعنی اللہ کی ہدایت ظاہر و مظہر ہونے میں صاف شفاف چراغ کی روشنی کی طرح ہے۔ یعنی حقائق کا علم اور راہ راست کی ہدایت کا نور اور روشنی اگر مل سکتی ہے تو اسی پاک ذات سے مل سکتی ہے اور اس کے برعکس اس سے فیض حاصل کئے بغیر جہل، ظلمت، تاریکی اور نتیجتاً ضلالت و گمراہی کے سوا اور کچھ ممکن نہیں۔ چونکہ گذشتہ آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حق تعالیٰ نے اس قرآن میں سب کچھ نصیحتیں اور احکام اور ہدایات کی تلقین فرما دی ہے تاکہ ہدایت کے حاصل کرنے والے اس سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ اب آگے اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ مومنین و مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو حصہ ملتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن متقی کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ کا قندیل رکھا ہوا اور اس قندیل میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے اور یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت یعنی زیتون سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو نہ شرقی ہو نہ غربی

یعنی نہ اس کی شرقی جانب میں کسی درخت یا پہاڑ وغیرہ کی آڑ ہے کہ جو دن کے اول حصہ میں اس پر دھوپ نہ پڑے اور نہ اس کی جانب غربی میں کوئی آڑ ہے کہ دن کے آخری حصہ میں اس پر دھوپ نہ پڑے بلکہ کھلے میدان میں ہے جہاں تمام دن دھوپ رہتی ہے۔ واضح رہے کہ ایسے درخت کا روغن بہت لطیف اور صاف اور روشن ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدوں آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا اور جب اس میں آگ لگ گئی تب تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ قدیم زمانہ میں زیادہ سے زیادہ روشنی روغن زیتون کے چراغوں سے حاصل کی جاتی تھی اس لئے مثال میں اسی کا ذکر فرمایا گیا۔ تو یہاں جو مثال دی گئی اسی طرح مومن کے قلب میں جب اللہ تعالیٰ نور ہدایت ڈالتا ہے تو لحہ بہ لحہ اس کو قبول حق کے لئے انشراح قلب بڑھتا جاتا ہے اور ہر وقت احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ غرض نور ہدایت الٰہیہ کی یہ مثال ہے۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے اپنے نور ہدایت سے منور فرمائے اور وہی یہ جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے اور کون اس نعمت کا مستحق ہے جو شخص نور حق اور نور ہدایت کا طالب ہی نہ ہو اور جو اس فکر اور جستجو ہی میں نہ پڑے تو اسے زبردستی نور حق دکھانے کی اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے اس نعمت کا مستحق تو وہی ہے جسے اللہ جانتا ہے کہ وہ اس کا طالب اور مخلص طالب ہے۔ اور ہدایت کی جو یہ مثال دی گئی اسی طرح قرآن میں حق تعالیٰ نے بہت سی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ استعداد حق رکھنے والوں کو بصیرت و ہدایت کی روشنی حاصل ہو۔

یہ تو بیان ہوا نور ہدایت کا اب آگے اہل ہدایت کا حال ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! نور ہدایت کی روشنی اگر مل سکتی ہے تو آپ ہی کی عطا سے مل سکتی ہے۔ اور جس کو آپ یہ روشنی عطا نہ فرمائیں تو جہل ظلمت، تاریکی، ضلالت اور گمراہی کے سوا اسے کیا نصیب ہوسکتا ہے۔ یا اللہ! اپنے نور ہدایت سے ہم میں سے کسی کو تا زیست محروم نہ فرمایئے۔ یا اللہ! قبول حق کی صلاحیت و نعمت سے ہم سب کو مالا مال فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ

وہ ایسے گھروں میں (عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اُن میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ

جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن (کی داروگیر) سے ڈرتے رہتے ہیں

یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَہُمْ

جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جاویں گی۔ انجام یہ ہوگا کہ اللہ اُن کو اُن کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) اُن کو

مِّنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دیگا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار رزق دے دیتا ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ ان گھروں میں	اَذِنَ حکم دیا	اللّٰہُ اللہ	اَنْ تُرْفَعَ کہ بلند کیا جائے	وَیُذْکَرَ اور لیا جائے	فِیْہَا اُن میں	اسْمُہٗ اسکا نام
یُسَبِّحُ تسبیح کرتے ہیں	لَہٗ اس کی	فِیْہَا ان میں	بِالْغُدُوِّ صبح	وَالْاٰصَالِ اور شام	رِجَالٌ وہ لوگ	لَّا تُلْہِیْہِمْ انہیں غافل نہیں کرتی
تِجَارَۃٌ تجارت	وَّلَا بَیْعٌ اور نہ خرید وفروخت	عَنْ سے	ذِکْرِ اللّٰہِ اللہ کی یاد	وَاِقَامِ اور قائم رکھنا	الصَّلٰوۃِ نماز	وَاِیْتَآءِ اور ادا کرنا
الزَّکٰوۃِ زکوۃ	یَخَافُوْنَ وہ ڈرتے ہیں	یَوْمًا اس دن سے	تَتَقَلَّبُ الٹ جائیں گے	فِیْہِ اس میں	الْقُلُوْبُ دل	وَالْاَبْصَارُ اور آنکھیں
لِیَجْزِیَہُمُ تاکہ انہیں جزا دے	اللّٰہُ اللہ	اَحْسَنَ بہتر سے بہتر	مَا عَمِلُوْا جو انہوں نے کیا اعمال	وَیَزِیْدَہُمْ اور وہ انہیں زیادہ ہے		
	مِنْ فَضْلِہٖ اپنے فضل سے	وَاللّٰہُ اور اللہ	یَرْزُقُ رزق دیتا ہے	مَنْ یَّشَآءُ جسے چاہتا ہے	بِغَیْرِ حِسَابٍ بے حساب	

(حصہ اول)

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت کی ایک مثال بیان فرمائی گئی تھی جس سے اہل ہدایت کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ وہ اللہ کا احسان مانیں کہ اسی کی توفیق سے ہدایت پائی نیز اس میں اشارہ اس طرف بھی تھا کہ حق تعالیٰ سے نور ہدایت کے ملتجی رہیں۔ اب وہ نور ہدایت کہاں اور کس جگہ پایا جاتا ہے اور اہل ہدایت جو اس نور سے حسب استعداد منور ہوتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوتا ہے اور ان کو کیسا انجام نصیب ہوتا ہے یہ ان آیات میں بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس نور ہدایت کے ظہور کے خاص مقامات مسجدیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں بنانے اور تعمیر کرنے کے بعد احترام کے ساتھ قائم رکھا جائے اور ان کی پوری طرح خبر گیری کی جائے کہ غلاظت، گندگی اور کثافت سے پاک صاف رہیں۔ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ ان مساجد میں اللہ کے وہ بندے جو رضائے مولا کے طالب ہیں اس کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور ان کے جمع ہونے کا وقت ایک تو صبح کا وقت ہے پھر ظہر سے لے کر دوسرے دن صبح صادق تک کے سب اوقات ہیں۔ غدو سے صبح کی نماز مراد ہے اور آصال میں باقی چار نمازیں داخل ہیں۔ اللہ کے بندے ان اوقات میں اپنے کاروبار اور شغل اشغال چھوڑ چھاڑ کر فرض نمازوں کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے اور وہ اس وقت کو یاد کرکے ڈرتے رہتے ہیں جب اللہ عزوجل کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس دن لوگوں کے دل بدل جائیں گے اور ان کے سارے شک وشبہ مٹ جائیں گے اور یقین ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل کی

ذات عالی برحق ہے اور اس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔ اس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ یہ اللہ کے بندے جو اس پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اندر دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے اس روز اپنے اچھے کاموں کی جزا دیئے جائیں گے اور علاوہ جزا کے حق تعالیٰ اپنے فضل سے اور بہت کچھ دے گا۔ اس کے ہاں کسی چیز کی کیا کمی ہے۔ اگر جنتیوں کو بے حد حساب عنایت فرمائے تو اس کے ہاں کیا مشکل ہے۔

یہاں آیت میں رجال کا لفظ آیا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مساجد میں حاضر ہونا مردوں کیلئے ہے۔ اسلئے جمعہ اور جماعت مردوں ہی پر واجب ہے نہ کہ عورتوں پر۔ حدیث میں عورتوں کی نماز کے لئے گھروں کا افضل ہونا ثابت ہے اسلئے ان کیلئے وہی بجائے مسجد کے ہیں۔ ان آیات میں ایک حکم تو مسلمان مردوں کے لئے یہ معلوم ہوا اور جس کو اہل ہدایت کا نشان بتلایا گیا کہ وہ پانچوں وقت کی فرض نمازیں اللہ کے گھر یعنی مساجد میں حاضر ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اب اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے یعنی جو بغیر شرعی عذر کے ایسا نہیں کرتے وہ قرآن کی رو سے اہل ہدایت سے نہیں۔

دوسرا حکم ان آیات میں یہ دیا گیا کہ ان اللہ کے گھروں کی یعنی مساجد کا ادب کیا جائے۔ مساجد کے آداب کی کچھ تفصیلات جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد فرمائی گئی ہیں وہ انشاء اگلے درس میں آپ کے سامنے آئیں گی۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ان گھروں میں یعنی مساجد میں اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح کی جائے جس سے مراد پنج وقتہ فرائض کی ادائیگی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو فرض نمازیں بغیر کسی شرعی عذر کے مسجدوں میں نہیں ادا کرتے اور گھروں ہی میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ وہ اس قرآن حکیم کے حکم اور منشاء کے صریحاً خلاف کر رہے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرض نمازوں کا مسجد میں جماعت سے ادا کرنے کی نہایت سخت تاکید فرمائی ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ صحابہؓ کرام اور سلف صالحین کی تو یہ حالت تھی کہ اگر ایک لوہار ہتھوڑا اوپر اٹھائے ہوئے کسی لوہے پر مارنا چاہتا ہے مگر درمیان میں اذان کی آواز کان میں پڑ گئی تو فوراً ہتھوڑے کو ہاتھ سے رکھ کر فوراً خدا کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے اور یہ بھی گوارا نہ ہوتا کہ اٹھائے ہوئے ہتھوڑے سے ضرب کا کام لے لیا جائے۔ ان کا یہ حال تھا کہ اذان کی آواز ان کے بازاروں میں سناٹا ڈال دیتی تھی۔ فوراً خرید و فروخت کو چھوڑ کر اور دکانیں بند کر کے مساجد کی طرف چل دیتے۔ ایسے ہی حضرات کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں کہ جن کو کوئی دنیاوی تجارت اور کوئی خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی یعنی یہ لوگ اگرچہ بظاہر دنیوی تجارت میں مشغول ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ ایسے باہمت اور مردان شجاعت ہیں کہ اصل مقصود ان کا آخرت کی تجارت ہے۔ دنیا کی تجارت ان کو آخرت سے غافل نہیں ہونے دیتی۔ ان کا اصل مقصود دین ہے اور دنیا اس کی تابع ہے۔

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ عبادت اور تجارت دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں اور دین دنیا کے منافی نہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ دین کا کام کرنے سے دنیا سے جاتا رہتا ہے بالکل غلط خیال ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت و زراعت اور صنعت و حرفت کو فرض قرار دیا جس پر دنیا کا دارومدار ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کسب حلال فرض ہے۔ تو شریعت نے حلال طریقہ سے ضروریات معاش کی تحصیل کو فرض قرار دیا البتہ اس کے احکام بتلائے ہیں اور عقلاً یہ بالکل درست ہے۔ دنیا کی کونسی حکومت ہے جس میں تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت وغیرہ کے متعلق احکام و قوانین موجود نہ ہوں۔ اسی طرح شریعت میں بھی تجارت و زراعت کے احکام موجود ہیں اور یہ احکام دنیا کی متمدن اور مہذب حکومتوں کے احکام سے ہزار درجہ بڑھ کر آسان ہیں۔ شریعت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ تم دنیا کو بالکل چھوڑ دو بلکہ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ حلال طریقہ سے دنیا کماؤ اور اس کے حقوق ادا کرو اور کسی حالت میں شریعت کے دائرہ سے باہر مت نکلو۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

غرضیکہ مومنین و صالحین کی یہ صفت بیان کی گئی کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ کا مشغلہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتا۔

اب یہاں آیات میں چونکہ مساجد میں ذکر اللہ اور ان کے ادب و احترام کا حکم ہوا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں ضروری احادیث مساجد کے فضائل و آداب و احکام کے متعلق بیان کر دی جائیں جو انشاء اللہ علیحدہ آئندہ درس میں بیان کی جائیں گی۔

(حصہ دوم)

لفظی ترجمہ:۔ وہ (یعنی اہل ہدایت) ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جن میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔ انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے۔"

تفسیر وتشریح:۔ ان آیات سے متعلق بیان گذشتہ درس میں ہو چکا ہے جس میں اہل ہدایت کا حال بیان فرماتے ہوئے بتلایا گیا تھا کہ وہ ایسے گھروں میں جا کر عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب واحترام کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ یہاں مفسرین نے گھروں سے مراد مسجدیں لی ہیں جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا جا چکا ہے۔ تو چونکہ مساجد کا ادب اور ان میں ذکر اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے حکماً فرمائی ہے اس لئے مفسرین نے یہاں ان آیات کے تحت اجمالاً یا تفصیلاً احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد کے فضائل وضروری آداب واحکام بھی بیان فرمائے ہیں جو مختصراً اس درس میں بیان کئے جاتے ہیں۔

مساجد کے فضائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک زمین میں اللہ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ اس شخص کا اکرام کرے گا جو اس کی زیارت کے لئے مساجد میں آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کی عظمت درحقیقت خداوند قدوس کی عظمت ہے اسی طرح ان کی بے ادبی العیاذ باللہ خداوند کبریا کی بے ادبی ہے۔

ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں بازار ہیں آخرت کے بازاروں میں سے جو شخص ان میں داخل ہو گیا وہ اللہ کا مہمان ہے۔ اس کی مہمانی مغفرت ہے اور اس کے لئے تحفہ تکریم وتعظیم ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ دنیا کی تمام جگہوں میں سب سے پیاری جگہ اللہ کے نزدیک اس کی مساجد ہیں اور تمام جگہوں میں بدترین جگہ بازار ہیں۔ (اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ پیدائش عالم کا مقصد بحکم قرآن کریم صرف ذکر اللہ اور اس کی اطاعت ہے۔ اس لئے جو جگہیں اس مقصد کو زیادہ ادا کرتی ہیں وہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہیں اور جن جگہوں میں ذکر اللہ کے بجائے غفلت اور طاعت کے بجائے معصیت ہوتی ہے وہ اللہ کے نزدیک بدترین ہیں۔ مساجد چونکہ ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اس لئے وہ بہترین جگہیں ہیں اور بازار چونکہ عموماً غفلت، معاصی، جھوٹ، شوروشغب اور جھگڑے قصوں کی جگہ ہے اس لئے اللہ کے نزدیک مبغوض ترین ہیں۔ اس لئے سنت ہے کہ جب بازار میں داخل ہو تو یہ کلمہ پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت وھو علی کل شیء قدیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہونے کے وقت یہ کلمہ پڑھے اس کے لئے ایک لاکھ ثواب لکھے جاتے ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ درجات بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ بعض صحابۂ کرام سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ کبھی صرف اس کلمہ کو پڑھنے اور اس کا ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے ہی بازار جایا کرتے تھے۔

عورتوں کے لئے مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونہ ہے۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ میں بھی عورتوں کے لئے گھر کی نماز حرم شریف کی نماز سے افضل ہے۔ اسی لئے سنت ہے کہ اپنے گھر میں کوئی جگہ خاص نماز کے لئے کرلی جائے اور اس کو پاک صاف رکھا جائے اور اس میں خوشبو لگائی جائے۔ حدیث میں اس جگہ کے لئے مسجد ہی کا لفظ بولا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ان کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے۔ اگرچہ ان جگہوں میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ ہونے کی وجہ سے یہ بالکل مسجد کے حکم میں نہیں لیکن تاہم حدیث میں ان کو بھی مسجد کہا گیا ہے۔ عورتیں اگر اعتکاف کرنا چاہیں تو اسی گھر کی مسجد میں کرسکتی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ اپنے گھر میں ایک مسجد بنالے جن میں سنتیں اور نوافل پڑھا کرے لیکن اس کے واسطے بالکل مسجد کا حکم نہیں مثلاً عورتیں بحالتِ حیض اس میں داخل ہوسکتی ہیں بخلاف مساجد کے کہ ان میں حائضہ کا داخل ہونا جائز نہیں۔

مساجد کی صفائی سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مسجدوں کو صاف رکھا جائے اور ان میں خوشبوئیں لگائی جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اعمال کے ثواب سب میرے سامنے پیش کئے گئے یہاں تک کہ ایک تنکا جس کو کہ کسی شخص نے مسجد سے نکال دیا ہو اس کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میرے سامنے امت کے گناہ بھی سب پیش کئے گئے پس میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ ایک آدمی قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت یاد کرکے پھر بھول جائے۔ حدیث میں ہے کہ ایک عورت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی جب اس کا انتقال ہوا تو چونکہ رات کا وقت تھا صحابۂ کرام نے یہ سمجھ کر کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی تو آپ تشریف لائیں گے اور اندھیرے میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ اس میت کو خود ہی نماز پڑھ کر دفن کردیا اور آپ کو اس وقت اطلاع نہیں کی، جب صبح کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو تو مجھے خبر کردیا کرو۔ میں نے اس عورت کو جنت میں دیکھا ہے اس لئے کہ وہ مسجد سے کوڑا کباڑا اٹھادیتی تھی۔ مگر واضح رہے کہ صفائی اور چیز ہے اور زیب وزینت، گلکاری، رنگا رنگ کے نقش ونقوش اور بیل بوٹے اور شے ہے۔ مسجد کی صفائی ضروری اور باعث اجر وثواب ہے لیکن بے حد زینت اور گلکاریاں مکروہ اور مذموم ہے۔

حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کا کام بگڑتا ہے تو وہ اپنی مسجدوں کو نقش ونگار اور بیل بوٹوں سے آراستہ کرنے لگتے ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنی مساجد کو مزین کرنے لگو جو کہ نماز میں مخل ہو اور اپنے قرآنوں کو ایسا آراستہ کرو جو کہ حضور قلب میں خلل انداز ہو تو سمجھ لو کہ یہ تمہاری ہلاکت کا وقت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مساجد کی سجاوٹ اور زیب وزینت یہود ونصاریٰ کا دستور فرماتے تھے اور اس سے ناراضگی کے لہجہ میں پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ تم مساجد کو مزین کروگے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا۔"

مگر افسوس کہ ہم باوجود ان تنبیہات کے ان مکروہات سے نہ بچ سکے۔ دیکھ لیجئے بعض مساجد میں شب برأت اور شب معراج وغیرہ راتوں میں مسجد جو عبادت گاہ ہے اس کو کثرتِ چراغاں اور جھالروں کی روشنی وغیرہ سے تماشہ گاہ بنایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ مسجد میں لوبان، عود وغیرہ کی دھونی دینا۔ اگر کی بتیاں جلانا سنت ہے اور صحابۂ کرام کا ہمیشہ یہ دستور رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی مسجدوں سے ناسمجھ بچوں، پاگلوں کو علیحدہ رکھو اور ان کو اپنی خرید وفروخت اور شور وشغب سے پاک رکھو اور سزا دینے اور تلوار کھینچنے سے پاک رکھو اور ان کے دروازوں پر وضو خانہ بناؤ۔ اور ان کو ہر جمعہ کے دن خوشبو کی دھونی دیا کرو۔ اس ارشاد کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کے روز مسجد میں دھونی دیا کرتے تھے۔ افسوس کہ لوگ مساجد کے اندر طرح طرح کے مکروہ تکلفات کرتے ہیں مگر اس سنت کی طرف توجہ نہیں۔ جہاں

مسجد کو خوشبو وغیرہ کی دھونی دینے کا حکم ہے وہیں بدبودار چیز سے بچانے اور مسجدوں میں نہ لانے کا بھی حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بدبودار درخت یعنی کچی پیاز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لئے کہ فرشتوں کو بھی ان تمام چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جس سے انسانوں کو ایذا ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک اس کی بدبو منہ سے نہ جائے اس وقت تک مسجد میں نہ داخل ہو۔ اور یہی حکم ہر بدبودار چیز کا ہے جیسے حقہ، سگریٹ، بیڑی، کچی مولی، لہسن، پیاز وغیرہ، حقہ سگریٹ پینے والے کثرت سے اس میں غفلت کرتے ہیں۔

جس شخص کو غسل کی حاجت ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے اسی طرح حائضہ اور نفاس والی عورت کو بھی مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ اگر مسجد کے دو دروازے ہوں تو ایک سے داخل ہو کر دوسرے سے گزر جانا اور مسجد کو گزرگاہ یعنی راستہ بنانا ناجائز ہے۔ البتہ اگر کسی عذر سے کبھی اتفاقاً مسجد سے گزر گیا تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کی عادت ڈالنا ناجائز ہے۔ اور وہ شخص جو ایسا کرے فقہاء نے اسے فاسق قرار دیا ہے۔

جب مسجد میں داخل ہو تو مستحب ہے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے جس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے لیکن یہ تحیۃ المسجد صرف ظہر، عصر اور عشاء میں مستحب ہے۔ فجر کی نماز فرض سے پہلے سوائے سنت فجر کے اور کوئی نوافل نہ پڑھنا چاہئے۔ اور مغرب کی نماز سے پہلے بھی حنفیہ کے ہاں کوئی نفل پڑھنا مستحب نہیں۔ جو شخص کثرت سے مسجد میں آتا جاتا رہتا ہے تو اس کے لئے ہر روز صرف ایک مرتبہ دو رکعتیں پڑھ لینا تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے۔

گم شدہ چیز کے لئے مسجد میں اعلان کر کے تلاش کرنا بھی ناجائز ہے البتہ اگر مسجد میں کوئی چیز گم ہوئی ہو تو اس کو وہاں لوگوں سے دریافت کر سکتا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی اپنی گمشدہ چیز کو مسجد میں ڈھونڈ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہے کہ خدا اس کی چیز اس کو واپس نہ دے اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ مسجد میں کھانا کھانا اور سونا جائز نہیں سوائے مسافر اور معتکف کے کہ اس کو مسجد میں کھانا اور سونا جائز ہے۔ مسجد میں ذکر جہر کرنا اور ایسی بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنا جس سے کسی کی نماز و تسبیح میں خلل ہو ناجائز ہیں البتہ اگر مسجد میں کوئی آدمی نماز یا تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ جو دنیا کی باتیں خارج مسجد جائز اور مباح ہیں مسجد میں وہ بھی ناجائز ہیں اور جو خارج مسجد بھی ناجائز ہوں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔ لکھا ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے نیک عمل حبط کر دیتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر باتیں کرنے کی غرض سے نہ بیٹھے بلکہ اتفاقی طور سے کوئی دنیا کی ضروری بات آہستہ سے کہہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بھی بچے جیسا کہ صحابۂ کرام اور سلف صالحین کے عمل سے ظاہر ہے۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی باتیں نیکیوں کا اس طرح صفایا کر دیتی ہیں جیسے چوپائے گھاس کھا جاتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی مسجد میں دنیا کی باتیں شروع کرتا ہے تو فرشتے پہلے کہتے ہیں اسکت یا ولی اللہ اے اللہ کے ولی چپ رہ پھر اگر وہ چپ نہیں ہوتا اور باتوں میں لگا رہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت یا بغیض اللہ اے اللہ کے دشمن چپ رہ پھر اگر اس پر بھی خاموش نہیں ہوتا اور باتیں کرتا چلا جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت لعنت اللہ علیک تجھ پر خدا کی لعنت چپ رہ۔ تم مسجد میں آئے تھے کہ ثواب لے کر جائیں اور نور ہدایت سے قلب منور کریں اس کی بجائے فرشتوں کی بدعائیں لے کر لوٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مساجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔

ان آیات کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن (جلد ۶ ص ۴۲۸) میں لکھا ہے کہ امام قرطبیؒ نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو **السلام علینا وعلی عباد الله الصالحين** کہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں۔

دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء النصف النہار کا وقت نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔

چوتھے یہ کہ وہاں تیر و تلوار نہ نکالے۔

پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔

چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔

ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔

آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے۔

دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔

گیارہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔

بارہویں یہ کہ اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔

تیرہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔

چودھویں یہ کہ نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچہ یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے۔

پندرہویں یہ کہ وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

امام قرطبیؒ نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لئے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔

خلاصہ یہ کہ تمام دنیا کے شاہی درباروں اور عدالتوں کے خاص خاص آداب مقرر ہوئے ہیں۔ چونکہ مسجد تمام بادشاہوں کے پیدا کرنے والے کا عظیم الشان دربار ہے اس لئے اس کے بھی کچھ آداب ہیں جو اس دربار کے ناظم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھلائے اور بتلائے ہیں اور مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ان کو معلوم کرے اور ان کے موافق چلنے کی کوشش کرے اور سب سے بڑا حق ان مساجد کا یہی ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کے لئے یہاں حاضری دی جائے اور جماعت سے فرض نماز ادا کی جائے۔

الغرض نور ہدایت کے سلسلہ میں اہل ہدایت کے اجر و ثواب کا بیان ہوا اب ان کے مقابل اہل ضلالت کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آخرت کی طرف سے ہمارے دلوں پر جو غفلت چھائی ہوئی ہے اس کو دور فرما دیجئے۔ اور ہمیں اپنے ذاکر فرمانبردار بندوں میں شامل کرنا نصیب فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ایسی نمازوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہوں۔ اور ہم اپنی مساجد کو بازار کا نمونہ نہ بنائیں۔ بلکہ بازاروں میں بھی جا کر ہم آپ کی رضا اور قرب حاصل کرنے والے بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ

اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اسکو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسکو کچھ بھی

شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ

نہ پایا اور قضائے الٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اسکو برابر سرابر چکا دیا اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب (فیصل) کر دیتا ہے یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر میں

لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ

اندرونی اندھیرے کہ اسکو ایک بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس کے اوپر دوسری لہر اسکے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں۔

اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

کہ اگر اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہو سکتا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور جن لوگوں نے کفر کیا	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل	كَسَرَابٍ سراب کی طرح	بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان میں	يَّحْسَبُهُ گمان کرتا ہے		
الظَّمْاٰنُ پیاسا	مَآءً پانی	حَتّٰٓى یہانتک کہ	اِذَا جَآءَهٗ جب وہ وہاں آتا ہے	لَمْ يَجِدْهُ اس کو نہیں پاتا	شَيْـــًٔا کچھ بھی	وَّوَجَدَ اور اس نے پایا
اللّٰهَ اللہ	عِنْدَهٗ اپنے پاس	فَوَفّٰىهُ تو اس (اللہ) نے اسے پورا کردیا	حِسَابَهٗ اس کا حساب	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب کرنیوالا	
اَوْ كَظُلُمٰتٍ یا جیسے اندھیرے	فِيْ بَحْرٍ دریا میں	لُّجِّيٍّ گہرا پانی	يَّغْشٰـىهُ اسے ڈھانپ لیتی ہے	مَوْجٌ موج	مِّنْ فَوْقِهٖ اس کے اوپر سے	
مَوْجٌ ایکدوسری موج	مِّنْ فَوْقِهٖ اسکے اوپر سے	سَحَابٌ بادل	ظُلُمٰتٌ اندھیرے	بَعْضُهَا اسکے بعض (ایک)	فَوْقَ بَعْضٍ بعض (دوسرے) کے اوپر	
اِذَآ جب	اَخْرَجَ وہ نکالے	يَدَهٗ اپنا ہاتھ	لَمْ يَكَدْ نزدیک نہیں (توقع نہیں)	يَرٰىهَا تو وہ اسے دیکھے	وَمَنْ اور جسے	لَّمْ يَجْعَلِ نہ بنائے دے
	اللّٰهُ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	نُوْرًا نور	فَمَا لَهٗ تو نہیں اس کیلئے	مِنْ نُّوْرٍ کوئی نور	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں نور ہدایت اور اہل ہدایت کا بیان ہوا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت کے ظہور کے مقامات مسجدیں ہیں جہاں اہل ہدایت اور اللہ کے عبادت گزار بندے دن اور رات کے اوقات میں حاضر ہو کر اس کا نام لیتے ہیں اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ عزوجل کو نہیں بھولتے۔ اس کے تمام احکام بجالاتے ہیں اور پھر بھی روز جزا سے ڈرتے رہتے ہیں۔ پھر ان اہل ہدایت کا انجام بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے روز ان کے اعمال کی بہت اچھی جزا دیں گے اور اس کے علاوہ اپنے فضل سے اور بہت کچھ عطا فرمائیں گے۔

اب ان اہل ہدایت کے مقابلہ میں ان آیات میں اہل ضلالت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو نور ہدایت سے دور ہیں اور ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کفار یعنی اہل ضلالت دو قسم کے ہیں اس لئے یہاں دو مثالیں بیان فرمائی گئیں۔ کفار کی ایک قسم تو یہود و نصاریٰ اور منافقین کی ہے کہ یہ گروہ برائے نام خدا اور روز قیامت کے قائل ہیں۔ عذاب ثواب کو مانتے ہیں اور اسی بنا پر بظاہر عبادت مذہبی اور کار خیر بھی کرنے کے مدعی ہیں مگر ان کا ایمان بے حقیقت ہے۔ ان کی توحید خالص نہیں۔ اس لئے ان کے اعمال آخرت میں سودمند نہ ہوں گے۔ پہلی مثال تو یہاں آیت میں اس قسم کے کفار کی دی گئی ہے۔ دوسری قسم کفار کی وہ ہے جو بت پرست اور غیر اللہ کی پرستش

کرنے والے ہیں۔ دوسری مثال میں ایسے کفار کی مثال دے کر ان کے اعمال کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کے کفار جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔ حالانکہ اگر بظاہر کوئی کام ان کا اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عنداللہ مقبول اور معتبر نہیں ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی بتلائی گئی کہ جیسے دوپہر کے وقت جنگل بیابان میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بے تاب ہو کر جب وہاں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ پانی وانی کچھ نہ تھا۔ یہ تو ریت ہی ریت ہے اب ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا چنانچہ اسی اضطراب وحسرت کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا۔ تو حاصل اس مثال کا یہ ہوا کہ جیسا یہ پیاسا ریت کو ظاہری چمک سے پانی سمجھا اسی طرح یہ کافر اپنے اعمال کو ظاہری صورت سے مقبول اور آخرت میں نفع بخش اور بار آور سمجھا مگر جیسا کہ وہ ریت پانی نہیں اسی طرح اس کے اعمال نافع نہیں اور جیسا وہاں جا کر اس پیاسے کو حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح اس کافر کو آخرت میں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوگی اور جس طرح یہ پیاسا اپنی توقع کے غلط ہونے سے ناکام ونامراد ہو کر مر گیا اسی طرح یہ کافر بھی اپنی توقع کے غلط ہونے سے ناکام ونامراد ہوگا اور ہلاکت ابدی یعنی عذاب جہنم میں مبتلا ہوگا۔ ایک قسم کی مثال تو یہ ہوئی۔ آگے دوسری قسم کے کفار کے اعمال کی مثال ہے کہ جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل وکفر اور ظلم وعصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں کہ جیسے گہرا سمندر کہ جس میں ایک پانی کی گہرائی کا اندھیرا۔ پھر موجوں کے طوفان کا اندھیرا، جو ایک پر ایک چڑھی چلی آتی ہیں۔ پھر اس کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، پھر رات کا وقت، غرض اندھیرے پر اندھیرا ہر طرف سے چھایا ہوا ہے کہ اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے قریب لا کر دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے کہ ہاتھ کہاں ہے۔ غرض اسے روشنی کی کہیں سے ذرا سی جھلک بھی نہیں ملتی۔ اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص کے پاس اپنے اعمال کے باب میں کوئی بھی امید افزا اور دل خوش کن بات نہیں ظلمت ہی ظلمت ہے کہ اول تو سمندر گہرا پھر جب امواج کا تلاطم ہو تو اور اندھیرا بڑھے گا۔ پھر اوپر سے بادل کی گھٹا بھی ہو تو اندھیرے کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہے گا، خصوصاً اس شخص کے لئے جو سمندر کی تہ میں ہو۔ تو جس طرح اس مثال میں ظلمت ہی ظلمت ہے، اسی طرح ان کفار کے اعمال میں سراسر تاریکی ہی تاریکی ہے۔ اور سچ ہے روشنی اور نور کا منبع تو اللہ عزوجل کی ذات ہے جو اس کی طرف سے غافل ہو گیا اس کے پاس روشنی کا کیا کام۔

پس مقصود یہ جتلانا ہے کہ ان کفار کو چاہئے کہ اتباع احکام الٰہیہ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو نور ہدایت دیتا مگر انہوں نے اعراض کیا تو تاریکیوں میں رہ گئے اور کہیں سے بھی سہارا نہ لگا۔ اور اس میں قصور اور کوتاہی سراسر کفار کی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی توحید اور الوہیت اور اس کے نور کی طرف رہنمائی کرنے والے بے شمار نمونے دنیا میں پھیلے ہیں چنانچہ اس کی قدرت کے کچھ نمونے اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام وایمان کی دولت سے نوازا، حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں نور ہدایت سے منور فرمائیں اور آخرت میں بھی ہم کو نور ہدایت کے ثمرات عطا فرمائیں۔ یا اللہ! آج ہم جو نور ہدایت سے غافل ہیں اور دنیا کے ظلمت میں پھنس گئے ہیں تو ہماری اس غفلت کو دور فرما دیجئے اور آخرت کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دیجئے۔ اور اسلام صادق اور ایمان کامل کے ساتھ اس دنیا سے ہمیں کوچ کرنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

(اے مخاطب) کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور پرند جو پر پھیلائے ہوئے ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا

وَتَسْبِیْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۴۲﴾

اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو اُن لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے۔ اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	یُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لَهٗ اسکی	مَنْ جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَالطَّیْرُ اور پرندے	صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے	كُلٌّ ہر ایک	قَدْ عَلِمَ جان لی	صَلَاتَهٗ اپنی دعا	وَ اور	تَسْبِیْحَهٗ اپنی تسبیح	وَاللّٰهُ اور اللہ
عَلِیْمٌ جانتا ہے	بِمَا وہ جو	یَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
	وَ اور	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	الْمَصِیْرُ لوٹ کر جانا			

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں پہلے نور ہدایت اور اہل ہدایت کا ذکر ہوا تھا اور پھر ان کے مقابلہ میں ظلمت اور اہل ضلالت کا ذکر ہوا تھا۔ اب جملہ غافل انسانوں کو جس میں نادان کفار بھی شامل ہیں مخاطب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا کہ جو ظلمات اور تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کو حق تعالیٰ کا نور ہدایت باوجود غایت ظہور کے نظر نہیں آتا۔ حق تعالیٰ کے نور کی طرف رہنمائی کرنے والے بے شمار نشانات زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے صرف چند کو بطور نمونہ ان آیات میں پیش کیا جارہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ عالم کی ہر ہر چیز اور ہر ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس وعظمت ظاہر کررہی ہے اور اس کی حمد وثنا میں مشغول ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر ہر مخلوق اور ہر ہر چیز زبان سے ہی خدا کی پاکی بیان کرتی ہے مگر ہر چیز کی زبان مخصوص ہے اس لئے تسبیح بھی جدا جدا ہے۔ عام انسان ان کی زبان نہیں سمجھتے لیکن خاص خاص روشن ضمیر رکھنے والے کبھی ان کی بولی سمجھ بھی لیتے ہیں چنانچہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کنکریوں کی تسبیح سنی گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کھانا کھایا جاتا تھا اور ہم اس کی تسبیح سنتے تھے مسجد نبوی میں کھجور کا ایک ستون تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لے کر وعظ و خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بن کر تیار ہوگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور ستون کو چھوڑ دیا تو وہ رو دیا اور حاضرین نے اس کے رونے کی آواز سنی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سینہ سے چمٹالیا تو اس کا رونا بند ہوا۔ ہم جن کو بے جان اور بے حس سمجھتے ہیں ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عشق و محبت تھا۔ ایک موقع پر اونٹ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مالک کی شکایت کرنا کہ کام بہت لیتا ہے اور کھانے کو کم دیتا ہے۔ احادیث میں مشہور ہے۔ بہر حال ہر چیز اپنی زبان میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر اس کو سننے کے لئے دل کے کان اور دیکھنے کے لئے عقل کی آنکھ اور سمجھنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ ہر شخص کائنات کی بولی سمجھ نہیں سکتا اسی لئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ یہاں آیت میں بالخصوص پرندوں کا ذکر علیحدہ فرمایا اس لئے کہ وہ اڑتے ہوئے آسمان اور زمین میں معلق ہوتے ہیں اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی ایک نشانی ہے۔ تو حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت و بندگی اور تسبیح خوانی کا الہام

فرمایا اس کے مطابق وہ اپنا وظیفۂ بندگی ادا کرتی رہتی ہے لیکن افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور وغفلت اور ظلمت و جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور اس کی بندگی سے بے بہرہ ہیں۔ مگران کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال و اعمال کا پورا علم ہے اس انکار اور اعراض پر ان کو سزا دے گا۔ وہ بچ کر کہیں جا نہیں سکتے کیونکہ آسمان اور زمین میں اللہ کی حکومت ہے اور آخر میں لوٹ کر ہر ایک کو اسی کے پاس جانا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام کائنات اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور اپنی زبان اور اپنے طریقہ میں اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرتی ہے۔ پس افسوس غافل اور جاہل انسان پر جو خدا کی بندگی سے اعراض وانکار کرتا ہے۔

ابھی مزید دلائل توحید اور قدرت کی نشانیاں اگلی آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنا تسبیح خواں بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔ اور شب وروز ہم کو اپنی بندگی اور اطاعت کی توفیق عطا فرماویں۔

یا اللہ! غفلت وجہالت سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیے۔ اور یا اللہ! آپ ہی کے پاس لوٹ کر جانے کا یقین کامل عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہمارا پہنچنا آپ کے پاس اس طرح ہو کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہوں۔

یا اللہ! ہم کو آخرت کی طرف سے وہ بصیرت عطا فرمادے کہ جو ہم کسی آن آپ کے سامنے حاضر ہونے سے غافل نہ ہوں۔

یا اللہ! ہم آپ کی اطاعت۔ بندگی اور فرمانبرداری میں کوتاہی کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہم کیا منہ لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

یا اللہ! جب آپ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہم کو انسانیت کا جامہ عطا فرمایا ہے اور پھر کرم پر کرم کہ ہم کو اسلام سے نوازا ہے۔ تو ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل بھی عطا فرمائیے۔ تاکہ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو سرخروئی نصیب ہو اور آپ کی مغفرت ورحمت کے مورد ہوں۔ اور آپ کے غصہ اور غضب سے بچ جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو (دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کرتا ہے

خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ

پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر اُن کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے

مَنْ يَشَاءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی۔ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے اس (سب مجموعہ) میں

لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ

اہل دانش کیلئے استدلال (کا موقع) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ان میں سے بعضے تو وہ جانور ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعضے ان میں

مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٤٦﴾

قادر ہے۔ ہم نے (حق کے) سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور جس کو اللہ چاہتا ہے راہِ راست کی طرف فرماتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں دیکھا	أَنَّ کہ	اللَّهَ اللہ	يُزْجِي چلاتا ہے	سَحَابًا بادل	ثُمَّ پھر	يُؤَلِّفُ ملاتا ہے وہ	بَيْنَهُ آپس میں
ثُمَّ پھر	يَجْعَلُهُ وہ اسکو کرتا ہے	رُكَامًا تہہ بہ تہہ	فَتَرَى پھر تو دیکھے	الْوَدْقَ بارش	يَخْرُجُ نکلتی ہے	مِنْ خِلَالِهِ اس کے درمیان سے	
وَيُنَزِّلُ اور وہ اتارتا ہے	مِنَ السَّمَاءِ آسمانوں سے	مِنْ سے	جِبَالٍ پہاڑ	فِيهَا اس میں	مِنْ سے	بَرَدٍ اولے	فَيُصِيبُ پھر وہ ڈال دیتا ہے
بِهِ اسے	مَنْ يَشَاءُ جس پر چاہے	وَيَصْرِفُهُ اور اسے پھیر دیتا ہے	عَنْ سے	مَنْ يَشَاءُ جس سے چاہے	يَكَادُ قریب ہے	سَنَا چمک	
بَرْقِهِ اس کی بجلی	يَذْهَبُ لے جائے	بِالْأَبْصَارِ آنکھوں کو	يُقَلِّبُ اللَّهُ بدلتا ہے اللہ	اللَّيْلَ رات	وَالنَّهَارَ اور دن	إِنَّ بیشک	
فِي ذَٰلِكَ اس میں	لَعِبْرَةً عبرت ہے	لِأُولِي الْأَبْصَارِ آنکھوں والے عقلمند	وَاللَّهُ اور اللہ	خَلَقَ پیدا کیا	كُلَّ دَابَّةٍ ہر جاندار	مِنْ مَاءٍ پانی سے	
فَمِنْهُمْ پس ان میں سے	مَنْ يَمْشِي جو کوئی چلتا ہے	عَلَىٰ بَطْنِهِ اپنے پیٹ پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ يَمْشِي کوئی چلتا ہے			
عَلَىٰ رِجْلَيْنِ دو پاؤں پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ يَمْشِي کوئی چلتا ہے	عَلَىٰ پر	أَرْبَعٍ چار	يَخْلُقُ اللَّهُ اللہ پیدا کرتا ہے	مَا يَشَاءُ جو وہ چاہتا ہے	
إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	عَلَىٰ پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيرٌ قدرت رکھنے والا	لَقَدْ أَنْزَلْنَا تحقیق ہم نے نازل کیں	آيَاتٍ آیتیں	مُبَيِّنَاتٍ واضح	
وَ اور	اللَّهُ اللہ	يَهْدِي ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَشَاءُ جسے وہ چاہتا ہے	إِلَىٰ طرف	صِرَاطٍ راستہ	مُسْتَقِيمٍ سیدھا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں غافل انسانوں کو مخاطب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کیا تمہیں نہیں سوجھتا کہ عالم

کی ہر چیز اپنی اپنی زبان میں اللہ کی عظمت ظاہر کر رہی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔ اللہ عزوجل کی قدرت کی نشانیاں دنیا بھر میں بھری پڑی ہیں، چنانچہ بعض واضح نشانیوں کی طرف توجہ ان آیات میں دلائی جا رہی ہے۔ مینہ برستا ہر ایک دیکھتا ہے۔ کبھی یہ بھی خیال کیا کہ اس کے لئے کیا کیا سامان کئے جاتے ہیں۔ بادلوں کو ہر طرف سے گھیر گھار کر اکٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر ان کو باہم ملایا جاتا ہے پھر ان کو تہ بتہ ایک دوسرے پر جمایا جاتا ہے اس کے بعد تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے مینہ برسنا شروع ہوتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل ہی کی قدرت کے کارنامے ہیں اسی کے حکم سے بادل سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر باہم مل جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک گہری گھٹا بن جاتی ہے پھر بوندیں پڑنا شروع ہوتی ہیں اس کے بعد موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ پھر اس بادل میں بجلی بھی ہوتی ہے جس کی چمک اتنی تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب بجلی کی چمک سے آنکھوں کی بینائی گئی۔ پھر یہ بھی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے۔ وہ ہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ تو انسان کو چاہئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر بصیرت اور عبرت حاصل کرے اور اس شہنشاہِ حقیقی کی طرف دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات کی باگ ڈور ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے ہر چلنے والا جاندار خواہ بری ہو یا بحری، سب کی اصل پانی ہے۔ فلسفہ بھی بتاتا ہے کہ تمام کائنات کی اصل ایک سیال مادہ ہے۔ کوئی اس کو گیس کہتا ہے کوئی کچھ۔ قرآن نے اس کو پانی کہا ہے۔ تو مختلف جنس۔ مختلف نوع۔ مختلف حیثیت رکھنے والے جانداروں کی پیدائش یہ بھی اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ ان جانداروں میں کوئی تو پیٹ کے بل چلتا ہے جیسے سانپ مچھلی وغیرہ اور اکثر کیڑے اور پانی کے جانور، کوئی دو پاؤں سے چلتا ہے جیسے انسان اور پرندہ، کوئی چار پاؤں پر چلتا پھرتا ہے جیسے مویشی اور پھر اسکی قدرت اسی پر محدود نہیں وہ جس کو جیسا چاہے بنا دے تو یہ صنعت عجیبہ خدا کے سوا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ جب کوئی نہیں تو اسی کی قدرت وحکومت اور الوہیت مسلم ہوئی پھر اس کو کیوں نہیں مانا جاتا؟ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرف اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دی ہیں تاکہ انسان ان نشانیوں کو دیکھے اور ان سے اللہ کو پہچانے اور اس کے آگے جھکے پھر حق کے سمجھانے کے لئے اور ہدایت عام کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صاف صاف آیتیں بھی اپنے رسول پر نازل کر کے انسانوں کو پہنچا دیں جو حقیقت کو بالکل واضح کر دیتی ہیں، جنہیں سن کر چاہئے تو یہ تھا کہ کوئی آدمی بھی نہ بھٹکتا، لیکن ہدایت اور سیدھی راہ پر چلتا وہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں انسان یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں، لیکن نتیجہ کے اعتبار سے ان کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔ جس انسان کی عقل کو اللہ تعالیٰ ہی اپنے نور ہدایت سے منور کر دیتا ہے اس کی عقل سیدھا راستہ اس کو سمجھا دیتی ہے کہ وہ الوہیت کے حقوق اور احکام الٰہیہ کو بجالاتا ہے۔ ورنہ بہت سے تو محروم ہی رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اَبر کا اٹھنا اور ان کا اکٹھا ہو کر گہری گھٹا کا بن جانا۔ پھر اس سے مینہ کا برسنا، اولوں کا گرنا، بجلی کا کوندنا اور شبانہ روز کا ادل بدل ہونا یہ سب اللہ کی قدرت کے نمایاں آثار

ہیں۔جنہیں دیکھ کر انسان کو اللہ کی معرفت حاصل کرنی چاہئے اور ایمان و اطاعت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔اسی طرح مختلف جنس۔اور مختلف نوع اور مختلف اقسام کے جانوروں کی پیدائش بھی اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اگر انسان عقل کی روشنی سے کام لے۔ پھر دماغوں کو بیدار کرنے اور جہالت کو دور کرنے اور علمی روشنی پیدا کرنے کے لئے اللہ پاک نے قرآنی آیات نازل فرمائیں جن سے علمی و عملی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔صحیح غلط میں امتیاز اور خیر وشر میں فرق ہوجاتا ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ جہالت کی وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔کوئی نشانی، کوئی دلیل۔کوئی تذکیر ان کے دماغوں میں روشنی اور اعمال میں اصلاح پیدا نہیں کرتی۔حقیقت یہ ہے کہ ہادی برحق اللہ پاک ہی کی ذات ہے وہ جس کو چاہتا ہے علم وعمل کا سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ اسباب کی تدبیر بھی دستِ قدرت کی محتاج ہے۔ خالی عقل، یا فطرت یا نزول احکام کسی کو ہدایت یافتہ نہیں بناسکتے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی نہ ہو۔

اسی بات کی تائید میں ایک گمراہ فرقہ یعنی منافقوں کا آگے تذکرہ فرمایا جاتا ہے کہ جن کو باوجود ہر طرح سے حق کے سمجھانے والے دلائل اور عام احکام ہدایت نازل ہونے کے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ہماری بھی ہدایت کے سامان عطا فرمائیں اور قرآن پاک کے نور ہدایت سے ہمارے دلوں کو منور فرمائیں اور اپنی قدرت کی نشانیوں کو ہمارے لئے اپنی معرفت کا ذریعہ بنادیں تا کہ احکام الٰہیہ کی طاعت و بجا آوری ہمارے لئے آسان ہو اور غفلت و جہالت کے پردے ہمارے دلوں سے چاک فرمادیں تا کہ کسی آن ہم سے چھوٹی یا بڑی کوئی نافرمانی سرزد نہ ہو۔

یا اللہ! یہ آپ ہی کی قدرت اور مشیت ہے کہ بادلوں سے پانی برستا ہے اور پھر وہ آپ ہی کی مشیت سے کسی کے لئے رحمت ہے اور کسی کے لئے زحمت ہے۔جس کو آپ چاہیں فائدہ پہنچاتا ہے اور جس کو آپ چاہیں نقصان دیتا ہے۔

یا اللہ! آپ نے اپنی معرفت کے لئے دنیا میں اپنی قدرت کی بے شمار نشانیاں پھیلا رکھی ہیں تا کہ انسان انہیں دیکھے اور آپ کی وحدانیت الوہیت اور ربوبیت کا معترف ہو کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرے۔

یا اللہ! آپ نے اپنے فضل وکرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم نازل فرما کر ہر ایک کی ہدایت کا سامان فرمادیا۔مگر ہم نے اپنی غفلت اور جہالت سے آپ کی اس نعمت عظیم قرآن کریم کی قدر نہ پہچانی۔

یا اللہ! ہادیٔ برحق آپ ہی کی ذات عالی ہے۔ہم آپ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔آپ ہی سے التجا اور فریاد کرتے ہیں کہ ہمارے لئے ہدایت کے راستہ پر چلنا آسان کردے اور اپنی رضا کا حصول ہمارے لئے سہل فرمادے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا

اور (یہ منافق) لوگ (زبان سے) دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے، اور یہ لوگ

أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم

(دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب یہ لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ رسول اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ

مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا

پہلو تہی کرتا ہے۔ اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کئے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں۔ آیا اُن کے دلوں میں (کفر جازم کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں

أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾

یا اُن کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (سو ان میں سے کوئی سبب) نہیں بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ بر سر ظلم (ہوئے) ہیں

وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں	آمَنَّا ہم ایمان لائے	بِاللَّهِ اللہ پر	وَبِالرَّسُولِ اور رسول پر	وَأَطَعْنَا اور ہم نے حکم مانا	ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ پھر پھر گیا			
فَرِيقٌ ایک فریق	مِّنْهُم ان میں سے	مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ اس کے بعد	وَمَا أُولَٰئِكَ اور وہ نہیں	بِالْمُؤْمِنِينَ ایمان والے	وَإِذَا اور جب			
دُعُوا وہ بلائے جاتے ہیں	إِلَى اللَّهِ اللہ کی طرف	وَرَسُولِهِ اور اس کا رسول	لِيَحْكُمَ تا کہ وہ فیصلہ کردیں	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	إِذَا ناگہاں			
فَرِيقٌ ایک فریق	مِّنْهُم ان میں سے	مُّعْرِضُونَ منہ پھیر لیتا ہے	وَإِن اور اگر	يَكُن ہو	لَّهُمُ ان کیلئے	الْحَقُّ حق	يَأْتُوا إِلَيْهِ وہ آتے ہیں اسکی طرف	
مُذْعِنِينَ گردن جھکائے	أَفِي قُلُوبِهِم کیا ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ کوئی روگ	أَمِ یا	ارْتَابُوا وہ شک میں پڑے ہیں	أَمْ یا			
يَخَافُونَ وہ ڈرتے ہیں	أَن کہ	يَحِيفَ اللَّهُ ظلم کرے گا اللہ	عَلَيْهِمْ اُن پر	وَرَسُولُهُ اور اسکا رسول	بَلْ بلکہ	أُولَٰئِكَ وہ	هُمُ وہی	الظَّالِمُونَ ظالم

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو حق کے سمجھانے والے دلائل عام ہدایت کے لئے نازل فرمائے ہیں مگر ان سے فائدہ انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جن کو فائدہ پہنچانا ہادیٔ برحق کو منظور ہو۔ اب آگے ان آیات میں اس گمراہ طبقہ میں سے ایک خاص گروہ کا بیان ہے جن کو شمع ہدایت کے ہوتے ہوئے راہِ حق نہ ملی۔ یہ طبقہ منافقوں کا تھا جو منہ سے تو اسلام کا دعویٰ اور فرمانبرداری کا اقرار کرتے تھے مگر دل سے اسلام کے منکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔ مسلمانوں کے سامنے آتے تو اسلام دوستی کی باتیں کرتے اور جب تخلیہ میں اپنے ہم نواؤں سے ملتے تو وہی کور باطنی ظہور میں آتی۔ اسی طبقہ میں سے بعض کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔

مفسرین نے ان آیات کے نزول کے متعلق بعض خاص واقعات بھی بیان کئے ہیں لکھا ہے کہ بشر ایک منافق تھا۔ کچھ زمین کے متعلق کسی یہودی سے اس کا جھگڑا ہو گیا یہودی نے کہا کہ تم اپنے پیغمبر کے پاس چلو۔ ان کے فیصلہ کو میں تسلیم کرلوں گا۔ تو منافق بولا وہاں نہیں۔ کعب بن اشرف یہودی کے پاس چلو۔ اس سے فیصلہ کرائیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف اور صدق وامانت تو مخالفین کے نزدیک بھی مسلم تھا۔ یہودی سمجھتا تھا کہ اگر مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اجلاس میں جائے گا اور میرا حق ثابت ہوجائے گا تو آپ اسی کے موافق فیصلہ فرمادیں گے مگر منافق باوجودیکہ دعویٰ ایمان اور اطاعتِ رسول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے سے کتراتا اور اپنے جھگڑے کے فیصلہ کے واسطے یہ سمجھ کر کہ وہاں تو فیصلہ تمام تر حق و انصاف ہی کے مطابق ہوگا اور کوئی خیانت اور چالاکی چلنے نہ پائے گی ٹال مٹول کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کے لئے مقدمہ لانے سے پہلو بچاتا کہ وہاں تو قلعی کھل جائے گی۔ ہاں جب ان کا حق کسی اور کے ذمہ نکلتا ہوتا اور یہ منافق خود مظلوم ہوتے تو پھر بے تکلف اپنے مقدمہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اس اطمینان پر کہ وہاں تو حق رسی ہی ہوگی۔

الغرض ان آیات میں منافقین کے متعلق ذکر ہے اور جتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین زبان سے تو دعویٰ ایمان اور اطاعت رسول کا کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو پھر جاتے ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شروع ہی سے ایمان موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔ امتحان اور آزمائش کے وقت اس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔ اگر ان منافقین کا جھگڑا کسی سے ہوگیا اور یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں۔ اس وقت اگر دوسرا فریق کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرالو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً بلا رو رعایت حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مفاد کے خلاف پڑے گا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کررہے تھے کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ان کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا؟ ہاں اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہوتو اس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوجائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر کردیں گے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں کہ عدالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ تو یہ ایمان اور اسلام کیا ہوا؟ محض نفس و ہوا پرستی ہوئی۔ اس کے متعلق صاف فرمایا گیا وما اولٰٓئِکَ بالمؤمنین۔ اور یہ لوگ ہرگز ایمان والے نہیں۔ کیونکہ ان کے عمل سے ثابت ہوا کہ ان کے دلوں میں شریعت کی صداقت کا یقین نہیں۔ رسول کی رسالت اور قرآن کی حقانیت سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ یہ تو خواہش نفس کے بندے ہیں جہاں اپنے مطلب کو پورا ہوتے دیکھا تو متوجہ ہوجاتے۔ ورنہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ منافقین کے اس طرزِ عمل کی دو ہی وجہ ممکن ہیں یعنی خدا اور رسول کی بابت انہیں کوئی دھوکا لگا ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت یا اللہ کے وعدہ وعید میں کوئی شک و شبہ ہے یا ان کو یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے معاملات کے خلاف انصاف فیصلہ کریں گے؟ اس لئے حضور کی عدالت میں مقدمہ لے جاتے ہوئے کتراتے ہیں۔ سنو یاد رکھو وہاں تو ظلم اور بے انصافی کا امکان ہی نہیں، ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اس لئے اپنے معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں۔ جہاں یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔

مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ یہ معاملہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی کے لئے نہ تھا بلکہ آپ کے بعد بھی جو اسلامی حکومت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اس کی عدالت میں طلبی دراصل اللہ اور رسول کی عدالت میں طلبی ہے اور اس سے منہ موڑنے والا درحقیقت اللہ اور رسول سے منہ موڑنے والا ہے۔ انہی آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ حاکم شریعت جب کسی مقدمہ کے تصفیہ کے لئے بلائے تو حاضری لازمی ہے خود ایک حدیث میں جسے حسن بصریؒ

نے روایت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے حکام عدالت میں سے کسی حاکم کی طرف بلایا جائے اور وہ حاضر نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے یعنی ایسا شخص سزا کا بھی مستحق ہے اور مزید برآں اس کا بھی مستحق ہے کہ اس کے خلاف یک طرفہ فیصلہ دے دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیات اس حقیقت کو صاف صاف کھول کر بیان کر رہی ہیں کہ شریعتِ الٰہی کے مطابق معاملات کا فیصلہ کرنا اور کرانا عین لازمۂ ایمان ہے۔ جو شخص شریعت کے احکام جو اپنے مطلب کے موافق ہوں ان کو تو لپک کر خوشی خوشی لے لے مگر جو شریعت الٰہیہ میں اس کی اغراض و خواہشات کے خلاف ہو اسے رد کر دے اور اس کے مقابلہ میں دوسرے دنیوی احکام و قوانین کو ترجیح دے اور قبول کرے تو ان آیات کے مطابق وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے سورۂ اعراف کی ایک آیت کے تشریح کے ضمن میں لکھا ہے کہ جیسے قلب سے نبی کی تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور برتاؤ میں مخالفت و عداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو لوگ شرعی احکام و اصول کی توہین کرتے ہیں اور ان کو نا قابلِ التفات سمجھ کر ہنسی اڑاتے ہیں وہ ایمان سے خارج ہو جاتے ہیں گو وہ زبانی کیسا ہی اسلام کا دعویٰ کرتے رہیں۔

یہاں ان آیات میں تو بیان منافقین کے متعلق ہوا جو بظاہر مسلمان بنے ہوتے ہیں مگر در پردہ اسلام اور مسلمانوں کے مخالف ہیں اور جو حقیقی مسلمان ہیں ان کا رویہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اسلام اور ایمان کے زبانی اقرار کے ساتھ دل سے بھی شریعت الٰہیہ کا مطیع و فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں قرآنی احکام اور شرعی قوانین کے آگے ہماری گردنیں ہمیشہ جھکی رہیں اللہ تعالیٰ شریعتِ مطہرہ کی مخالفت سے علماً و عملاً ہم سب کو محفوظ رکھیں اور ظاہر میں و باطن میں دل و جان سے کامل اتباع شریعت الٰہیہ کا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! منافقین کا گروہ ابتدا ہی سے اہل اسلام میں گھسا ہوا ہے۔ اور طرح طرح کی فتنہ پردازیاں کرتا رہا ہے۔

یا اللہ! اس ملک میں بھی منافقین کی خصلتوں کے حامل لوگ موجود ہیں اور جو اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔

یا اللہ! ایسے لوگوں کے شر سے اس ملک کو اور اہل اسلام کو بچا لیجئے۔ اگر ان مفسدوں کے لئے ہدایت مقدر ہے تو ان کو اسلام کا سچا پیرو بنا دیجئے ورنہ ان کے وجود سے اہل ملک کو پاک کر دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا

مسلمانوں کا قول تو جبکہ اُن کو اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے تاکہ اُن کے درمیان فیصلہ کردیں یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سُن لیا

وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اور مان لیا۔اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے ہی لوگ بامراد ہونگے۔

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ اُنکو (یعنی ہم کو) حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں۔(آپ اُن سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

(تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔آپ کہیئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

روگردانی کروگے تو سمجھ رکھو کہ رسول کے ذمہ وہی ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے اُن کی اطاعت کرلی تو راہ پر جالگو گے۔

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

اور رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچادینا ہے۔

اِنَّمَا اسکے سوانہیں	كَانَ ہے	قَوْلَ بات	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اِذَا جب	دُعُوْٓا وہ بلائے جاتے ہیں	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول
لِيَحْكُمَ تاکہ وہ فیصلہ کردیں	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	اَنْ کہ۔تو	يَّقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں	سَمِعْنَا ہم نے سُنا	وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی		
وَاُولٰٓئِكَ اور وہ	هُمُ وہی	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے	وَمَنْ اور جو	يُّطِعِ اللّٰهَ اطاعت کرے اللہ کی	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	وَيَخْشَ اور ڈرے	
اللّٰهَ اللہ	وَيَتَّقْهِ اور پرہیزگاری کرے	فَاُولٰٓئِكَ پس وہ	هُمُ وہی	الْفَآئِزُوْنَ کامیاب ہونیوالے	وَاَقْسَمُوْا اور انہوں نے قسم کھائی بِاللّٰهِ اللہ کی		
جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اپنی زوردار قسمیں	لَئِنْ البتہ اگر	اَمَرْتَهُمْ آپ حکم دیں انہیں	لَيَخْرُجُنَّ تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے	قُلْ فرمادیں			
لَا تُقْسِمُوْا تم قسمیں نہ کھاؤ	طَاعَةٌ اطاعت	مَّعْرُوْفَةٌ پسندیدہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	خَبِيْرٌ خبر رکھتا ہے	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	
قُلْ فرمادیں	اَطِيْعُوا اللّٰهَ تم اطاعت کرو اللہ کی	وَاَطِيْعُوا اور اطاعت کرو	الرَّسُوْلَ رسول کی	فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر تم پھر گئے	فَاِنَّمَا تو اسکے سوانہیں		
عَلَيْهِ اس پر	مَا جو حُمِّلَ بوجھ ڈالا گیا (ذمے)	وَعَلَيْكُمْ اور تم پر	مَّا حُمِّلْتُمْ جو بوجھ ڈالا گیا تم پر (ذمے)	وَاِنْ اور اگر	تُطِيْعُوْهُ تم اطاعت کروگے		
	تَهْتَدُوْا تم ہدایت پالوگے	وَمَا اور نہیں	عَلَى پر	الرَّسُوْلِ رسول	اِلَّا مگر۔صرف	الْبَلٰغُ پہنچادینا	الْمُبِيْنُ صاف صاف

تفسیر وتشریح:۔گذشتہ آیات میں منافقین کا حال بیان ہوا تھا کہ یہ لوگ زبان سے تو ایمان اور رسول کی فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں مگر

آزمائش کے موقع پر منہ موڑ جاتے ہیں۔ جب کسی فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ تو حاضر ہونے سے ٹال مٹول کرتے ہیں اور اگر ان کو یہ معلوم ہو جاوے کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا تو دربار رسالت میں دوڑے چلے آتے ہیں گویا خواہش نفس کے بندے ہیں کہ جہاں اپنا مطلب اور ہوا و ہوس کو پورا ہوتا دیکھا تو اللہ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ورنہ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں ایسے منافقین کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ لوگ بالکل مومن نہیں۔ اور ان کا شمار ایمانداروں میں نہیں ہو سکتا۔

اب ان منافقین کے مقابل میں مخلص مومنین اور سچے اور پکے مسلمانوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے تاکہ نفاق اور ایمان کی کسوٹی نمایاں ہو جائے اور مخلص و منافق کو جانچنے کا ایک ضابطہ معلوم ہو جائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومن یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان۔ بغیر توقف اور کسی پس و پیش کے فی الفور سمعنا و اطعنا کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جاویں۔ اسی میں ان کی اصل بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے اور ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پائیں گے۔ آگے ایک عام ضابطہ اور قاعدہ کلیہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے بچے تو اس کے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے نیز ان منافقین کی جن کا ذکر گذشتہ آیت میں ہوا یہ حالت ہے کہ وہ بڑی زوردار تاکیدی قسمیں کھا کر آپ کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ واللہ آپ ہم کو حکم دیں تو ہم سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکلنے کے لئے تیار ہیں اور حضور ذرا اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لگا دیں۔ حق تعالیٰ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منافقین سے کہہ دیجئے کہ ایسی لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب کو معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعویٰ بہت کچھ کیا کرتے ہو اور عمل کا وقت آئے تو چپکے سے کھسک جاتے ہو۔ فرض کرو کہ قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین بھی دلا دو لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا فریب اور چالاکی نہیں چل سکتی وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ پس باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا۔ کام کرو یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کرو۔ آگے حق تعالیٰ اسی مضمون کی تاکید میں خود ان لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے۔ جس کو آپ نے پوری طرح کما حقہ، ادا کر دیا اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے وہ تصدیق اور قبول حق کا ہے اور اس کے موافق عمل کرنے کا۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل دل سے کرو گے تو دارین کی کامیابی اور صلاح و فلاح پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے۔ ورنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کچھ نقصان نہیں۔ تمہاری شرارت اور سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا فرض ادا کر کے عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے اب آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں اور اطاعت اختیار کی یا نہیں؟

اطاعت کا کام ہے کس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اگر تم نے روگردانی نہ کی اور رسول کی اطاعت کر لی تو راہ ہدایت پر جالگو گے۔ بہرحال رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر احکام پہنچا دینا ہے (آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں۔''

خلاصہ یہ کہ اخلاص کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے محض زبانی اقرار عملی مخالفت کے ساتھ مومن ہونے کے لئے کافی نہیں۔ مومن کے لئے لازم ہے کہ فرائض الٰہیہ کو ادا کرے۔ سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے، گذشتہ گناہوں کے مواخذہ سے ڈرتا رہے اور آئندہ کے لئے نافرمانیوں اور گناہوں سے اجتناب کرے۔ ایسے لوگوں کے لئے اُخروی کامیابی اور بامراد ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور علاوہ آخرت کی کامیابی کے ایسے لوگوں کو دنیوی انعامات بھی ملنے والے ہیں جیسا کہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ 25

تم میں جولوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا اُن سے پہلے (اہل ہدایت)

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ

لوگوں کو حکومت دی تھی۔اور جس دین کو اُن کیلئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اسکو اُن کیلئے قوت دیگا اور اُن کے اس خوف کے بعد اُس کو مبدل بامن کردے گا

بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

اور (اے مسلمانو!) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر (کامل) رحم کیا جاوے۔(اے مخاطب)

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

کافروں کی نسبت خیال مت کرنا کہ زمین میں (بھاگ کر ہم کو) ہرادیں گے اور (آخرت میں) اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ کیا	الَّذِيْنَ ان لوگوں سے	اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَعَمِلُوا اور کام کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ وہ ضرور انہیں خلافت دے گا	فِي الْاَرْضِ زمین میں	كَمَا جیسے	اسْتَخْلَفَ اس نے خلافت دی	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَلَيُمَكِّنَنَّ اور ضرور قوت دے گا	لَهُمْ ان کیلئے	دِيْنَهُمُ ان کا دین	الَّذِي جو	ارْتَضٰى اس نے پسند کیا	
لَهُمْ ان کیلئے	وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ اور البتہ ضرور بدل دیگا ان کیلئے	مِنْ بَعْدِ بعد	خَوْفِهِمْ انکا خوف	اَمْنًا امن	يَعْبُدُوْنَنِيْ وہ میری عبادت کرینگے	
لَا يُشْرِكُوْنَ وہ شریک نہ کریں گے	بِيْ میرا	شَيْـًٔا کوئی شے	وَمَنْ اور جس	كَفَرَ ناشکری	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد	فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ پس وہی لوگ
الْفٰسِقُوْنَ نافرمان	وَاَقِيْمُوا اور تم قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَاٰتُوا اور ادا کرو تم	الزَّكٰوةَ زکوٰۃ	وَاَطِيْعُوا اور اطاعت کرو	الرَّسُوْلَ رسول
لَعَلَّكُمْ تاکہ تم پر	تُرْحَمُوْنَ رحم کیا جائے	لَا تَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کریں	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	مُعْجِزِيْنَ عاجز کرنیوالے ہیں		
فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَاْوٰىهُمُ اوران کا ٹھکانہ	النَّارُ دوزخ	وَلَبِئْسَ اور البتہ بُرا	الْمَصِيْرُ ٹھکانہ		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں مخلص مؤمنین کا حال بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تو بلا پس و پیش بسروچشم کہہ کر حاضر ہوجاتے ہیں ایسے ہی مومنین کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ پھر اور پر بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں وہی بامراد اور پورے کامیاب ہوں گے جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانیں گے۔ دل میں ہروقت اللہ کا خوف رکھیں گے اور اس کے احکام کی مخالفت سے بچیں گے۔ پھر یہ بھی کھلی ہوئی نصیحت اور ہدایت فرمادی گئی تھی کہ پیغمبر علیہ السلام کا جو کام تھا یعنی تبلیغ دین وہ پورا فرماچکے اب یہ تمہارا کام ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے پیغام کو سنو اور سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ اگر تم اللہ کے رسول کا کہنا مانو گے اور ان کے احکام کی اتباع و پیروی کروگے تو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں

سرخرو اور بامراد ہو گے۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی اور سارے مقاصد حاصل کرنے کا سیدھا راستہ تمہیں مل جائے گا۔

اب آگے ان آیات میں صاف بتلا دیا گیا کہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمانبردار کو کیا کچھ اسی دنیا میں ملنے والا ہے۔ یہاں ضروری ہے کہ آپ اس وقت اور اس حالت کو ذہن میں رکھیں جب کہ ان آیات کا نزول تھا۔ تیرہ سال تک کفار مکہ کے مظالم خاموشی اور استقلال کے ساتھ سہتے سہتے مسلمان اللہ کے حکم سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔ مگر یہاں بھی شروع میں کافروں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور مطیع صحابہ کرام جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اور انصار مدینہ جوان کے مددگار اور ساتھی ہو گئے تھے۔ ابتداء میں ان سب حضرات کو بڑی مصیبتوں سے سابقہ پڑا۔ کفار مکہ کی دشمنی کے علاوہ خود یہود مدینہ مخالفت پر کمربستہ تھے۔ تمام جزیرۂ عرب بلکہ حدود شام کے رہنے والے عیسائی بھی دشمن ہو گئے۔ ان کے علاوہ ایک گروہ منافقوں کا پیدا ہو گیا جو ظاہر میں مسلمانوں سے ملے رہتے تھے مگر باطن میں دشمنوں کے ساتھی تھے۔ اہلِ اسلام کو ہر وقت دشمنوں کی یورش کا خطرہ رہتا تھا۔ شبانہ روز خوف کی حالت تھی۔ مسلمان ہر وقت ہتھیار بند رہتے تھے۔ اسی حالت میں ایک بار ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارے لئے ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کہ ہتھیار کھول کر امن کے ساتھ رہیں اور اللہ کے سوا ہم کو کسی کا خوف نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی قدر اسی حالت پر صبر کرنا پڑے گا لیکن پھر ایسی حالت ہو جائے گی کہ تم امن کے ساتھ جلسوں میں چادریں اوڑھے بیٹھے رہو گے اور ہتھیار کا نام بھی نہ ہوگا۔ اس وقت میں ان آیات کا نزول ہوا جس میں ایک عظیم الشان پیشین گوئی فرمائی گئی اور صحابۂ کرام کو بشارات سنائی گئیں کہ آج یہ مخالفین سے لرزاں و ترساں ہیں لیکن عنقریب ان کو زمین کی حکومت اور سلطنت دی جائے گی۔ یہ پیغمبر علیہ السلام کے جانشین ہو کر دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس دین الٰہی کا سکہ بٹھا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا۔ وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی

عبادت میں مشغول ہوں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے۔ اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے اسی پر بھروسہ کریں گے۔ اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کریں گے۔ الحمدللہ کہ حق تعالیٰ کا یہ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مکہ، خیبر، بحرین، جزیرۂ عرب اور یمن تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح ہو گیا تھا۔ پھر جب آپ کی خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالی تو جزیرۂ نما عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا۔ ایک لشکر جرار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا اور وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ شام کے ممالک کی طرف حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں اسلام کے جانبازوں کو روانہ فرمایا جہاں صلیبی نشان گرا کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ پھر مصر کی طرف مجاہدین کا ایک لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آیا تو تمام ملک شام، پورا علاقہ مصر اور اکثر ملک فارس کا آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہوا۔ سلطنتِ کسریٰ کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے۔ قیصر کو فنا کر دیا۔ ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کئے ہوئے بے شمار خزانہ بندگانِ خدا پر خرچ کئے گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے تو مشرق و مغرب تک خدا کا دین پھیل جاتا ہے۔ مجاہدین کی تلواریں خدا کے دین کو دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں پہنچا دیتی ہیں، اندلس، قبرص یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے، دوسری طرف مدائن، عراق، خراسان سب فتح ہو گئے۔ سلطنت خاقان خاک میں مل گئی۔ عالم میں سب

سے بڑا اقتدار اہل اسلام کا ہوگیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۳۰ سال بہت ہی قوت اور شوکت کے رہے۔ غرض کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ ان آیات میں فرمایا تھا کہ دنیا کی سلطنت وحکومت ان کو عطا فرمائے گا وہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں پورا ہوا۔ پھر حکومت عطا کرنے کا منشا بھی ظاہر فرمادیا کہ دنیوی سلطنت دینے کا اصل منشاء دین کو بلند اور مستحکم کرنا ہے۔ نہ کہ محض دنیا طلبی۔ یہی سبب ہے کہ جب مسلمانوں نے بھی حکومت اور سلطنت کی اصل غرض کو فراموش کردیا اور سلطنت کو صرف ظاہری برتری اور نام ونمود کا ذریعہ بنالیا اور دین کی حمایت اور اشاعت کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ نے ان سے ظاہری شوکت وجلال بھی چھین لیا کیونکہ اس وقت اہل حق کی سلطنت اور اہل باطل کی حکومت میں کوئی فرق نہ رہا اور امتیاز دینی فوت ہوگیا اس لئے آگے صاف فرمادیا گیا کہ اگر اس انعام باری تعالیٰ سے کسی نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور عطائے سلطنت کی اصل غرض کو فوت کردیا اور عدل کو چھوڑ کر ظلم کی طرف میلان کیا اور توحید وعبادت کے جذبہ کو پس پشت ڈال کر دنیوی کامرانی اور عیش پرستی کو مطمع نظر بنالیا اور اس طرح کفرانِ نعمت کیا تو ایسے لوگ فاسق ہیں۔ حکم الٰہی سے سرتابی کرنے والے ہیں۔ ان سے نہ وعدۂ نصرت ہے نہ غلبہ وتسلط عطا کرنے یا قائم رکھنے کی صراحت ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب خلفائے راشدین کے بعد خلافت اسلامیہ کسریٰ اور ہرقل کے طریق پر چلنے لگی اور دنیاوی نام ونمود اور ظاہری بہبود کے جال میں پھنس گئی اور بیت المال رعایا کا نہ رہا بلکہ سلطنت کا خزانہ ہوگیا اور بادشاہ کا موروثی مال سمجھا جانے لگا اور فسق وفجور پھیل گیا تو مسلمانوں کے اقبال کے ستارہ کو گہن لگنا شروع ہوگیا۔ ترقی کے بجائے تنزل اور سعادت کے بجائے نحوست آگئی اور اصولِ قرآنی کی خلاف ورزی نے حکومت اسلامیہ کی جڑ کو گھن کی طرح کھانا شروع کردیا اور انجام کار یہ روز بد تک دیکھنا نصیب ہوا جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ مسلمانوں کا قبلۂ اول یعنی بیت المقدس بھی کفار کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آیت میں اسی لئے حق تعالیٰ نے آگے ہدایت فرمادی کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اللہ کے فرمانوں پر کاربند رہیں۔ خصوصاً نماز کی پابندی رکھیں، شرعی زکوٰۃ دیں اور ہر قول وعمل میں اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلیں تاکہ اللہ ان پر رحم فرمائے اور اپنی رحمت سے ان کو سرفراز کرے۔

چونکہ ان آیات کے نزول کے وقت عرب کی کفر پرستی اور شرک انگیزی کے علاوہ دنیا کی دوسری ممتاز سلطنتیں بھی کافر تھیں ایران، عراق، شام وروم میں بھی کافروں ہی کی حکومتیں تھیں۔ یہ تو بیرونی حالت تھی۔ خیبر، فدک اور مدینہ کے یہودی بغل گھونسہ بنے ہوئے تھے۔ منافق آستین کا سانپ تھے۔ اس صورت میں اقتضائے بشریت کے موافق مسلمانوں کو اپنے مذہب، جان، مال اور عزت آبرو کا خطرہ ہونا طبعی بات تھی اس لئے بطور تسلی کے فرمایا گیا کہ یہ تمام کفار خدا کو ہرا نہیں سکتے۔ یعنی کفار کی ظاہری طاقت، مال کی فراوانی، لشکر کی کثرت، جاہ وجلال کی سطوت کوئی چیز بھی خدا پر غالب نہیں آسکتی۔ مسلمانوں میں اگرچہ مادی قوت نہیں، ہتھیاروں اور فوجوں کی کثرت نہیں، ملک کی وسعت نہیں مگر خدائی طاقت ان کے ساتھ ہے جو تمام عالم پر غالب ہے۔ وہی کافروں پر مسلمانوں کو غالب کردے گا اور وہی ان کفار کی قوتوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دے گا اس لئے مسلمانوں کو خوف وہراس نہ کرنا چاہئے۔ یہ کافر ادھر ادھر بھاگ کر کہیں بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے اور ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم میں مقرر ہو چکا ہے جو نہایت بری جگہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت وفرمانبرداری پر دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی کی بشارت سنائی گئی۔ جس کے اولین مصداق صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ان کے حق میں یہ بشارت بحمداللہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ اب جو عفت وعصمت اور آدابِ معاشرت کے احکام وہدایات کا سلسلہ ابتدائے سورۃ سے شروع ہوا تھا وہ پھر آگے جاری ہوتا ہے اور بعض خانگی احکام کی تلقین فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اے ایمان والو تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اُن کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ

(ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب (سونے لیٹنے کیلئے) دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اُتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے)

صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ

نمازِ عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردوں کے ہیں۔ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ اُن پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے رہتے ہیں

عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا

کوئی کسی کے پاس کوئی کسی کے پاس اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے۔اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور جس وقت

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

تم میں کے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو اُن کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیے جیسا کہ اُن سے اگلے (یعنی اُن سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	لِيَسْتَاْذِنْكُمُ چاہیے کہ اجازت لیں تم سے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	مَلَكَتْ مالک ہوئے			
اَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ غلام	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	لَمْ يَبْلُغُوا نہیں پہنچے	الْحُلُمَ احتلام۔شعور	مِنْكُمْ تم میں سے	ثَلٰثَ تین		
مَرّٰتٍ بار۔وقت	مِنْ قَبْلِ پہلے	صَلٰوةِ الْفَجْرِ نمازِ فجر	وَحِيْنَ اور جب	تَضَعُوْنَ اتار کر رکھ دیتے ہو	ثِيَابَكُمْ اپنے کپڑے	مِنَ سے۔کو	
الظَّهِيْرَةِ دوپہر	وَمِنْ بَعْدِ اور بعد	صَلٰوةِ الْعِشَآءِ نمازِ عشاء	ثَلٰثُ تین	عَوْرٰتٍ پردہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	لَيْسَ عَلَيْكُمْ نہیں تم پر	
وَلَا عَلَيْهِمْ اور نہ اُن پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	بَعْدَهُنَّ انکے بعد۔علاوہ	طَوّٰفُوْنَ پھیرا کرنیوالے	عَلَيْكُمْ تمہارے پاس	بَعْضُكُمْ تم میں سے بعض (ایک)		
عَلٰى پر۔پاس	بَعْضٍ بعض (دوسرے)	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُبَيِّنُ اللّٰهُ واضح کرتا ہے اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ احکام	وَاللّٰهُ اور اللہ	
عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَاِذَا اور جب	بَلَغَ پہنچیں	الْاَطْفَالُ لڑکے	مِنْكُمْ تم میں سے	الْحُلُمَ (حد) شعور کو	
فَلْيَسْتَاْذِنُوْا پس چاہیے کہ وہ اجازت لیں	كَمَا جیسے	اسْتَاْذَنَ اجازت لیتے تھے	الَّذِيْنَ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے			
كَذٰلِكَ اسی طرح	يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ واضح کرتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	اٰيٰتِهٖ اپنے احکام	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ جاننے والا، حکمت والا		

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ میں شروع سورۃ سے چوتھے رکوع کے آخر تک متعدد احکام بیان فرمائے گئے تھے یعنی غیر شادی شدہ کے لئے زنا کی سزا۔ پھر زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کی ممانعت۔ پھر پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا۔ پھر حکم لعان یعنی اپنی منکوحہ

بیبیوں کو زنا کی تہمت لگانے پر فیصلہ کا طریقہ اور حکم۔ پھر واقعۂ اِفک یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے جو تہمت کا طوفان اٹھایا تھا اس کی برأت کا بیان ہوا تھا۔ پھر اس سلسلہ میں منافقین کو وعید اور مومنین کو نصیحت فرمائی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت کا حکم۔ پھر مسلمان مردوں کو غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھنے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم فرمایا گیا۔ اسی طرح مسلمان عورتوں کو غیر محرم مردوں کی طرف نہ دیکھنے کا حکم اور اپنی زینت کے حصوں کو غیر محرموں پر ظاہر نہ ہونے دینے کی ہدایت فرمائی گئی۔ پھر بے نکاحوں کو جو حقوق زوجیت ادا کر سکیں۔ ان کے نکاح کر دینے کی ترغیب۔ اسی طرح غلام اور باندیوں کو جن کا وجود اس وقت موجود تھا ان کے آپس میں نکاح کر دینے کی ہدایت دی گئی۔ پھر غلام اور باندیوں کے مکاتبت کا حکم بیان فرمایا گیا۔ پھر ایامِ جاہلیت کے اس دستور کی ممانعت فرمائی گئی کہ جو اپنی باندیوں اور لونڈیوں کو زنا پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسی سلسلہ میں درمیان میں اللہ تعالیٰ کے نور ہدایت اور مہتدین اور غیر مہتدین کے احوال کا ذکر فرمایا گیا اور مومنین، مخلصین کی صفات اور کفار کے اعمال کی مثالیں بیان فرمائی گئیں پھر اتباع ہدایت و ضلالت پر بعضے وعدے و بشارت دینا اور آخرت کے متعلق مذکور ہوئے۔

اب پھر مزید سلسلہ احکام یہاں سے شروع ہوتے ہیں اور آدابِ خانہ داری اور تہذیب خانگی کے متعلق ایک مفید ترین قاعدے کی تعلیم ان آیات میں دی جاتی ہے۔ انسان کو اپنے رہنے کے لئے ایک علیحدہ گھر اور ٹھکانا چاہیے۔ عموماً اس کے ساتھ اس کی بیوی، بچے، خدمت گزار، جن کے اندر پہلے زمانہ میں لونڈی اور غلام بھی شامل ہوتے تھے۔ سب مل جل کر رہتے ہیں۔ ان آیات میں ایک گھر میں رہنے والوں کو رہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت تو ایک گھر میں ملے جلے بغیر رہنا عام لوگوں کے لئے دشواری کا باعث ہے مگر تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں خلوت مطلوب ہوتی ہے اور ان اوقات میں آدمی دوسرے کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتا۔ فجر کی نماز سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور دن میں دوپہر کو جس وقت آدمی زائد کپڑے اتار کر کچھ دیر آرام کرتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں جبکہ انسان بے فکری سے اپنے گھر میں نہ معلوم کس حالت میں ہو۔ گھر کے باندی اور غلام اور ایسے بچے جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے اور جن سے عادتاً پردہ نہیں کیا جانا چاہیے وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانہ۔ چپ چاپ بے اطلاع ان وقتوں میں گھر میں نہ گھس آئیں۔ ان خاص وقتوں کے علاوہ گھر کے باندی غلام اور چھوٹے بچے انہیں گھر میں آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ گھریلو ضروریات کے لئے ان کا آنا جانا گھر میں ضروری ہے اور بار بار کے آنے جانے میں ہر وقت کی اجازت طلبی میں دشواری ہے۔ مگر یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے جس کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ میں الذین ملکت ایمانکم جو آیا ہے جس کے معنی مملوک غلام اور لونڈی دونوں پر حاوی ہیں۔ ان میں مملوک غلام جو بالغ ہو وہ تو شرعاً اجنبی غیر محرم کے حکم میں ہے۔ اس کی آقا اور مالک عورت کو بھی اس سے پردہ کرنا واجب ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے یہاں اس لفظ مملوک سے لونڈیاں یا مملوک غلام جو بالغ نہ ہو وہ مراد ہے جو ہر وقت گھر میں آنے جانے کے عادی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اب اس حکم پر عمل چھوڑ رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردہ لٹکا لیتے یا کشادہ گھر الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی، غلام بے

خبری میں چلے آتے جو گھر والوں پر شاق گزرتا۔اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی۔ گھر میں کمرے جدا گانہ بن گئے۔ دروازے باقاعدہ لگ گئے، دروازوں پر پردے پڑ گئے اور محفوظ ہوگئے اور لوگوں نے یوں سمجھ لیا کہ اس طرح حکم خدا کی مصلحت پوری ہوگئی اس لئے اجازت کی پابندی واجب نہ رہی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کردی۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق بعض مخصوص روایات بھی آئی ہیں۔ایک واقعہ جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے نقل کیا ہے۔اس طرح گزرا کہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصاری لڑکے کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورہے تھے۔لڑکا گھر میں گھس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کیا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کپڑا کچھ بدن سے کھسک گیا تھا۔آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش ان کے آنے جانے کی بابت بھی کوئی حکم خداوند تعالیٰ نازل فرمادیتا۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے تو آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنائی۔

شاید اس آیت کے سنانے کے لئے ہی طلب فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔تو ان آیات میں ایمان والوں کو مخاطب کر کے حکم دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

''اے ایمان والو! تمہارے پاس آنے کے لئے تمہارے مملوکوں یعنی غلام اور باندیوں کو اور تم میں جو حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے،ایک تو نماز صبح سے پہلے اور دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو اپنے بعضے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور تیسرے نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے وقت ہیں یعنی یہ اوقات چونکہ عادتاً اور غالباً تخلیہ اور استراحت کے ہیں ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں اور ان اوقات کے سوا نہ تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں تم پر کوئی الزام ہے اور نہ بلا اجازت چلے آنے میں ان پر کچھ الزام ہے کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس۔اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنے صاف صاف احکام بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والے اور حکمت والے ہیں (پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے)''

اوپر نابالغ اور ایسے لڑکے جو سیانے نہ ہوئے ہوں ان کا حکم تھا کہ وہ مذکورہ تین وقتوں کے علاوہ باقی اوقات میں بلا اجازت لئے گھر میں آجاسکتے ہیں۔

آگے حکم بالغ لڑکے کا ہے کہ جب لڑکا حد بلوغ کو پہنچ جائے تو پھر اس کا حکم مردوں جیسا ہوگیا کہ جس طرح بڑوں پر اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے ان پر بھی اجازت لینا نہ صرف ان تین اوقات میں بلکہ ہر وقت واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ غیر مردوں اور اجنبیوں کا حکم تو پہلے ہی گذشتہ آیات میں آچکا تھا کہ دوسرے کے گھر میں داخل نہ ہوں تاوقتیکہ اجازت نہ لے لیں۔اب رہے بچے جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے اور گھر کے باندی غلام، ان کے لئے تین اوقات میں اجازت لے کر اندر آنے کا حکم ہوا باقی اوقات میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہر وقت کے آنے جانے والے ہیں اور جب بچے بالغ ہوجائیں تو پھر ان کو بھی اسی طرح اندر آنے کی اجازت لینا چاہئے جیسے بڑے اور بالغ مردوں کو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔اسی سلسلہ میں مزید احکامات اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح (میں آنے) کی کچھ اُمید نہ رہی ہو اُن کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اُتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں

غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

اور (ہرچند کہ بڑی بوڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو اُن کیلئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا ہے (سب کچھ) جانتا ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ اور خانہ نشین بوڑھی	مِنَ النِّسَآءِ عورتوں میں سے	الّٰتِیْ وہ جو	لَا یَرْجُوْنَ آرزو نہیں رکھتی ہیں	نِکَاحًا نکاح	فَلَیْسَ تو نہیں		
عَلَیْهِنَّ ان پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	اَنْ یَّضَعْنَ کہ وہ اتار رکھیں	ثِیَابَهُنَّ اپنے کپڑے	غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ نہ ظاہر کرتے ہوئے	بِزِیْنَةٍ زینت کو		
وَاَنْ اور اگر	یَّسْتَعْفِفْنَ وہ بچیں	خَیْرٌ بہتر	لَهُنَّ ان کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِیْعٌ سننے والا	عَلِیْمٌ جاننے والا	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ چوتھے رکوع میں یہ وجوبی حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے گزرا تھا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی جس طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہو اس طرف نہ دیکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں بجز اپنے شوہروں اور محارم پر جیسے باپ بیٹے بھائی بہن وغیرہ تو یہ حکم عمومی تمام مسلمان عورتوں کے لئے تھا اس میں کوئی لفظ ایسا مذکور نہ تھا جس سے جوان یا بوڑھی ہونے کی تخصیص ہوسکتی۔ یہاں اس آیت میں بعض عورتوں کے لئے پردہ کے حکم میں بطور استثنا تخفیف فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ ایسی بوڑھی اور سن رسیدہ عورتیں جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کوئی امید نہ رہی ہو اور مردوں کو ان کی طرف کوئی رغبت نہ رہی ہو تو ان کو جائز ہے کہ وہ گھر کے اندر یا باہر جاتے وقت اپنے زائد کپڑے یعنی اوپر کی چادر یا برقعہ وغیرہ اتار دیں بشرطیکہ اس سے بدن کی بناوٹ یا اپنے سنگار اور زیب وزینت کا دکھانا مقصود نہ ہو۔ تو یہ حکم جواز بھی اس وقت ہے جب کہ اظہار زینت بالکل مقصود نہ ہو۔ مگر اس حکم جواز کے ہوتے ہوئے بھی آگے یہ ترغیب دی جاتی ہے۔ وان یستعففن خیر لھن اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے یعنی اگر ایسی بڑی بوڑھی عورتیں بھی پورا ہی پردہ رکھیں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام ان کے حق میں زیادہ اچھا ہوگا۔ آگے **واللہ سمیع علیم**۔ فرما کر یہ تنبیہ کردی کہ ظاہری انتظامات پردہ اور حجاب کے فتنہ کی روک تھام کے لئے ہیں۔ باقی پردہ کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں یا فتنے اٹھائے جاتے ہیں ان سب کو بھی خدا تعالیٰ خوب سنتا اور جانتا ہے۔ اسی کے موافق اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔

اس آیت سے پردہ کی اہمیت صاف ظاہر ہے کہ جب بوڑھی عورتوں کو اتنی تاکید ہے تو جوانوں کو تو کہنا ہی کیا۔ یہاں آیت میں بڑی بوڑھی عورتوں کے متعلق جو یہ فرمایا گیا: ان یضعن ثیابھن وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے کپڑے اتارے جائیں اور کون سے نہ اتارے جائیں۔ تو اس کے متعلق تمام مفسرین ومحققین کا بالاتفاق قول ہے کہ یہاں اوپر کی چادر دلائی وغیرہ کا اتارنا مراد ہے۔ پھر یہ جواز بھی اس وقت ہے جب اظہار زینت مقصود نہ ہو۔ کیونکہ زینت کا اظہار تو غیر مرد کے سامنے جائز ہی نہیں۔ عورتوں نے جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیور اور کپڑے کا حکم پوچھا تو آپ نے فرمایا: عورتو! اللہ نے تمہارے واسطے زینت حلال کردی ہے بشرطیکہ غیر محرم اس کو تم سے نہ دیکھے۔ تو قرآن وحدیث کا جو منشا عورتوں کے پردہ کے متعلق ہے وہ علاوہ

دوسری آیات کے اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ سن رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کو جو پردہ میں تخفیف کا جواز ہے وہ دو شرطوں کے ساتھ ہے ایک تو یہ کہ وہ ایسے سن کو پہنچ گئی ہوں کہ حدِ نکاح سے گزر چکی ہوں۔ یعنی اب بالکل محل رغبت نہ رہیں اور ان کے بے پردگی سے احتمال فتنہ کا باقی نہ رہے اور دوسری شرط یہ فرمائی کہ ان کو قدرتی یا مصنوعی زینت وسنگار کے موقعوں کو غیر مردوں اور نامحرموں کو دکھلانا مقصود نہ ہو۔ پھر ان دو شرطوں کے ساتھ بھی فرمایا گیا کہ حجاب کی جو پابندیاں بوڑھیوں پر واجب نہیں بہتر وہ بھی ان کے حق میں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جوان یا ادھیڑ عمر کی عورتوں کو اپنے جسم کے اخفا میں کتنا اہتمام چاہئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب یہ قرآنی احکام وہدایات غریب غربا کے لئے یا کسی مخصوص طبقہ کے لئے ہوں تو ہوں ورنہ رؤساء اور امراء الا ماشاء اللہ حجاب اور ستر کی ان پابندیوں کو "دقیانوسی خیالات" کا ٹائٹل دے کر نہ صرف خیرباد کہہ چکے ہیں بلکہ اسلامی اور شرعی پردہ کو بزعم خود اپنی نام نہاد ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور روڑا سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جب قرآنی احکام کے ساتھ ہمارا یہ معاملہ ہو تو اس کا جو انجام دنیا میں دیکھ رہے ہیں وہ تو آنکھوں کے سامنے ہے اور آخرت میں جو معاملہ ہوگا۔ وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

الغرض یہاں پردہ کے متعلق احکام ومسائل بیان ہوئے آگے معاشرت کے بعض احکام بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے ہم کو قرآن اور اسلام جیسی نعمتوں سے نوازا مگر ہم نے ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا۔

اے اللہ ہم نے قرآنی احکام کو خیرباد کہہ کر جو ظلم اپنی جانوں پر کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور آئندہ کے لئے ہم کو قرآنی ہدایات کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور قرآن پاک کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم اس بھٹکی ہوئی امت مسلمہ کے ہر فرد کو نصیب فرمادے۔ بے پردگی کی اس وقت جو عام وبا پھیل رہی ہے اے اللہ اس کے فتنہ اور وبال سے ہم کو اور ہماری عورتوں کو محفوظ فرمادے اے اللہ! آپ کے یہ قرآنی احکام جو رئیس وغریب اور چھوٹے وبڑے سب کے لئے ہیں، ہمارے حکام اور صاحب اقتدار وحکومت کے دلوں میں بھی اتار دے۔ اور اس ملک میں قرآنی احکام کے نفاذ کی صورتیں ظاہر فرمادے۔

اے اللہ! جو بے دینی کے فتنے وبا کی طرح اس ملک اور امت مسلمہ میں پھیل گئے ہیں ان کے مٹنے اور ختم ہوجانے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

نہ تو اندھے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار آدمی کیلئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھالو یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے

اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ

اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں

مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا

یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ)۔ پھر (یہ بھی معلوم کر رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۱ ع

(جو کہ) دُعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے برکت والی عمدہ چیز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

لَيْسَ نہیں	عَلَى الْاَعْمٰى نابینا پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَّلَا اور نہ	عَلَى الْاَعْرَجِ لنگڑے پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَّلَا اور نہ	عَلَى الْمَرِيْضِ بیمار پر
حَرَجٌ کوئی گناہ	وَّلَا اور نہ	عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ خود تم پر	اَنْ تَاْكُلُوْا کہ تم کھاؤ	مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اپنے گھروں سے	اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ یا اپنے باپوں کے گھروں سے		
اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے	اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے	اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ یا اپنی بہنوں کے گھروں سے					
اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ یا اپنے تائے چچاؤں کے گھروں سے	اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے	اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ یا اپنے خالو، ماموؤں کے گھروں سے					
اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے	اَوْ یا	مَا مَلَكْتُمْ جس گھر کی تمہارے قبضہ میں ہوں	مَّفَاتِحَهٗٓ اسکی کنجیاں				
اَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوست (کے گھر سے)	لَيْسَ نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	جُنَاحٌ کوئی گناہ	اَنْ کہ	تَاْكُلُوْا تم کھاؤ	جَمِيْعًا اکٹھے مل کر	اَوْ یا
اَشْتَاتًا جدا جدا	فَاِذَا پھر جب	دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا تم داخل ہو گھروں میں	فَسَلِّمُوْا تو سلام کرو	عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اپنے لوگوں کو	تَحِيَّةً دعائے خیر	مِّنْ سے	
عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاں	مُبٰرَكَةً بابرکت	طَيِّبَةً پاکیزہ	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ واضح کرتا ہے	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ احکام	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَعْقِلُوْنَ سمجھو

تفسیر و تشریح:۔ گذشتہ آیت میں سن رسیدہ اور بوڑھی عورتوں کے متعلق بعض احکام و مسائل بیان ہوئے تھے۔ اب معاشرت کے بعض احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔

ایام جاہلیت میں عرب میں کھانے پینے کے متعلق مختلف دستور رائج تھے بعض قبیلے کی تہذیب یہ تھی کہ ہر ایک الگ الگ کھانا لے کر بیٹھے اور کھائے وہ مل کر ایک ہی جگہ کھانا برا سمجھتے تھے جیسا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ہاں اب بھی الگ الگ کھانے کا دستور ہے۔ بعض قبیلہ اس کے برعکس تنہا کھانے کو برا جانتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی ساتھ کھانے والا نہ ملتا تو فاقہ کرجاتے تھے۔ اہل مدینہ میں پہلے کھانے پینے کے بارہ میں بہت بے تکلفی تھی کہ میں نے تمہارے گھر کھالیا۔ تم نے میرے گھر کھالیا بلکہ کبھی محتاج غریبوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے اور کسی عزیز

قریب یا دوست کے گھر اس کو بھی کھلا دیتے۔ چونکہ اس بے تکلفی میں افراط زیادہ ہو گیا تھا اس لئے مستحقین پر اکثر نوبت ظلم اور حقوق کے اتلاف کی آنے لگی تھی کہ گھر والے اکثر گھاٹے میں رہ جاتے۔ چنانچہ اسلام میں اس کی روک تھام کے لئے پانچویں پارہ سورۂ نسآ کی آیت یآایھا الذین امنو الا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (یعنی اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق اور ناجائز طور پر مت کھاؤ نازل ہوئی تو قرآن اور اسلامی تعلیمات نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذہنیت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا اس وجہ سے وہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے معاملہ میں بہت ہی مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمانے لگے اور دوسروں کے ہاں جہاں یقینی طور پر ان کی رضامندی معلوم تھی کھانے پینے سے پرہیز کرنے لگے۔ اس طرح ساتھ میں اندھوں، لنگڑوں، بیماروں اور معذوروں کا لے جانا تو بالکل ہی رک گیا، پھر اندھے، لنگڑے اور بیمار کسی کے ساتھ ناخواندہ مہمان کی صورت میں جا کر اس کے کسی عزیز یا دوست کے گھر کھانا کھانے کو خلاف دیانت سمجھنے لگے۔ تو اس شدت احتیاط کو توڑنے اور اعتدال قائم کرنے۔ نیز قدیم زمانہ کے بعض اہل عرب کے دستور کی اصلاح کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں بعض گھروں کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے جہاں خود کھا لینے یا اپنے ساتھ معذورین کو کھلا دینے میں جب کہ صاحب خانہ کی اجازت و رضا کا یقین ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی اس رسم کو مٹا دیا گیا کہ اگرچہ بھوکے ہوتے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے اور سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے۔

مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن اگر دوسرے کھانے والے موجود ہوں تو لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو گے۔ جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔

یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ گھروں میں جب بھی داخل ہو خواہ وہ اپنا گھر ہو یا غیر کا تو سلام کر کے جاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو خدا کا سکھایا ہوا بابرکت سلام کہا کرو میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ حضرت عطا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ سلام کرنا واجب ہے۔ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا کوئی قائل ہو لیکن ہاں مجھے یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی بھول جاؤں۔ حتیٰ کہ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ جب ایسے گھر میں جاؤ جو غیر آباد ہو اور جہاں کوئی اندر موجود نہ ہو تو اس وقت بھی سلام کیا جائے مگر اس طرح کہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین تو ایسے سلام کا جواب خدا کے فرشتے دیتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل وضو کرو۔ تمہاری عمر بڑھے گی۔ میرا امتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔ گھر میں سلام کر کے جایا کرو، گھر کی خیریت بڑھے گی۔ ضحیٰ کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو خدا والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔ صلوٰۃ الضحیٰ سے مراد اشراق یا چاشت ہے۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کرو۔ بڑوں کی عزت اور توقیر کرو۔ تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آیت کے اخیر میں بتایا گیا:۔

''اس طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ

تم سمجھو اور عمل کرو۔"

یعنی یہ احکام مجالست و معاشرت جو تعلیم فرمائے گئے ان کے سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اس میں بہت فضائل و برکات ہیں یہ میل محبت اور انس بڑھانے والی تعلیم ہے۔ یہ تہذیب و شائستگی کی تلقین ہے۔ یہ قومی نظم کو درست رکھنے کی ہدایت ہے۔ یہ باہمی تعاون و تناصر کا ذریعہ ہے۔ یہ دعائے رحمت ہے۔ طلب برکت ہے۔ اور یہ تعلیم باہمی منافرت اور مخالفت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہے۔ اب یہیں سے اس کی ضد بھی سمجھ لیجئے کہ جب ہم ربانی احکامات اور آسمانی ہدایات اور قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیں گے اور ان سے منہ موڑ لیں گے تو ظاہر ہے کہ بجائے آپس کے اُنس و محبت کے باہمی منافرت و مخالفت آئے گی۔ معاشرہ میں طرح طرح کے مفاسد و فتنہ پیدا ہوں گے۔ بدکرداری اور بدعملی بڑھے گی اور قوم و ملک گھروں اور خاندانوں میں بجائے خیر و برکت و رحمت کے طرح طرح کے مصائب، بلیات و پریشانیاں نازل ہوں گی۔

آج قوم و ملک کی بدحالی کو دور کرنے کا ہر ذریعہ ہمارے صاحب اقتدار حکومت اور دردمندانِ قوم و ملک کی سمجھ میں آتا ہے مگر نہیں آتا تو قرآنی ہدایات نافذ کر کے رحمت و برکت حاصل کرنے کا نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ و فہم عطا فرمائیں۔

الغرض شروع سورت سے یہاں تک متعدد احکام اوامر و نواہی بیان کئے گئے اب آگے خاتمۂ سورت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس پر دین و دنیا کی تمام سعادتوں کا انحصار ہے اور اطاعت کرنے والے مومنین کی مدح اور اطاعت سے جان چرانے والے منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کے ادب و احترام کے ساتھ اس کا اتباع بھی نصیب فرمائیں اور جملہ قرآنی ہدایات و تعلیمات پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ اے اللہ! اس امت مسلمہ نے جس چیز سے اس کو ہدایت و عظمت اور برتری حاصل ہوئی تھی یعنی قرآن و سنت اسی سے اب کنارہ کش ہو کر طرح طرح کی گمراہیوں اور نافرمانیوں کا شکار ہو گئی ہے۔

اے اللہ! اس امت کی اصلاح کی پھر غیب سے صورتیں ظاہر فرما دے اور پھر ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لینے کا عزم و جذبہ عطا فرما دے ہم کو قرآن کی تلاوت کے ساتھ اس کے احکام کا پابند بنا دے اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کے ساتھ ان کا اتباع اور فرمانبردار امتی بننا نصیب فرما دے۔ امین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسولؐ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کیلئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے

حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

جانے کی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر) جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو جب یہ (اہل ایمان لوگ) ایسے مواقع پر اپنے کسی (ضروری) کام کیلئے آپ سے (جانیکی) اجازت طلب کریں تو اُن میں سے جسکے لئے آپ چاہیں اجازت دے دیا کریں اور آپ اُن کیلئے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسولؐ کے بُلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بُلا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ

جو (دوسرے کی) آڑ میں تم میں سے (مجلس نبویؐ سے) کھسک جاتے ہیں۔ سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ اُن پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آپڑے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ

یا اُن پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے۔ یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو

اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

اور اس دن کو جس میں سب اُس کے پاس (زندہ کر کے) لائے جائیں گے پھر وہ سب کو جتلا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	اَلْمُؤْمِنُوْنَ مومن	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے (یقین کیا)	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر	وَاِذَا اور جب	
كَانُوْا وہ ہوتے ہیں	مَعَهٗ اسکے ساتھ	عَلٰٓى پر۔ ہیں	اَمْرٍ جَامِعٍ جمع ہونے کا کام	لَمْ يَذْهَبُوْا وہ نہیں جاتے	حَتّٰى جب تک	
يَسْتَاْذِنُوْهُ وہ اس سے اجازت لیں	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اجازت مانگتے ہیں آپؐ سے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ		
الَّذِيْنَ وہ جو	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر	فَاِذَا پس جب	اسْتَاْذَنُوْكَ وہ تم سے اجازت مانگیں	
لِبَعْضِ کسی کیلئے	شَاْنِهِمْ اپنے کام	فَاْذَنْ تو اجازت دیدیں	لِّمَنْ جس کو	شِئْتَ آپ چاہیں	مِنْهُمْ ان میں سے	وَاسْتَغْفِرْ اور بخشش مانگیں
لَهُمُ اللّٰهَ ان کیلئے اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	لَا تَجْعَلُوْا تم نہ بنالو	دُعَآءَ بلانا	الرَّسُوْلِ رسول کو
بَيْنَكُمْ اپنے درمیان	كَدُعَآءِ جیسے بلانا	بَعْضِكُمْ اپنے بعض ایک	بَعْضًا بعض (دوسرے) کو	قَدْ يَعْلَمُ تحقیق جانتا ہے	اللّٰهُ اللہ	الَّذِيْنَ جو لوگ
يَتَسَلَّلُوْنَ چپکے سے کھسک جاتے ہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	لِوَاذًا نظر بچا کر	فَلْيَحْذَرِ پس چاہیے کہ وہ ڈریں	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُخَالِفُوْنَ خلاف کرتے ہیں	
عَنْ اَمْرِهٖ اس کے حکم سے	اَنْ کہ	تُصِيْبَهُمْ پہنچے ان پر	فِتْنَةٌ کوئی آفت	اَوْ يُصِيْبَهُمْ یا پہنچے ان کو	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک

اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ یاد رکھو بیشک اللہ کیلئے	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	قَدْ یَعْلَمُ تحقیق وہ جانتا ہے	مَآ جو۔جس	اَنْتُمْ تم
عَلَیْہِ اس پر	وَیَوْمَ اور جس دن	یُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	اِلَیْہِ اس کی طرف	فَیُنَبِّئُھُمْ پھر وہ انہیں بتائے گا	بِمَا اس سے	
	عَمِلُوْا انہوں نے کیا	وَاللّٰہُ اور اللہ	بِکُلِّ شَیْءٍ ہر شے کو	عَلِیْمٌ جاننے والا		

تفسیر وتشریح:۔ یہ سورۂ نور کا آخری رکوع ہے ان آیات پر یہ سورۂ ختم فرمائی جاتی ہے۔ شروع سورۃ سے بہت سے اوامر ونواہی یعنی بعض کرنیوالے احکام اور بعض نہ کرنیوالے احکام ارشاد فرمائے گئے۔

اب خاتمۂ سورۃ میں ایک حکم خاص اس وقت کے مناسب ارشاد فرمایا جاتا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس پر انحصار ہے جمیع سعادات دنیویہ واُخرویہ، ظاہرہ و باطنہ کا۔ ساتھ ہی اللہ ورسول کے احکام کی مخالفت کی ممانعت مع وعید کے بیان فرما دی گئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کے سبب نزول دو امر ہیں ایک یہ کہ غزوۂ احزاب میں جب مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تو مسلمان نہایت جفاکشی ومحنت سے خندق کھودنے میں مشغول تھے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کام میں شریک تھے۔ اگر خندق کھودنے کے دوران کسی مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آجاتی یا مدینہ جانے کا کوئی کام لگتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جاتے اور کام پورا کرنے کے بعد واپس آجاتے۔ دوسرے یہ کہ منافقین جو مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے اور بظاہر اسلام کے دعویدار تھے اول تو کام سے جی چراتے اور خندق کھودتے کسمساتے تھے اور جب کسی مسلمان کو جاتا ہوا دیکھتے تو اس کی آڑ میں لگے لگے خود بھی بے اطلاع کھسک جاتے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جس میں مومنوں کی مدح فرمائی گئی اور ضمناً منافقوں کی مذمت بھی ہے۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں میں ایک گروہ ایسا بھی رہا ہے کہ جو محض دنیا کو دکھانے کے لئے زبانوں سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں کے گروہ میں ملے جلے رہتے ہیں لیکن واقع میں ان کے دل منکر ہوتے ہیں اور ان کے ضمیر اسلامی عقائد وتعلیم کو دل سے تسلیم نہیں کرتے مگر مصلحت وقتی ان کو ظاہری مسلمان بننے پر مجبور کرتی ہے۔ اور ان کے مسلمان بننے سے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ یا تو ان کے پیش نظر کوئی دنیوی لالچ ہوتا ہے یا مسلمانوں میں اپنا وقار پیدا کرنا غرض ہوتا ہے۔ یا کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے اندرونی احوال کی جستجو مقصود ہوتی ہے۔ یا مسلمانوں کے اندر پھوٹ پیدا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ یا اسی قسم کا کوئی مقصد ہوتا ہے جس کو وہ مسلمان بن کر پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروہ منافقوں کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ایسے لوگ تھے اور اس زمانہ میں بھی ہیں اور ہر دور میں ہوتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں پہلے حقیقی مسلمان کی شناخت اور علامت ظاہر فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ یہاں ایمان کے معنی اور اس کی حقیقت کو مختصراً عرض کردیا جائے تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے کی حقیقت معلوم ہوجائے۔ ''ایمان'' کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات اور اک کے حدود سے بالا ہوں جو کچھ بتلائیں اور ہمارے پاس جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں آپ کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کرلیں۔ تو اس طرح شرعی ایمان کا تعلق اصولاً امور غیب سے ہوتا ہے جن کا ہم احساس اور ادراک نہیں کرسکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام کی آمد بذریعہ وحی، قیامت، حشر ونشر، جنت ودوزخ وغیرہ وغیرہ اس قسم کی جتنی باتیں اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں ان سب کو آپ کی صداقت، دیانت اور امانت کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قسم کی کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا ہی

اس کی تکذیب ہے جو آدمی کو ایمان کے دائرہ سے نکال کر کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مقدسہ میں براہ راست آپ کی زبان سے آپ کی ہدایات اور تعلیمات سنیں ان کے لئے تو آپ کی ہر اس بات کی تصدیق شرط ایمان تھی جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سامنے اللہ کی طرف سے بیان کیں اگر وہ آپ کی ایک بات کا بھی انکار کریں گے تو مومن نہ رہیں گے۔ لیکن جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں بظاہر نہ رہے تو ان باتوں کی تصدیق کرنا شرط ایمان ہے، جن کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے یقینی اور قطعی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ دین کی ایسی تعلیمات کو شرعی اصطلاح میں ضروریات دین کہتے ہیں جن سب پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی کوئی انکار کرے تو مومن نہیں رہے گا اور اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اسلام سے اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔ پس آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ان چیزوں اور حقیقتوں کو جو اللہ کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے۔ بخاری شریف کی ایک روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ میں لکھا ہے کہ حدیث مذکور میں سوال سب سے افضل عمل کی بابت ہے اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو افضل اعمال فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان محض علم اور جاننے کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے۔ وہ انسان کے باطن کے اختیاری انقیاد کا نام ہے اور احکام اسلامیہ کی پابندی اس انقیاد باطن کی دلیل ہوتی ہے پس ایمان کامل یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع بن جائے۔ اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

الغرض ان آیات کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کامل مومن وہی لوگ ہیں جن کا ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ہو۔ اور اگر کوئی ایسا امر مسلمانوں کے سامنے ہو جس میں سب کا اجتماع ضروری ہو تو وہ جمع ہو جائیں جیسے غزوۂ احزاب میں خندق کا کھودنا اور بغیر اجازت لئے کوئی غیر حاضر نہ ہو۔ اجازت لے کر اپنے کسی دوسرے کام کو جانا ایمان کی علامت ہے لیکن طلب اجازت کے بعد بھی یہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دیدیں بلکہ اجازت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے۔ مناسب سمجھیں تو اجازت عطا کریں نہ مناسب سمجھیں نہ دیں۔ علماء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اپنا قائم مقام کر دیا ہو۔ یا شرعی شروط کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوا اس کے حکم سے سرتابی کرنی بھی ویسی ہی حرام ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گویا شرعی امیر کا حکم ماننا فرض ہے اور جب تک امیر اجازت نہ دے مجمع کو چھوڑنا کسی ضرورت سے بھی جائز نہیں خواہ وہ ضرورت دینی ہو یا دنیوی۔ دینی ضرورت کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگ تبوک کو جاتے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمرہ کرنے کی ضرورت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر آپ عمرہ کرنے مکہ کی طرف چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت فرمایا بھائی ہم کو اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولنا۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کر کے آ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل گئے۔ تو ایسی دینی ضرورت بھی اجازت کی محتاج ہے اور اگر کوئی دنیوی ضرورت ہو مثلاً کوئی خانگی کاروبار ہو یا گھر والوں کی مجبوری یا حوائج بشریہ کو پوری کرنے کی احتیاج بہرحال ایسی ضروریات دنیوی کو بھی پورا کرنے کے لئے اور مجمع سے علیحدہ ہونے کے لئے حصولِ اجازت کی ضرورت ہے۔ تاہم اجازت لے کر بھی کسی دنیوی کام کے لئے جانا بظاہر مناسب نہیں۔ کیونکہ اس وقت دنیوی کام کو دینی کام پر ترجیح دینا لازم آتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ اجازت دے کر بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجئے۔ اس موقع پر ایسے صاحبان کے لئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار یعنی مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے کہ۔

"یہ اجازت لینا گو کسی قوی عذر کی وجہ سے ہو لیکن تاہم اس میں دنیا کی تقدیم دین پر تو لازم آئی اور اس میں ایک نقص کا شائبہ ہے اس کی تلافی کے لئے استغفار کا امر ہوا۔ پس استغفار جیسے تلافی ذنوب کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح تلافی نقص کے لئے بھی مفید ہے۔ نیز ممکن ہے کہ وہ عذر واقع میں قوی نہ ہو اور اس کے قوی سمجھنے میں اجازت لینے والے سے خطائے اجتہادی ہوئی ہو اور وہ خطا ایسی ہو کہ تامل اور غور وخوض سے رفع ہو سکتی تھی مگر غور وخوض اور تامل نہ کیا۔ یہ ترک تامل باوجود قدرت کے ایک خفیف سا امر مکروہ ہے اور امر مکروہ ممنوع ہوتا ہے اور ممنوعات سے استغفار ظاہر ہے۔ بہرحال چونکہ اجازت لینے والوں کی نیت اچھی تھی اس لئے ایسے حقائق پر مواخذہ نہیں فرمایا کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (بیان القرآن)"

آگے ارشاد فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس کام کے لئے بلائیں اور کسی خدمت پر مامور کریں تو امر رسول کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے اور کسی کام کا حکم دیتا ہے کہ دل چاہا تو چلے گئے اور وہ کام کر لیا اور نہ دل چاہا تو نہ گئے نہ وہ کام کیا۔ حکم رسول کی اطاعت واجب ہے۔ پھر نافرمان منافقوں کو دھمکی دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے اگر بچ بھی نکلے تو خدا کے علم سے بچنا تو ممکن نہیں۔ چپکے سے سرک کر نکل جانے والوں کو خدا خوب جانتا ہے۔ امر رسول کی مخالفت کرنے والوں اور حکم نہ ماننے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں دردناک عذاب اس مخالفت کی وبال میں نہ آجائے اور کوئی غیبی تباہی نہ آپڑے۔ یہاں آیت میں فتنہ اور عذاب الیم کے لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ فتنہ سے مراد مفسرین نے دنیوی عذاب جیسے بیماری، قحط، تنگدستی، ناگہانی موت۔ دشمنوں کی دراز دستی، زلزلہ، طوفان بادوباراں، آپس کے تفرقہ، خانہ جنگیاں وغیرہ وغیرہ لئے ہیں اور بعض حضرات مفسرین نے فتنہ کا مطلب "ظالموں" کا تسلط لیا ہے یعنی اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے اور عذاب الیم سے مراد ہے آخرت کا عذاب تو یہاں یہ وعید اور دھمکی سنائی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ورزی کی پاداش میں دونوں جہان برباد ہوں۔ خاتمہ پر اخیر میں یہ واضح فرما دیا گیا کہ تمام عالم خدا کے قبضہ میں ہے۔ وہ مختار مطلق ہے۔ ہر طرح سے عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے پھر آخرت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہی ہے اور اللہ ہر شے سے خوب واقف ہی ہے۔ قیامت کے دن سب کیا کرایا سامنے آجائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اطاعت وتعظیم وتکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا۔ امر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلاف ورزی کی ممانعت فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے پر اور حکم نہ ماننے والوں کو ڈرایا گیا اور دھمکی دی گئی کہ کہیں ان پر کوئی غیبی تباہی اور دنیوی عذاب نہ آپڑے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دنیا وآخرت میں برباد ہو جاویں۔ اب بتایئے کہ حق تعالیٰ کی اس سے زیادہ مؤثر تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وتعلیمات وہدایات کی مخالفت کرنے والوں کو یا نافرمانی کرنے والوں کو اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہماری اکثریت کا یہ عالم ہے اور بے حسی اور بددینی کا زہر اتنا اثر کر چکا ہے کہ نہ حق تعالیٰ کی قرآنی تنبیہات کا ہم اثر لیتے ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فہمائشات کارگر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مردہ دلوں کو نور حق سے پھر زندہ فرما دے اور ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی عزت وعظمت پیدا فرما دے۔ آمین۔

الحمدللہ کہ اس درس پر سورۂ نور کا بیان پورا ہو گیا۔ جس میں نو رکوع تھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندۂ خاص (محمدؐ) پر نازل فرمائی تاکہ وہ (بندہ) تمام جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ

ایسی ذات جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اُس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾

پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِیْ وہ جو۔ جس	نَزَّلَ الْفُرْقَانَ نازل کیا فرق کرنیوالی کتاب (قرآن)	عَلٰی عَبْدِهٖ اپنے بندہ پر	لِیَكُوْنَ تاکہ وہ ہو	
لِلْعٰلَمِیْنَ سارے جہانوں کیلئے	نَذِیْرًا ڈرانے والا	الَّذِیْ لَهٗ وہ جس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَلَمْ یَتَّخِذْ اور اس نے نہیں بنایا	وَلَدًا کوئی بیٹا	وَلَمْ یَكُنْ اور نہیں ہے	لَهٗ اس کا	شَرِیْكٌ کوئی شریک	فِی الْمُلْكِ سلطنت میں
	وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا	كُلَّ شَیْءٍ ہر شے	فَقَدَّرَهٗ پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا	تَقْدِیْرًا ایک اندازہ	

تفسیر وتشریح:۔ الحمدللہ اب اٹھارویں پارہ کی سورۃ الفرقان کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف دو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں جن کی تفسیر وتشریح سے پہلے اس سورۃ کا مقام، زمانہ نزول، وجہ تسمیہ، موضوع ومباحث، تعداد آیات، رکوعات وکلمات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں یہاں پہلی ہی آیت تبرک الذی نزل الفرقان میں لفظ فرقان آیا ہے جو قرآن مجید کا ایک نام ہے اس لئے اس سورۃ کا نام الفرقان مقرر کیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنی کتاب کے ۵۵ نام رکھے ہیں جن میں سے ایک نام فرقان بھی ہے۔ فرقان کے لفظی معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے حق وباطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ تو چونکہ قرآن کریم فرق کرنے والا ہے حق وباطل میں۔ خیر وشر میں۔ ہدایت وضلالت میں۔ حرام وحلال میں، عدل وظلم میں۔ علم وجہل میں۔ نور وظلمت میں۔ مفید ومضر میں۔ مفسد اور مصلح میں۔ صدق وکذب میں۔ راستی اور کجی میں، صواب وخطا میں، اسی مناسبت سے قرآن پاک کا ایک نام الفرقان بھی ہے جو اس سورۃ کا نام مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے اور قیام مکہ کا متوسط دور اس سورۃ کا زمانہ نزول ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں ۲۵ ویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۲ لکھا ہے یعنی ۵ سورتیں اس سورۃ سے قبل مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں اور ۲۴ سورتیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں اور پھر ۲۴ سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۷۷ آیات۔ ۶ رکوعات۔ ۹۰۲ کلمات اور ۳۹۱۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

مثل دیگر مکی سورتوں کے اس سورۃ میں بھی عقائد یعنی اثباتِ توحید۔ اثباتِ رسالت۔ حشر ونشر۔ قیامت وآخرت۔ جزا وسزا۔ شرک کی برائی۔ مشرکین کی مذمت کے مضامین ہیں۔ اور مضمون کی مناسبت سے بعض گذشتہ پیغمبروں اور ان کی قوم کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور توجہ دلائی گئی ہے کہ جن قوموں نے اپنے زمانہ میں اپنے رسولوں کو جھٹلایا وہ دنیا میں ناکام اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذات عالی پر کفار ومشرکین مکہ کے اعتراضات وشبہات میں سے ایک ایک کونقل کر کے ان کے جواب دیئے گئے ہیں۔ساتھ ہی دعوت حق سے اعراض کے برے نتائج بھی صاف صاف بتائے گئے ہیں۔پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کی کھلی نشانیاں بتائی گئی ہیں جن سے توحید کی تعلیم دی گئی۔اخیر میں اہل ایمان کے بلند اخلاق وکردار اور ان کے اعمال وخصائل کا ذکر فرمایا تا کہ ان کو دیکھ کر مشرکین اپنے برے اعمال سے تائب ہوجائیں اور اپنے اعمال وخصائل کا مومنین کے اعمال وخصائل سے مقابلہ وموازنہ کریں تا کہ ہدایت وضلالت اور سعادت وشقاوت کا فرق ان کی نظروں کے سامنے آجائے۔یہ ہے اسی پوری سورة کے مضامین کا خلاصہ جس کی تفصیلات انشاء اللہ اگلے درسوں میں اپنے اپنے مواقع پر آپ کے سامنے آئیں گی۔

سورة کی ابتدا تلاوت کردہ عظیم الشان آیات سے ہوتی ہے جن میں پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی کہ ساری خیر وخوبیاں اور تمام عظمت وجلال اور بزرگی وبڑائی اور قوت وقدرت اور کمال وجمال کا منبع ومرکز اس کی ذات پاک ہے۔یہ سارا مفہوم اور اس سے کہیں زیادہ ایک لفظ تبارک میں موجود ہے۔حقیقت میں نہ ہمارے پاس ایسے الفاظ ہیں کہ جو اس کی شان کا بیان کرسکیں اور نہ ایسی کوئی چیز ہے کہ جس کو اس کے مشابہ ٹھہرا سکیں۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسی پاک۔بلند اور رفعت اور بزرگی والی ذات نے قرآن حکیم جیسی عظیم الشان کتاب اتاری جس میں انسان کے لئے تمام مفید چیزیں کھول کر رکھ دی ہیں تا کہ وہ انہیں حاصل کرے اور بری چیزیں بھی واضح کردی ہیں تا کہ وہ ان سے بچے۔انسان اس عظیم الشان کتاب کے ذریعہ۔حق وباطل۔سچ وجھوٹ اور برے اور بھلے میں کھلم کھلا فرق سمجھ سکتا ہے۔پھر اس قرآن کریم کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے اور اسے اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے خاص برگزیدہ بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تھا تا کہ آپ تمام جہان کے انسانوں کو حق بتلائیں اور اس کے اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور باطل کو بھی واضح کردیں اور اس کے اختیار کرنے والوں کو ڈرائیں۔یہاں آیت میں **للعلمین نذیرا** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی تمام جہان والوں کے لئے آپ نذیر ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک قوم یا کسی ایک ملک کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہے اور اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے لئے ہے۔یہ مضمون قرآن مجید میں اور بھی متعدد جگہ آیا ہے مثلاً سورۂ اعراف نویں پارہ میں فرمایا۔

قل یآ یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

"آپ کہہ دیجئے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

۲۲ویں پارہ سورۂ سبا میں فرمایا گیا: **وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا و نذیرا** "ہم نے آپ کو سارے ہی انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

آگے یہاں بتلایا جاتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس لئے نہ اس کے اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔اس نے تنہا اپنی قدرت سے ہر چیز کو پیدا کیا اور تنہا اس کا انتظام کرتا ہے۔ہر چیز کے لئے اس کی خصوصیتیں مقرر فرمائیں اور ٹھیک اندازہ سے ہر چیز کا ایک دائرہ معین کردیا اور ہر ایک کو ایسے قاعدہ اور قانون میں جکڑ دیا جس سے باہر جانے کی کسی کو مجال نہیں۔اس لئے وہی **وحدہ لاشریک لہ** معبود برحق ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قدرت خداوندی نے کائنات کی ہر چیز کو ایسا ناپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔بڑے بڑے سائنسدان حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار ان کو یہی کہنا پڑتا ہے۔**تبارک اللہ احسن الخالقین**۔غرضیکہ مخلوقات میں سے اس خلاق عظیم نے جس چیز کو بھی پیدا فرمایا اس کی شکل، صورت، اجزاء، آثار وخواص میں خاص خاص حکمتیں رکھی ہیں اور ایک ایک مخلوق اس کی قدرت اور حکمت کا شاہکار ہے۔

امام غزالیؒ نے ایک مستقل کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے۔ غرضیکہ یہ قرآن کریم کی ان عظیم الشان جامع آیات میں سے ہیں جس میں توحید کی پوری تعلیم سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

الغرض سورة کی ابتداء توحید کے مضمون سے فرمائی گئی۔ آگے مشرکین کی جہالت وضلالت کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا

اوران مشرکین نے خدا کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی (دفع) نقصان کا اختیار رکھتے ہیں

وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اور نہ کسی (حصول) نفع کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں

اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا

کہ یہ تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبر) نے گھڑلیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اسکی امداد کی ہے۔ سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے۔ اور یہ (کافر) لوگ

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ

یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے لکھوالیا ہے پھر وہی (مضامین) اسکو صبح وشام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔

يَعْلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

آپ (اسکے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو تو اس ذات نے اُتارا ہے جس کو سب چھپی باتوں کو خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں خبر ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

وَاتَّخَذُوْا اور انہوں نے بنالئے	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے علاوہ	اٰلِهَةً اور معبود	لَا يَخْلُقُوْنَ وہ نہیں پیدا کرتے	شَيْـًٔا کچھ	وَهُمْ بلکہ وہ	
يُخْلَقُوْنَ پیدا کئے گئے ہیں	وَلَا يَمْلِكُوْنَ اور وہ اختیار نہیں رکھتے	لِاَنْفُسِهِمْ اپنے لئے	ضَرًّا کسی نقصان کا	وَلَا نَفْعًا اور نہ کسی نفع کا		
وَلَا يَمْلِكُوْنَ اور نہ وہ اختیار رکھتے ہیں	مَوْتًا کسی موت کا	وَلَا حَيٰوةً اور نہ کسی زندگی کا	وَلَا نُشُوْرًا اور نہ پھر اٹھنے کا	وَقَالَ اور کہا		
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کافر	اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّآ مگر۔ صرف	اِفْكُ بہتان۔ من گھڑت	افْتَرٰىهُ اس نے اسے گھڑلیا ہے		
وَاَعَانَهٗ اس کی مدد کی	عَلَيْهِ اس پر	قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ دوسرے لوگ	فَقَدْ جَآءُوْ تحقیق وہ آگئے	ظُلْمًا ظلم	وَزُوْرًا اور جھوٹ	
وَقَالُوْٓا اور انہوں نے کہا	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگ	اكْتَتَبَهَا اس نے انہیں لکھ لیا ہے	فَهِيَ تُمْلٰى پس وہ پڑھی جاتی ہیں		
عَلَيْهِ اس پر	بُكْرَةً صبح	وَّاَصِيْلًا اور شام	قُلْ فرمادیں	اَنْزَلَهُ اسکو نازل کیا ہے	الَّذِيْ وہ جو	يَعْلَمُ جانتا ہے
السِّرَّ راز						
	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ ہے	غَفُوْرًا بخشنے والا	رَّحِيْمًا نہایت مہربان	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں سورۃ کی ابتداء مضمونِ توحید سے اس طرح ہوئی تھی کہ سارے کمالات اور خوبیوں کا منبع اور مرکز وہ ذات پاک ہے جس نے حق و باطل کی تمیز کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا اور پھر اس کو انسانوں تک پہنچانے اور اچھی طرح سمجھانے کے لئے اپنے ایک برگزیدہ رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا تا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ آسمانوں اور زمین کا حاکم مطلق اور اکیلا مالک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جس کے نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی حکومت میں اس کا ساتھی اور شریک اور مددگار ہے۔ تنہا اس قادر مطلق نے یہ سب کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ سب کچھ بنایا ہے اور ہر چیز کو اس کو مناسب سامانِ زندگی اور سازگار قوتیں عطا فرمائی ہیں اور ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے وہ

چیز پیدا کی گئی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا جانچ اور ناپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی نہیں چھوڑی۔

اب آگے ان آیات میں پہلے مشرکین کی جہالت اور مذمت بیان فرمائی جاتی ہے کہ کس قدر ظلم، تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ایسے خالق، مالک۔ قادر اور مختار اور حکیم زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر مشرکین نے دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں حالانکہ وہ ایسے مجبور ہیں کہ نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ نہ مارنا جلانا ان کے قبضہ میں ہے۔ نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی اور کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز اور مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر کم عقلی اور بے حیائی ہے۔

مشرکین کی یہ جہالت وضلالت تو ذاتِ خداوندی کی نسبت تھی اب آگے دوسری جہالت بیان ہوئی جو ذاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ہے کہ یہ مشرکین کہتے ہیں کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ (معاذ اللہ) یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوروں کی مدد سے یوں ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے اور اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر ان کے ساتھی لگے اس کی اشاعت کرنے۔ (معاذ اللہ) حق تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کے ان اقوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جس کی عظمت وصداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کذب وافترا کہا جائے۔ کیا اہل کتاب یا غیروں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح وبلیغ بلکہ جن وانس ہمیشہ کے لئے عاجز رہ جائیں۔ مشرکین یہ بھی کہتے کہ (معاذ اللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل کتاب سے کچھ پرانے زمانہ کے قصہ کہانیاں سن کر لکھ رکھی ہیں یا کسی سے لکھوا رکھی ہیں۔ وہی شب و روز پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔ مشرکین کا یہ بھی کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان تھا اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ تمام اہل عرب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی تھے۔ آپ نے کبھی نہ کسی سے لکھنا سیکھا نہ پڑھنا۔ نبوت سے قبل چالیس سال کی زندگی آپ نے انہیں اہل مکہ میں گزاری تھی اور وہ بھی اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی اور آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے۔ ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا کہ جس پر اہل مکہ شیدا تھے اور رشک کرتے تھے۔ آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت صداقت، دیانت، امانت۔ بلند اخلاقی اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آپ کو امین کے پیارے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ پھر جبکہ آپ رسالت سے سرفراز فرمائے گئے اور وحی آسمانی کے امین بنائے گئے تو کفار مکہ صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر آپ کی عیب جوئی کرنے لگے۔ لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ کبھی آپ کو شاعر کہتے، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی مجنون (نعوذ باللہ) حیران تھے کہ کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں اور ظلمت کدۂ دنیا کو نور خدا سے جگمگانے نہ دیں۔

مشرکین کے اس بہتان بندی کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان کو جواب میں کہہ دیجئے کہ اس قرآن کو تو اس ذات پاک نے اتارا ہے جس کو سب پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں سب خبر ہے اور جس کے احاطۂ علمی سے زمین وآسمان کی کوئی چیز باہر نہیں۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت وبلاغت۔ علوم ومعارف۔ اخبار غیبیہ۔ احکام وقوانین صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا جماعت کا کلام نہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ اپنی شان غفاریت اور شان رحیمی کو بیان فرماتے ہیں کہ مقتضا تو ایسے کفریات کا یہ تھا کہ ان کو فوراً سزا ہو جاوے لیکن چونکہ واقعی اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں اس لئے فوراً سزا نہیں دیتے تا کہ بد بھی اس کی ذات سے مایوس نہ ہوں اور کچھ بھی کیا ہو یا کہا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں توبہ کریں اپنے کئے پر پچھتائیں۔ نادم ہوں اور اس کی مغفرت طلب کریں۔ قربان جائیے اس کی شان رحیمی کے کہ ایسے سرکش اور دشمنانِ خدا ورسول۔ ایسے بہتان باز اور اس قدر ایذائیں دینے والے لوگوں کو بھی حق تعالیٰ اپنی عام رحمت کی دعوت دیتے ہیں اور اپنے کرم کی طرف انہیں بلاتے ہیں۔

ابھی کفار کے مزید اعتراض اگلی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان کے جوابات دیئے گئے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح کھانا) کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ

کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا۔ یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آپڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتا۔ اور ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹

مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے۔

وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	مَالِ کیسا ہے	هٰذَا الرَّسُوْلِ یہ رسول	يَأْكُلُ وہ کھاتا ہے	الطَّعَامَ کھانا	وَيَمْشِيْ چلتا پھرتا ہے	فِي میں	
الْاَسْوَاقِ بازار	لَوْلَآ کیوں نہیں	اُنْزِلَ اُتارا گیا	اِلَيْهِ اسکے ساتھ	مَلَكٌ کوئی فرشتہ	فَيَكُوْنَ کہ ہوتا وہ	مَعَهٗ اس کے ساتھ	نَذِيْرًا ڈرانے والا
اَوْ يُلْقٰٓى یا ڈالا (اتارا) جاتا	اِلَيْهِ اس کی طرف	كَنْزٌ کوئی خزانہ	اَوْ تَكُوْنُ یا ہوتا	لَهٗ جَنَّةٌ اس کیلئے کوئی باغ	يَّاْكُلُ وہ کھاتا	مِنْهَا اس سے	
وَقَالَ اور کہا	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	اِنْ تَتَّبِعُوْنَ نہیں تم پیروی کرتے	اِلَّا مگر۔صرف	رَجُلًا ایک آدمی	مَّسْحُوْرًا جادو کا مارا ہوا	اُنْظُرْ دیکھو	كَيْفَ کیسی
ضَرَبُوْا انہوں نے بیان کیں	لَكَ تمہارے لئے	الْاَمْثَالَ مثالیں (باتیں)	فَضَلُّوْا سو وہ بہک گئے	فَلَا لہٰذا نہ	يَسْتَطِيْعُوْنَ پاسکتے ہیں	سَبِيْلًا کوئی راستہ	

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ کے بعض اقوال بیان فرما کر ان کے جواب دیئے گئے تھے اب آگے مزید انہیں کفار مکہ کے بعض دیگر اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نقل فرما کر ان کی تردید فرمائی جاتی ہے۔

بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار سردارانِ قریش جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر جو کچھ کہنا سننا اور فیصلہ کرنا ہے کرلو تا کہ ہماری جانب سے مصالحت کی تحریک میں کوئی کمی نہ رہ جائے اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے کیا جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ آپ تشریف لائے تو حاضرین سردارانِ مکہ نے کہا کہ ہم نے چند باتیں کرنے کے لئے اس وقت بلایا ہے۔ ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ تم نے جو یہ جدید تحریک پیدا کی ہے اس کی غرض اور اس کے پیچھے تمہارا مقصد کیا ہے؟

اگر اس کا مقصد حصول مال ہے تو ہم چندہ کر کے تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ مکہ میں تم سے زیادہ مالدار کوئی نہ ہوگا۔ اگر تم سرداری کے خواستگار ہو تو ہم باتفاق رائے تم کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر حکومت کے طالب ہو تو یہ بات بھی دشوار نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے ان باتوں میں سے کسی کی خواہش نہیں۔ میں نہ مال و دولت چاہتا ہوں۔ نہ سرداری کا خواستگار ہوں۔ نہ امارت و بادشاہی کا طالب ہوں۔ حق بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں جنت کی بشارت اور دوزخ کا عذاب بتادوں۔ میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب اگر تم نے میرے قول کو مان لیا تو دنیا وآخرت میں تمہارے لئے کامیابی ہے اور اگر نہ مانا تو میں صبر کئے رہوں گا یہاں تک کہ خدا میرا اور

تمہارا فیصلہ فرمادے۔ سردارانِ کفر بولے۔ ہم نے جو امور تمہارے سامنے پیش کئے اگر تم ان میں سے کسی کو قبول نہیں کرتے تو اچھا اپنے رب سے درخواست کرو کہ وہ کوئی فرشتہ آسمان سے اتار دے جو تمہارے ساتھ رہے اور تمہارے قول کی تصدیق کرے اور ہمارے اعتراضات کا جواب دے۔ یا یہ دعا کرو کہ خدا تمہارے لئے سرسبز باغ۔ شاندار کوٹھیاں اور سونے چاندی کے محلات بنادے تا کہ تمہاری حالت ایسی شکستہ نہ رہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے پاس ایک غیبی خزانہ بھی ہونا چاہئے تا کہ دوسرے کم مایہ لوگوں کی طرح تم کو بازار میں طلب معاش وغیرہ کے سلسلہ میں نہ جانا پڑے۔ تمہارے غیبی خزانہ کو دیکھ کر ہم کو یقین ہوگا کہ واقعی تم کو کوئی خاص شرف حاصل ہے اور تم مرتبۂ پیغمبری کے لائق ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس قسم کی کوئی درخواست خدائے تعالیٰ سے نہیں کروں گا۔ میرے بعثت کی یہ غرض ہی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

قرآن پاک کفار کے انہیں اقوال کو ان آیات میں نقل فرماتا ہے اور مختصر طور پر ان کے شبہات کو دور کر کے ان کے اقوال کی تردید بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ رسول کی کیا یہ حیثیت ہوسکتی ہے کہ معمولی انسانوں کی طرح کھانا کھائے اور بازاروں میں سودا سلف اپنی ضروریات کے لئے خریدتا پھرے۔ جب یہ ہماری طرح کھانے پینے کے محتاج اور انتظام معاش ورزق کے لئے بازار میں چلنے پھرنے کے حاجت مند ہیں تو پھر ہم پر فوقیت کیا ہوئی اور ہم میں ان میں فرق کیا رہا۔ گویا ان کور دماغ کفار کے دماغوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ انسان نبی نہیں ہوسکتا۔ وہ نبوت اور بشریت میں منافات سمجھتے تھے اس لئے کہتے کہ اگر واقعی رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے بکھیڑوں سے فارغ ہوتے۔ اور کفار یہ بھی کہتے کہ یہ اگر واقعی رسول ہیں تو آسمان کے فرشتے قطار در قطار ان کے آگے پیچھے ہوتے اور اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم ایک فرشتہ تو ضرور ہی ساتھ ہونا چاہئے تھا جو ڈرانے دھمکانے میں ان کا ساتھ دیتا اور جس کا لوگوں پر رعب پڑتا یہ کیا کہ کس مپرسی کی حالت میں اکیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں، یا پھر اگر فرشتے بھی ساتھ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ مل جاتا کہ لوگوں کو بے دریغ مال خرچ کر کے اپنی طرف مائل کرلیا کرتے اور خیر یہ بھی نہ سہی تو معمولی رئیس اور زمیندار کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا پیا کرتے۔ جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ نے پیغمبری کے لئے ایسے معمولی حیثیت کے انسان کو مامور کیا ہو۔ میاں کی یہ پوزیشن اور اتنا اونچا دعویٰ۔ اس پر بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ان کے عقل کے فتور کا نتیجہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کردیا ہے کہ عقل جاتی رہی۔ (معاذ اللہ معاذ اللہ)۔

ان اقوال کی تردید میں حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی کیسی عجیب باتیں کہہ رہے ہیں۔ کبھی آپ کو مسحور بناتے ہیں، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنون، ان کا یہ اضطراب کہ ان کو الزام لگانے میں کسی ایک بات پر قرار نہیں خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان خرافات کی وجہ سے یہ بالکل گمراہ ہوگئے اور اس جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ سیدھی راہ کیسے پاسکتے ہیں۔

یہ تو تھا مختصر اور اجمالی جواب آگے تفصیلاً جواب مذکور ہوتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہ ذات بڑی عالیشان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو اس سے اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دے دے۔

وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا

بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور ہم نے ایسے شخص کیلئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ وہ ان کو دور سے دیکھے گی

رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ

تو وہ لوگ اس کا جوش وخروش سنیں گے۔ اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جاویں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔ آپ کہیے کہ کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت اچھی ہے

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ ان کیلئے صلہ ہے اور ان کا ٹھکانا ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔

خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْــُٔوْلًا ۝۱۶

یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا	الَّذِيْ وہ جو	اِنْ شَآءَ اگر چاہے	جَعَلَ وہ بنادے	لَكَ تمہارے لئے	خَيْرًا بہتر	مِّنْ ذٰلِكَ اس سے	جَنّٰتٍ باغات	
تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا جن کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَيَجْعَلْ اور بنادے	لَكَ تمہارے لئے	قُصُوْرًا محل	بَلْ بلکہ	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	
بِالسَّاعَةِ قیامت کو	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لِمَنْ كَذَّبَ اسکے لئے جس نے جھٹلایا	بِالسَّاعَةِ قیامت کو	سَعِيْرًا دوزخ	اِذَا جب			
رَاَتْهُمْ وہ دیکھے گی انہیں	مِّنْ سے	مَّكَانٍ جگہ	بَعِيْدٍ دور	سَمِعُوْا وہ سنیں گے	لَهَا اسے	تَغَيُّظًا جوش مارتا	وَّزَفِيْرًا اور چنگھاڑتا	وَاِذَا اور جب
اُلْقُوْا وہ ڈالے جائینگے	مِنْهَا اس سے۔ کی	مَكَانًا کسی جگہ	ضَيِّقًا تنگ	مُّقَرَّنِيْنَ جکڑے ہوئے	دَعَوْا وہ پکاریں گے	هُنَالِكَ وہاں	ثُبُوْرًا موت	
لَا تَدْعُوا تم نہ پکارو	الْيَوْمَ آج	ثُبُوْرًا موت کو	وَّاحِدًا ایک	وَّادْعُوْا بلکہ پکارو	ثُبُوْرًا موتیں	كَثِيْرًا بہت سی	قُلْ فرمادیں	اَذٰلِكَ کیا یہ
خَيْرٌ بہتر	اَمْ یا	جَنَّةُ الْخُلْدِ ہمیشگی کے باغ	الَّتِيْ جو۔ جس	وُعِدَ وعدہ کیا گیا	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگار	كَانَتْ وہ ہے	لَهُمْ ان کیلئے	
جَزَآءً جزا (بدلہ)	وَّمَصِيْرًا لوٹ کر جانے کی جگہ	لَهُمْ ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	مَا يَشَآءُوْنَ جو وہ چاہیں گے	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے			
كَانَ ہے	عَلٰي رَبِّكَ تمہارے رب کے ذمے	وَعْدًا ایک وعدہ	مَّسْــُٔوْلًا مانگا ہوا					

تفسیر وتشریح:۔ گذشتہ آیات میں کفار ومشرکین مکہ کے شبہات اور اعتراضات بیان فرمائے گئے تھے جو کہتے تھے کہ رسول کو تو

فرشتہ خصلت ہونا چاہئے کہ جو نہ کھائے پئے اور نہ کسی ضرورت کے لئے بازاروں میں آئے جائے۔ رسول کے ساتھ کوئی آسمانی خزانہ ہونا چاہئے یا کوئی ایسا باغ ہو کہ طرح طرح کے میوے اور پھل وہاں سے کھائے جاسکیں۔ تو ان خرافات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہوئے گذشتہ آیات میں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ یہ بدبخت آپ کو کیا کہتے ہیں۔ یہ بیہودہ بکتے ہیں۔ گمراہ ہیں اور راہِ راست نہیں پاسکتے۔ آگے اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مخاطبت ہے اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے خزانہ میں کیا کمی ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ چاہے تو ایک باغ کیا بہت سے باغات عطا فرمادے بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ و نہریں۔ اور حور و قصور اور عالی شان محلات ملنے والے ہیں وہ سب ابھی آپ کو دنیا میں عطا کردے۔ جن چیزوں کو کفار عجیب وغریب سمجھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے اعتبار سے بہت حقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بھی کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ اپنے رسول کو دولت کے خزانے دے دیتے۔ یا بڑی سے بڑی حکومت وسلطنت کا مالک بنادیتے جیسا کہ پہلے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ایسی دولت اور بے مثال حکومت عطا فرما کر اپنی اس قدرت کاملہ کا اظہار بھی کیا جاچکا ہے۔ مگر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی اور اپنے لئے مسکینی ہی کی حالت کو پسند فرمایا۔ احادیث میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے لئے پورے بطحائے مکہ اور اس کے پہاڑوں کو سونا بنائے دیتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا مجھے تو یہ پسند ہے کہ مجھے ایک روز پیٹ بھر کر کھانا ملے اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اور جب بھوکا رہوں تو تیری طرف رجوع کروں اور گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیری حمد و ثنا بیان کروں اور تیرا شکر کروں۔ اور ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ پھرا کرتے۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی اوران سب سے مقصود امت کی تعلیم و تفہیم تھی کہ دنیاوی ثروت فتنہ ہے اس میں نہ پڑیں بلکہ آخرت کی فکر کریں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا عام طور پر فقر و فاقہ میں رہنا اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتوں اور عام انسانوں کی مصالح کی بنا پر تھا۔ اور اس فقر و فاقہ میں بھی وہ مجبور نہیں تھے اگر وہ چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بڑا مالدار اور صاحب ثروت اور صاحب جائیداد بنادیتے مگر حق تعالیٰ نے ان حضرات کی طبیعت ہی کو ایسا بنایا کہ وہ مال و دولت سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے تھے۔ غرضیکہ بتلایا جارہا ہے کہ ان کفار و معاندین کے اگر سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی پوری کردی جاتیں تب بھی یہ حق وصداقت کو قبول کرنے والے نہ تھے اور وہ جن باتوں یا چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے وہ فی الحقیقت طلب حق کی نیت سے نہیں۔ محض شرارت اور عناد سے یہ بک رہے ہیں۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے جھٹلانے سے کچھ نہیں بنتا۔ قیامت آ کر رہے گی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اس میں انہیں ضرور رہنا پڑے گا۔ اور اس دوزخ کا یہ حال ہوگا کہ جب محشر میں لائی جائے گی تو جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائے گی اور اس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ایک قسم کی حیات اور ایک قسم کا شعور رکھا ہے۔ قیامت کے دن جب کافروں کو دیکھے گی تو غیظ و غضب سے بھڑک اٹھے گی۔ جیسے شیر دھاڑتا ہے اور غصہ میں مزید غضبناک ہوجاتا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب میدان حشر میں حساب کتاب کے لئے سب جمع ہو جائیں گے تو جنت اور دوزخ کے حاضر ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس جگہ سے جہاں اس کو خدا نے پیدا کیا ہے لایا جائے گا اس طرح کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ ۷۰ ہزار فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ فرشتے اس کو کھینچتے ہوئے لائیں گے اس حالت میں کہ اس میں سے آگ کے شعلے چنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کے مانند پے در پے اٹھتی ہوں گی اور نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ تسبیح کرتی ہوں گی۔ اور جن وانس اور بتوں کو اپنے لئے بطور غذا طلب کرتی۔ ہوگی جس کو سن کر لوگ لرز جائیں گے اور مارے ڈر کے زانو کے بل گر پڑیں گے۔ دوزخ کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہوگی۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی۔ پھر اس کو ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (العیاذ باللہ)۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دوزخ میں ہر مجرم کے لئے خاص جگہ ہوگی جہاں سے ہل نہ سکے گا اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے اس وقت مصیبت سے گھبرا کر موت کو پکاریں گے کہ کاش موت آ کر ہماری ان دردناک مصائب کا خاتمہ کر دے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو کیونکہ ایک موت کے پکارنے سے تمہاری مصیبت کا خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ جہنم میں تو انواع و اقسام عذاب کا کوئی شمار نہیں جو ایک موت اور ایک ہلاکت سے ختم ہو جائیں۔ لہٰذا تم ہزار ہا بار موت کو پکارتے رہو کتنا ہی پکارو تمہاری سب پکار بے فائدہ اور بے کار ہے۔ آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان منکرین کو یہ مصیبت سنا کر کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ کیا یہ مصیبت کی حالت اچھی ہے جو کہ مقتضا ہے تمہارے کفر و انکار کا یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت اچھی ہے جس کا خدا نے اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے اور جہاں ان کو ہر وہ چیز ملے گی جس کو ان کا دل چاہے گا اور پھر یہ کہ ان ابدی راحتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ من مانی نعمتیں۔ ابدی لذتیں۔ اور دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں۔ عمدہ کھانے۔ اچھے بچھونے۔ بہترین سواریاں، پرتکلف لباس۔ بڑے بڑے محلات۔ پاکیزہ حوریں۔ پھر کسی نعمت کے خراب ہو جانے کم ہو جانے یا ختم ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیشگی کی دولت انہیں حاصل ہوگی۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان ہے جو اہل جنت پر ہوگا۔ یہ رب کریم کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمہ کر لیا ہے جو ہو کر رہنے والا ہے اور یقیناً پورا کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں کفار و مشرکین کو ترہیب اور وعید کے بعد ترغیب ایمان بھی دے دی گئی۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر کفار کے شبہات و اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے بل کذبوا بالساعۃ جو فرمایا یعنی یہ کفار منکرین قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ انکار رسالت کا اصل سبب انکار قیامت ہے۔ اور تکذیب نبوت کی حقیقی وجہ تکذیب حشر و حساب کتاب ہے۔ اقرار قیامت کے بعد ضرورت نبوت بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے آگے مشرکوں اور کافروں کو قیامت کے دن کی ملامت و ندامت کا حال ان کو سنایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ

اور جس روز اللہ تعالٰی ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے اُن کو جمع کرے گا پھر فرماوے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا

أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ

یا یہ خود ہی راہ سے گمراہ ہوگئے تھے وہ عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کرتے ولیکن آپ نے ان کو

وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا

اور ان کے بڑوں کو آسودگی دی یہانتک کہ وہ آپکی یاد کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے۔لو تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرادیا

تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

سو تم نہ تو خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ مدد دیئے جاسکتے ہو۔اور تم میں جو ظالم ہوگا ہم اُس کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ

اور ہم نے آپؐ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے۔اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کیلئے آزمائش بنایا ہے۔کیا تم صبر کرو گے؟اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ وہ انہیں جمع کریگا	وَمَا اور جنہیں	يَعْبُدُونَ وہ پرستش کرتے ہیں	مِنْ سے	دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوائے		
فَيَقُولُ تو وہ کہیگا	ءَأَنْتُمْ کیا تم	أَضْلَلْتُمْ تم نے گمراہ کیا	عِبَادِي میرے بندے	هَؤُلَاءِ یہ ہیں۔ان	أَمْ هُمْ یا وہ	ضَلُّوا بھٹک گئے	
السَّبِيلَ راستہ	قَالُوا وہ کہیں گے	سُبْحَانَكَ تو پاک ہے	مَا كَانَ نہ تھا	يَنْبَغِي سزاوار۔لائق	لَنَا ہمارے لئے	أَنْ کہ	نَتَّخِذَ ہم بنائیں
مِنْ دُونِكَ تیرے سوا	مِنْ کوئی	أَوْلِيَاءَ مددگار	وَلَكِنْ اور لیکن	مَتَّعْتَهُمْ تو نے آسودگی دی انہیں	وَآبَاءَهُمْ اور انکے باپ دادا		
حَتَّى یہانتک کہ	نَسُوا وہ بھول گئے	الذِّكْرَ یاد	وَكَانُوا اور وہ تھے	قَوْمًا بُورًا ہلاک ہونیوالے لوگ	فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ پس انہوں نے تمہیں جھٹلادیا		
بِمَا تَقُولُونَ وہ جو تم کہتے تھے تمہاری بات	فَمَا تَسْتَطِيعُونَ پس اب تم نہیں کرسکتے ہو	صَرْفًا پھیرنا	وَلَا نَصْرًا اور نہ مدد کرنا	وَمَنْ اور جو			
يَظْلِمْ وہ ظلم کرے گا	مِنْكُمْ تم میں سے	نُذِقْهُ ہم چکھائیں گے اسے	عَذَابًا عذاب	كَبِيرًا بڑا	وَمَا اور نہیں	أَرْسَلْنَا بھیجے ہم نے	
قَبْلَكَ تم سے پہلے	مِنَ سے	الْمُرْسَلِينَ رسول	إِلَّا مگر	إِنَّهُمْ وہ یقینا	لَيَأْكُلُونَ البتہ کھاتے تھے	الطَّعَامَ کھانا	وَيَمْشُونَ اور چلتے پھرتے تھے
فِي الْأَسْوَاقِ بازاروں میں	وَجَعَلْنَا اور ہم نے کیا۔بنایا	بَعْضَكُمْ تم میں سے بعض کو (کسی کو)	لِبَعْضٍ بعض (دوسروں کیلئے)				
فِتْنَةً آزمائش	أَتَصْبِرُونَ کیا تم صبر کرو گے	وَكَانَ اور ہے	رَبُّكَ تمہارا رب	بَصِيرًا دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح:۔ کفار ومشرکین جو کہ قیامت اور حشر ونشر۔جزا وسزا۔جنت اور دوزخ کے منکر تھے ان کے متعلق گذشتہ آیات میں

بتلایا گیا تھا کہ آج تو یہ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں لیکن قیامت میں ان کے لئے جہنم تیار رکھی ہے جس میں یہ اپنے انکار اور کفر کی وجہ سے ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر وہاں کے عذاب و مصائب کی وجہ سے موت ہی موت پکاریں گے۔ مگر پھر موت بھی وہاں کہاں۔ وہ تو عذاب دائمی ہوگا۔

الٰہی کفار و مشرکین کے متعلق مزید ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب سب کا حشر نشر ہوگا اور سب کو خداوند قدوس کے سامنے جمع کیا جائے گا تو کفار و مشرکین کی حسرت میں اضافہ کرنے اور ان کے غم و اندوہ کو بڑھانے کے لئے خداوند تعالیٰ مشرکوں کے مواجہ میں ان کے معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے سوا اپنی پرستش کے لئے ان جاہلوں کو حکم دیا تھا یا یہ خود تمہاری دعوت کے بغیر تمہاری بندگی و پرستش کر کے گمراہ ہوئے؟ مشرکوں کے معبود جواباً عرض کریں گے۔ پروردگار تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے ہم کو یہ اختیار ہی کہاں تھا کہ ہم اپنے پرستار بناتے اس لئے ہم ان کو اپنا پرستار کیسے بنا سکتے تھے کہ آپ کو چھوڑ کر ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔ ان کی گمراہی کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ عیش و آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے۔ کسی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ پیغمبروں کی ہدایت وارشادات کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کرلیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہوگئے۔ آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے یہ اسی قدر غفلت اور نسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انعامات الٰہیہ دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکر گزاری اختیار کرتے الٹے مغرور اور کفر و عصیاں پر تل گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے وغیرہ کہیں گے جن کو دنیا والوں نے اپنا معبود بنایا تھا۔ حاصل جواب کا یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین کو ہم نے گمراہ نہیں کیا اور نہ ان کو گمراہی کی دعوت دی بلکہ یہ لوگ خود گمراہ ہوئے۔ اس پر حق تعالیٰ مشرکوں سے فرمائیں گے۔ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا اور جن کو تم اپنا کارساز اور دین دنیا میں اپنا مددگار جانتے اور اپنا حامی کہتے تھے وہ خود تمہارے دعوے کو جھٹلا رہے ہیں اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں جس سے تمہارا جرم پوری طرح واضح ہوگیا۔ اب عذاب الٰہی کو نہ تم پھیر سکتے ہو نہ بات کو پلٹ سکتے ہو۔ نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو۔ اب جو سزا ملنے والی ہے اس کا پڑے ہوئے مزہ چکھتے رہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار و مشرکین کا اعتراض یہ گذشتہ آیات میں نقل ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بازاروں میں آمدورفت اور ضروریات کی تکمیل کو کفار نبوت کے خلاف سمجھتے تھے۔ آپ کا کھانا پینا بھی ان کی نظروں میں شان نبوت کے خلاف تھا۔ پھر افلاس اور فقر کو بھی وہ مانع نبوت جانتے تھے۔ ان اعتراضات کو دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں دو جواب دیئے۔ ایک الزامی دوسرا برہانی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیاء و مرسلین بھی گزرے ہیں لیکن لوازمِ بشریت سب میں موجود تھے۔ کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اور کسی کے پاس غیبی خزانہ نہ تھا۔ نہ فرشتہ ساتھ ساتھ ندا کرتا پھرتا تھا۔ تو جب قدرت کا یہی دستور العمل ہے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نئی بات پیدا ہونے کی تم کیوں خواستگاری کرتے ہو۔ آگے برہانی جواب ہے کہ اگر خدا چاہتا تو کفار کے درخواست کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت مند اور خزانہ غیب کا حامل بنا دیتا۔ نیز یہ بھی ممکن تھا کہ فرشتہ ہر وقت تصدیق رسول کے لئے آپ کے

ساتھ رہتا۔ غرض ہر فرمائش کو پورا کرنا ممکن تھا مگر امتحان انسانی جو اصل مقصد تھا وہ فوت ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ بندوں کی آزمائش کرے اور انبیاء کی تصدیق و تکذیب کو معیار امتحان قرار دے۔ یہ دنیا دار امتحان ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ہر گروہ اور ہر شخص دوسرے کے لئے سبب آزمائش ہے امیروں کی آزمائش غریبوں سے ہے۔ غریبوں کی آزمائش امیروں سے ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے اسی دنیا دار امتحان میں کسی کو مالدار بنایا کسی کو غریب و مفلس کسی کو حاکم بنایا۔ کسی کو محکوم۔ کسی کو تندرست بنایا۔ کسی کو بیمار۔ کسی کو قوی بنایا کسی کو ضعیف۔ اس اختلاف و تفاوت میں ہر طبقے کا امتحان اور آزمائش ہے۔ غنی کے شکر کا اور غریب کے صبر کا امتحان ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت یہ ہے کہ جب تمہاری نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جو مال و دولت میں تم سے زیادہ ہے یا صحت و قوت اور عزت و جاہ میں تم سے بڑا ہے تو تم فوراً ایسے لوگوں پر نظر کرو جو ان چیزوں میں تم سے کم حیثیت رکھتے ہیں تا کہ تم حسد کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور اپنی موجودہ حالت میں اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کی توفیق ہو۔

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ کافروں کا کفر اور ایذا دہی اور صابروں کا صبر و تحمل سب حق تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیئے کا پھل ملے گا۔

الغرض یہاں تک منکرین نبوت کے بعض شبہات و اعتراضات کے جواب دیئے گئے اب ان ہی منکرین نبوت کا ایک شبہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں نازل کئے جو ہمارے سامنے آ کر نبوت و رسالت کی شہادت دیتے کہ یہ شخص دعوائے نبوت میں صادق ہے یا ہم بلا واسطہ اللہ کو دیکھتے اور بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کی نبوت کی بابت پوچھ لیتے اور اللہ تعالیٰ ہم کو خود بتلا دیتے کہ یہ شخص میرا نبی ہے۔ تو اس جاہلانہ اور احمقانہ اور گستاخانہ اور مغرورانہ اعتراض و شبہ کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے اگلی آیات میں دیا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں 19 ویں پارہ کی ابتداء سے ہوگا۔ الحمد للہ کہ ان آیات پر ۱۸ ویں پارہ کا بیان پورا ہو گیا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ایمان اور اسلام کی برکت سے حشر میں ہم سب کو سرخروئی اور کامرانی نصیب فرمائیں۔ اور میدانِ حشر کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ! ہم کو دنیا میں جو کچھ آپ عطا فرمائیں اس کو اپنے ذکر و فکر کا ذریعہ بنائیں۔ اور اس دنیا دار آزمائش سے ہم کو کامیابی کے ساتھ دار آخرت میں جانا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! میدانِ حشر میں ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے مومنین مخلصین کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرمایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کے ساتھ اپنے انعام و اکرام سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ